مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ

سے

مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی تک

مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ

سے

مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی تک

مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی

(سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسہ اسلامیہ شمس الھدیٰ

سے

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی تک

Madrasa Islamia Shamsul Huda

Se

Maulana Mazharul Haque Arabic&Persian University

Tak

By :- Maulana Abul Kalam Qasmi Shamsi

Ex. Principal

Madrasa Islamia Shamsul Huda. Patna

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے نام

کتاب کا نام:	مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ سے مولانا مظہرالحق عربی وفارسی یونیورسیٹی تک
مصنف کا نام:	مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی
پتہ:	سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی، پٹنہ
سال اشاعت:	2012
تعداد:	500
ضخامت:	203
قیمت:	Rs-200.00
ملنے کا پتہ:	جاوید بک ڈپو، خزانچی روڈ، پٹنہ

ترتیب

پیش لفظ

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ صرف تعلیمی ادارہ ہی نہیں، بلکہ تعلیمی تحریک ہے۔ اس ادارہ نے نہ صرف صوبہ بہار کی تعلیمی تحریک میں اہم رول ادا کیا ہے، بلکہ اس نے ہندوستان کے مدارس کو اس تحریک سے جوڑنے میں بھی اہم کردار پیش کیا ہے۔ جب اس ادارہ کو سرکاری تحویل میں دیا گیا، اس میں اسلامیات وعصری علوم وفنون پر مشتمل نصاب تعلیم جاری کیا گیا اور مدرسہ بورڈ کا قیام عمل میں آیا تو ملک کے دوسرے صوبے بھی اس سے متاثر ہوئے۔ ملک کے دیگر صوبوں نے بہار کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو نمونہ تسلیم کیا۔ آج ہر صوبہ میں حکومت کی جانب سے مدرسہ بورڈ کے قیام پر زور دیا جارہا ہے، یہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اس طرح مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی تعلیم وتحریک کا دائرہ وسیع ہے۔ میں نے اس موضوع پر بہت سے مضامین لکھے۔ ضرورت کے مطابق اخبارات میں بیانات دیئے، ریڈیو اور ٹی.وی پر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو پیش کرنے کی کوشش کی، ان مضامین وبیانات سے اس مدرسہ کی ہمہ جہت تحریک کا پتہ چلتا ہے۔ افادیت کے پیش نظر اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے تعلیمی تحریک میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اس مدرسہ کی وجہ سے کئی ادارے وجود میں آئے اور کئی تنظیموں نے جنم لیا۔ بہار مدرسہ بورڈ، ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ، گورنمنٹ طبی کالج، پٹنہ اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام اسی ادارہ ہی کی وجہ سے ہوا۔ مدرسہ اسٹوڈنٹس یونین، اولڈ بوائز ایسوسی ایشن، بہار اسٹیٹ مدرسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن وغیرہ تنظیمیں اسی ادارہ کی دین ہیں۔

''مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ سے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی تک'' میرے چند مضامین واخباری بیانات کا مجموعہ ہے۔ مختلف اوقات میں ضرورت کے موقع پر اخبارات ورسائل میں جو مضامین شائع ہوئے ان مضامین نے صحیح سمت کی راہنمائی کی ہے۔ اس اعتبار سے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے، حالات وواقعات کے تناظر میں یہ مضامین تحریر کئے گئے، اس لئے ان میں کچھ تکرار بھی ہے، لیکن واقعات وحالات کے اعتبار سے اس تکرار کی بھی خاص اہمیت وضرورت ہے۔

ان تمام مضامین کے مطالعہ سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اور مدرسہ تحریک کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی، ساتھ ہی یہ حقیقت بھی سامنے آئے گی کہ بہار اور ملک کی تعلیمی تحریک میں اس

مدرسہ کا اہم رول رہا ہے اور آج بھی ہے۔

یہ دور انحطاط کا ہے، تعلیمی اداروں میں گراوٹ آئی ہے۔ اس سے ہمارے مدارس بھی محفوظ نہیں رہ سکے، لیکن اس کے باوجود مایوسی نہیں رہی اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے اپنا وقار بہت کچھ باقی رکھا، اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آئے گی۔

ایسا نہیں کہ میں نے خود احتسابی سے اپنے کو بچانے کی کوشش کی، بلکہ ہمیشہ خود احتسابی سے کام لیا۔ کمی کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کی، بلکہ تحریک کی شکل دے کر مدارس ملحقہ کی کمی کو دور کرنے پر بھی زور دیا، مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی۔ لیکن مجھے امید ہے کہ آئندہ اس سلسلہ میں اہل مدارس مجبور ہوں گے اور پھر سے اس مستحکم نظام کو بہتر، کارآمد اور چست و درست بنانے کیلئے تیار ہوں گے۔

آج کا دور مقابلہ کا ہے۔ اس کے مطابق ہمیں اپنے مدارس کو بھی معیاری بنانا پڑے گا، جب ہی ہم تعلیم کے عالمی تناظر میں مدارس کو اتار سکیں گے۔

اس کتاب میں آپ کو ضرورت کی بہت سی باتیں ملیں گی۔ ہم نے کیا کھویا، کیا پایا اور آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے؟ اس کی جانب بھی راہنمائی اس کتاب میں موجود ہے۔

اس کتاب میں شامل مضامین و بیانات ضرورت کے مطابق مختلف اوقات میں شائع کئے گئے، اس لئے ان میں اس وقت کے حالات درج ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اب حالات کچھ بدل گئے ہوں ایسے موقع پر دیگر مضامین سے آپ کو راہنمائی حاصل ہوگی، ویسے نوٹ کے ذریعہ بہت حد تک وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اور دیگر مدارس ملی اثاثہ ہیں، اس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم سے پہلے کے لوگوں نے اس کی حفاظت کی ہے، ہمیں بھی عہد لینا پڑے گا کہ ہم بھی اس کی حفاظت کریں گے اور ہر طرح سے مدارس کے وقار کو بحال رکھیں گے۔

ہمیں توقع ہے کہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے ۱۰۰ رسال میں جو خدمات انجام دیئے ہیں، آئندہ یقیناً اس کا دائرہ زیادہ وسیع ہوگا اور بہار ہی نہیں، بلکہ ملک کی تعلیمی تحریک میں اس ادارہ کا مزید اہم رول ہوگا۔

کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، ہمیں امید ہے کہ کتاب آپ کو پسند آئے گی۔

۱۰ رنومبر ۲۰۱۲ء ابوالکلام قاسمی شمسی

باب۔۱

مدارس اسلامیہ

مدارس ومکاتب ملک وملت کیلئے رحمت

مدارس ومکاتب کے قیام کی تاریخ بہت قدیم ہے۔اس کا تعلق بعثت نبویؐ سے ہے۔حضور ﷺ سے پہلے عرب جہالت کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا،عرب میں کچھ ہی لوگ تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔لوگوں کے پڑھے لکھے نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اندر وہ تمام خرابیاں پائی جاتی تھیں جو ایک جاہل قوم میں ہونی چاہئے،اس دور میں بہت سی خرابیاں تھیں لیکن ان سب کی بنیاد جہالت تھی،اسی وجہ سے اس دور کو دور جاہلیت کے ساتھ موسوم کیا گیا۔اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہالت کتنی بری چیز ہے۔

جہالت کو دور کرنے کیلئے اعلی اقدام بعثت نبویؐ کے بعد دیکھنے کو ملتا ہے۔حضور ﷺ نے جہالت کو دور کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے۔آپ ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔اور اس کی جانب ترغیب دلائی۔آپ ﷺ نے فرمایا علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔آپ نے فرمایا علم طلب کرو اگر چہ چین جانا پڑے۔آپ ﷺ نے جہاں اپنی بات سے تعلیم کی طرف رغبت دلائی وہیں آپ نے اپنے ساتھیوں کے درمیان اس کو عملی طور پر رائج کیا۔آپؐ سے تعلیم حاصل کرنے والے صحابہ کی ایک بڑی جماعت تھی جنہوں نے رات ودن آپ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنالیا تھا۔آپ ان کے لئے ہر طرح کا انتظام کرتے تھے۔آج بھی یہ اصحاب صفہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

غزوات میں بھی بہت سے پڑھے لکھے قیدی گرفتار ہوکر آتے۔آپؐ نے انہیں بچوں کی تعلیم پر مامور کیا تاکہ وہ بچوں کو تعلیم سے آراستہ کریں۔اس طرح عربوں میں تعلیم عام ہوئی۔

تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضور ﷺ پر پہلی وحی،اقرأ نازل ہوئی۔اس میں پڑھنے کی تلقین ہے۔اسی اقرأ نے لوگوں کے ذہن کو کھولا اور لوگ تعلیم کی جانب راغب ہوئے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے پھیلتے ہی تعلیم وتعلم کا چرچا اس قدر زیادہ ہوا کہ وہی ملک عرب جو جہالت کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا،اس سے علم کی روشنی پھیلنے لگی اور اسی روشنی سے دنیا کے ممالک نے ترقی کے مراحل طے کئے۔

ہندوستان میں مدارس ومکاتب کی تاریخ بہت قدیم ہے۔البتہ اس کی نشاۃ ثانیہ 1857 کے بعد ہوئی۔ 1857 میں علمائے کرام نے انگریزوں سے جنگ کی، اس جنگ میں ناکام ہوجانے کے بعد اور انگریزوں کے تسلط کے بعد ان حضرات کو اس کی فکر لاحق ہوئی کہ ہندوستان میں دینی تعلیم کی بقاوتحفظ ضروری ہے، ساتھ ہی انگریزوں سے ملک کو آزاد کرانی بھی ضروری ہے، اس کے لئے ایسے بہادر اور بے خوف علماء کی ضرورت ہے جو ہر محاذ پر انگریزوں کا کھل کر مقابلہ کرسکیں اور اپنی تحریر، تقریر اور عملی جدوجہد کے ذریعہ ملک کو آزاد کرانے کا کارنامہ انجام دے سکیں۔اسی مقصد کے حصول کیلئے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کے رفقائے کار نے مدارس ومکاتب کے قیام کی تحریک چلائی۔سب سے پہلے دیوبند میں دارالعلوم دیوبند قائم کیا اور اس تحریک کو پورے ملک میں عام کرنے کی تجویز پیش کی۔چنانچہ اسی تحریک کے نتیجہ میں پورے ملک میں مدارس ومکاتب کا قیام عمل میں آنے لگا اور اس طرح جلد ہی ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی کہ آج اس کا شمار مشکل ہے۔اس مدارس ومکاتب سے ایسے ایسے علماء پیدا ہوئے جنہوں نے ملک کی آزادی میں اہم رول ادا کیا۔اور جہاں دوسرے لوگوں نے تحریک آزادی میں حصہ لیا ان سے کہیں زیادہ بڑھ کر ان علمائے کرام نے قربانیاں دیں۔اپنی جان کی پرواہ نہیں کی، نہ مال کی اور نہ اولاد کی۔ان کی قربانیاں بے لوث تھیں۔ان کے خدمات کسی صلہ کے لئے نہیں تھے۔چنانچہ ملک کو آزاد کرادیا اور انہوں نے اپنے کام کو سمیٹ لیا، جبکہ دوسرے لوگ، کرسیوں کے بٹوارے میں مصروف ہوگئے۔ملک کی آزادی کے بعد ان کی خدمت میں خطاب پیش کیا گیا تو اس کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ ملک کی آزادی میں ہم نے یہ انعام حاصل کرنے کے لئے حصہ نہیں لیا تھا۔آج بھی تاریخ اس پر شاہد ہے۔

ہندوستان میں انگریزوں کے مدمقابل ہندوستانی مسلمان ہی تھے اور انہیں سب سے زیادہ خطرہ علماء ہی سے تھا۔اس لئے انگریزی حکومت کا عتاب حد سے زیادہ مسلمانوں اور بالخصوص علماء کو جھیلنا پڑا، انگریزی حکومت کا عتاب اس حد تک جھیلنا پڑا کہ برسوں ان کو سنبھلنے کا موقع ہاتھ نہیں آیا۔

مدارس ومکاتب کے قیام کی تجویز کی وجہ سے مسلمان بہت حد تک اپنے دین اور تعلیم کو باقی رکھنے میں کامیاب ہوئے، ان اداروں کا فیض جاری ہوا اور لوگوں نے ان اداروں کے بقاوتحفظ پر خصوصی توجہ دی۔اس تناظر میں جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ملک میں تعلیمی بیداری کے

سلسلہ میں اہم رول مدارس ومکاتب کا نظر آتا ہے۔

مدارس ومکاتب کا فیض عام رہا ہے، ان اداروں نے بلاتفریق مذہب وملت سبھی کو فیض پہنچایا، جہاں ان سے مسلمانوں نے فیض حاصل کیا۔ برادران وطن ہندو، سکھ اور عیسائی نے بھی فیض حاصل کیا۔ آزادی کے بعد بھی ملک میں تعلیم کے لئے لوگ مولوی صاحبان ہی کے پاس جاتے تھے، اور انہیں سے تعلیم اور فیض حاصل کرتے تھے۔ یہ سلسلہ بہت حد تک آج بھی جاری ہے۔ بہت سے بڑے بوڑھے آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں جنہوں نے مدارس ومکاتب میں مولوی صاحبان سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس طرح ان کے گھروں میں آج بھی اردو پڑھنے اور لکھنے کا رواج ہے، آج بھی مدارس میں بہت سے غیر مسلم طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بہار مدرسہ بورڈ کے امتحانات میں ہر سال غیر مسلم طلباء کی تعداد ایک سو سے دوسو کے درمیان رہتی ہے۔ یہ مدارس ومکاتب خاموش خدمت کرتے ہیں جبکہ دوسرے ادارے شور وہنگامے کرتے ہیں، پھر بھی انہیں وہ کامیابی حاصل نہیں جو خدمت یہ مدارس ومکاتب انجام دیتے ہیں۔ آج شرح خواندگی بڑھانے کے لئے حکومت کی جانب سے ساکچھرتا ابھیان اور سرو شکچھا ابھیان چلایا جارہا ہے۔ یہ کام مدارس ومکاتب برسوں سے بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ آج حکومت کی جانب سے سرو شکچھا ابھیان کے تحت اسکولوں میں کھانے کا انتظام کیا جارہا ہے۔ جبکہ مدارس میں سیکڑوں سال قبل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء عام طور سے غریب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خرچ کرکے تعلیم حاصل نہیں کرسکتے، نہ تو ان کے پاس داخلے کے لئے پیسے ہیں اور نہ کھانے کے لئے۔ اسکول، کالج میں تعلیم حاصل کرنے کی سکت نہیں، تو وہ مدارس کا رخ کرتے ہیں، وہاں داخلہ فیس نہیں لی جاتی ہے، تینو وقت مفت کھانا دیا جاتا ہے۔ پہننے کے لئے کپڑے، علاج کے لئے دوا، اوڑھنے کے لئے لحاف وغیرہ یہ سب مفت دیئے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ تعلیم وتربیت کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کے منتظم کار دردر گھوم کر چندہ جمع کرکے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح یہ ادارے حکومت کے لئے معاون بھی ہیں، یہ ایک اچھا شہری بنا کر ملک کی خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں جو نیک اور صالح ہوتے ہیں، ساتھ ہی ملک کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ ملک کی شرح خواندگی میں پچھلے برسوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ عورتوں کی شرح خواندگی بہت کم تھی، 1901 کی مردم شماری کے مطابق خواتین کی تعلیم ایک فیصد سے کم تھی، 1931 میں تین فیصد تک پہنچی، 2001 میں خواتین کی شرح خواندگی 54 فیصد ہوگئی۔ اس میں مسلم خواتین بھی

شامل ہیں۔ مسلم خواتین کی شرح خواندگی بڑھانے میں ان مدارس ومکاتب کا اہم رول ہے۔ ملک میں بہت سے مدرسۃ البنات ہیں، ساتھ ہی مکاتب میں بھی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام ہے۔ ہزاروں مدارس ومکاتب لڑکیوں کی تعلیم کے لئے قائم ہیں۔ اس طرح مسلم خواتین کی شرح خواندگی بڑھانے میں ان مدارس ومکاتب کا اہم رول ہے۔

ناواقف لوگ مدارس ومکاتب کے سلسلہ میں یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں صرف قرآن اور اردو کی تعلیم دی جاتی ہے، یہ مدارس ومکاتب اور اس کی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مدارس ومکاتب کے ابتدائی درجات میں ان تمام مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے، جن کی طلبہ کو ضرورت ہے۔ ان اداروں میں اردو کے ساتھ ہندی، انگریزی، سائنس، حساب اور دیگر مضامین کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس ومکاتب میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء آج کے دور میں ان تمام مضامین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو تعلیم اسکول میں دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ان اداروں میں ٹھوس تعلیم کے مواقع بھی فراہم کرائے جاتے ہیں۔ وہاں املانویسی کا رواج آج بھی ہے، اس کی وجہ سے طلبہ میں صحیح لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ ان اداروں میں سلیٹ وتختی پر بھی لکھنے کی روایت برقرار ہے۔ اس کی وجہ سے طلبہ کی تحریک صاف اور خوشخط ہوتی ہے۔ ان اداروں میں حساب کے لئے پہاڑہ کو یاد کرانے کے لئے کھڑے ہو کر گنتی گننے کا روایتی طریقہ بھی رائج ہے۔ اس کی وجہ سے پہاڑہ انہیں زبانی یاد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مضامین کو زبانی یاد کرانے کی بھی مشق کرائی جاتی ہے، اس سے پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اس اداروں میں تلفظ پر خاص دھیان دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے زبان کا صحیح استعمال آتا ہے، یہ سب باتیں عام تعلیمی اداروں میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔

غرض مدارس ومکاتب میں طلباء کیلئے ہمہ جہت ترقی کے مواقع موجود ہیں، جب یہ ان اداروں سے تعلیم حاصل کرکے آگے بڑھتے ہیں تو ان میں پختگی ہوتی ہے اور آگے کی تعلیم میں وہ اچھی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

مدارس ومکاتب میں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ اردو زبان وادب کی تعلیم کے لئے اہم مراکز، مدارس ومکاتب ہیں، اسلامیات پر اردو زبان میں کافی سرمایہ موجود ہے یہ سب مدارس ہی کی دین ہیں۔

مدارس ومکاتب میں دین کی تعلیم دی جاتی ہے، اس میں اخلاقیات اور انسانیت کی بہترین تعلیم ہے۔ فرائض وحقوق پر خصوصی تعلیم دی جاتی ہے۔ ماں باپ کے حقوق، بھائی بہن کے

حقوق، سماج کے حقوق، ملک کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، پڑوسی کے حقوق، غرض ہر طرح کے حقوق کی انہیں واقفیت ہوتی ہے۔ ساتھ ہی گناہ اور جرائم کے سلسلہ میں بھی انہیں واقفیت ہوتی ہے۔ گناہ اور جرائم پر عذاب اور عتاب کی بھی خبر ہوتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہیں ذہن نشیں کرایا جاتا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، اگرچہ کوئی نہیں دیکھتا ہے، لیکن اللہ تو دیکھ رہا ہے، اس کی وجہ سے دل میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور اس طرح وہ برائیوں سے دور رہتے ہیں اور اخلاق سے آراستہ ہوتے ہیں۔

مدارس کے سلسلہ میں افواہ پھیلادی گئی کہ ان میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مدراس کے دروازے سبھی کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ یہاں آکر دیکھنا چاہئے۔ اساتذہ، طلباء اور منتظمین سے ملاقات کرنی چاہئے تاکہ مدارس کے سلسلہ میں واقفیت حاصل ہو، اس کے ساتھ ہماری بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہم مدارس میں لوگوں کو دعوت دیں اور جلسہ وغیرہ کے موقع پر اس میں شریک کرائیں۔ ویسے مدارس کے ذمہ داروں نے اس کام کو اکثر انجام دیا ہے۔ مدارس میں سیاسی قائدین کی اکثر حاضری ہوتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ ضرورت مند حضرات بھی مدارس کے علماء کے قریب رہے ہیں۔ ایسے حضرات مدارس کی اچھی کارکردگی کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں جبکہ کچھ میڈیا کے لوگ سستی شہرت کے لئے پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں مدارس میں حاضر ہوکر اس کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں خبر شائع کرنے کی بار بار اپیل کی جاتی ہے۔

مدارس کے طلبہ وفارغین صرف مساجد ودرس وتدریس تک محدود نہیں بلکہ ان کی خدمت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جب بھی ملک میں فتنہ اٹھا، انہوں نے سینہ سپر ہوکر ان کا مقابلہ کیا۔ سیلاب آیا، ان کی ٹیم خدمت کے لئے پہنچی، آتشزدگی ہوئی، یہ حضرات وہاں مدد لے کر پہنچے، اس طرح مختلف تنظیموں کے ذریعہ ملک میں ارضی وسماوی آفات کے وقت بلاتفریق مذہب ہر ایک کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مدارس ومکاتب ملک وملت کے لئے رحمت اور قابل فخر سرمایہ ہیں، ان اداروں میں اخلاقیات اور انسانیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح ایک اچھا اور باوقار شہری بنانے میں ان اداروں کا اہم رول ہے۔ (راشٹریہ سہارا، دہلی)

مدارس کا نظام تعلیم

مدارس عربی لفظ ہے۔ یہ مدرسہ کی جمع ہے۔ مدرسہ کے معنی ہیں، درس وتدریس اور پڑھانے لکھانے کی جگہ۔ درس وتدریس اور پڑھانے لکھانے کی جگہ کو عربی میں مدرسہ، ہندی میں ودیالیہ، پاٹھ شالہ اور انگریزی میں اسکول کہتے ہیں۔

مدرسہ کی روایت بہت قدیم ہے۔ اس کی روایت حضورﷺ کی بعثت سے شروع ہوتی ہے۔ حضورﷺ کے پیغمبر ہونے سے پہلے جہالت کا دور دورہ تھا، ملک عرب میں چند آدمی تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے تعلیم کی کمی کی وجہ سے دنیا جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

حضورﷺ کو اللہ نے نبی بنایا اور پہلی وحی اقراء سے شروع ہوئی جس کے معنی ہیں ''پڑھو'' پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے تم کو پیدا کیا۔ اس پہلی وحی نے تعلیم کا دروازہ کھول دیا۔ مذہب اسلام کے پھیلتے ہی تعلیم کی ترویج واشاعت شروع ہوئی، حضورﷺ نے خود علم طلب کرنے کی ترغیب دی اور اصحاب صفہ کی تربیت کر کے مدارس کے قیام کی روایت کو جاری کیا۔

ہندوستان میں مدارس کے قیام کی روایت مسلمانوں کے آمد سے شروع ہوتی ہے۔ البتہ اس کی نشاۃ ثانیہ دارالعلوم دیوبند کے قیام سے ہوئی۔ ۱۸۵۷ء میں شاملی کے میدان میں علماء کرام کی انگریزوں کے ساتھ جنگ ہوئی اس کی قیادت حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر علمائے کرام کر رہے تھے۔ اس جنگ میں ناکامی کے بعد حضرات علماء کرام نے محسوس کیا کہ انگریزوں کا مقابلہ اور ملک وملت کی حفاظت، مدارس ومکاتب کے قیام کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے ملک وملت کے سامنے قیام مدارس ومکاتب کی تجویز پیش کی۔ اسی تحریک کے نتیجہ میں ہزاروں مدارس ومکاتب قائم ہوئے اوران کے فارغین وتربیت یافتہ علمائے کرام نے ملک وملت کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان میں سے ایک اہم کارنامہ ملک کی آزادی ہے۔ ان حضرات نے ملک کو آزاد کرانے کے لئے جان کی قربانی دی، مال کی قربانی اور اولاد کی قربانی دی۔ اس طرح ملک کو آزاد کرانے میں پیش پیش رہے۔

نظام تعلیم تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔(۱)اساتذہ(۲)نصاب تعلیم (۳)تربیت۔نظام تعلیم کا پہلا اہم جزواساتذہ ہیں۔اساتذہ کا محنتی، شفیق، ماہر فن، باکردار، صالح اور نیک ہونا ضروری ہے۔اساتذہ سے طلبہ فیض حاصل کرتے ہیں، ان کے ہر عمل سے وہ فائدہ حاصل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، اس لئے اگر اساتذہ مندرجہ بالا صفات کے حامل ہوں گے تو طلبہ پر بھی ان کا فیض اسی طرح جاری ہوگا۔اس کے علاوہ ایک اچھے استاذ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تعلیم کو محض پیشہ نہیں سمجھتا ہو بلکہ وہ عبادت سمجھ کر طلبہ کو تعلیم دیتا ہو، ایسے اساتذہ کے فیض یافتہ شاگرد کامیاب اور مثالی ہوتے ہیں۔

مدارس کے اساتذہ عموماً صالح اور نیک ہوتے ہیں۔ اخلاق انکا شعار ہوتا ہے۔ وہ اپنے کردار سے دوسروں کو متاثر کرتے ہیں۔وہ طلبہ کو وقت گذاری کے لئے تعلیم نہیں دیتے بلکہ تعلیم کو عبادت سمجھتے ہیں۔وہ اپنے کردار کی گہری چھاپ عوام اور طلبہ کے ذہن پر چھوڑتے ہیں۔وہ خود حرام کو حرام سمجھتے ہیں۔جرائم کے قریب بھی نہیں جاتے۔وہ عام طور پر تہمت کی جگہ پر جانے سے بھی بچتے ہیں۔ بے باک اور حق گو ہوتے ہیں۔ دوسروں کی عزت کرتے ہیں۔پڑوسیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ ہر اچھے کام میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ملک وملت کے وفادار ہوتے ہیں۔ خدمت کا بھرپور جذبہ رکھتے ہیں، سیلاب ہو، آگ ہو، کوئی بھی پریشانی کی جگہ ہو، خطرات میں اپنے آپ کو ڈال کر لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔یہ سب کچھ طلبہ اپنے اساتذہ کرام سے سیکھتے ہیں اور اس طرح وہ ایک مثالی شاگرد بن کر سماج میں آتے ہیں اور وہ اپنے اخلاق، کردار اور اپنے عمل سے ہر ایک کو متاثر کرتے ہیں۔

نظام تعلیم کا دوسرا جزو نصاب تعلیم ہے۔عام طور پر مدارس کے سلسلہ میں لوگ سمجھتے ہیں کہ اس میں قرآن، حدیث اور اردو کی تعلیم دی جاتی ہے۔حالانکہ یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے، جب مسلمان دنیا کے گوشہ میں پھیل گئے تو وقتی حالات اور تقاضوں نے انہیں علم وتعلیم کے موضوع کو وسعت دینے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ انہیں نے ان علوم وفنون کی جانب توجہ کی جن کی انہیں ضرورت محسوس ہوئی۔اب حلقہ درس ومدارس صرف قرآن وحدیث کے لئے نہیں رہے بلکہ ان میں فلسفہ، تاریخ ، ریاضی، طب اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم دی جانے لگی ۔ چنانچہ ان سے جہاں قرآن، حدیث فقہ وغیرہ میں ماہر محدث، مفسر اور فقیہ پیدا ہوئے وہیں بڑے بڑے فلسفی، مورخ، طبیب اور سائنسداں پیدا ہوئے۔عبدالملک ،ابراہیم الفرازی، محمد الفرازی، جابر بن حیان، الکندی، الرازی، الفرغانی،

الفارابی ،المسعودی ،الطبری ،الزہراوی، ابن یونس، ابن اسحاق، الکرخی، البغدادی، ابن خطیب، حسن الرماح، ابن رشد، ابن بیطار وغیرہ اطباء، ماہر فلکیات، ماہر علم نجوم اور سائنسداں مدارس ہی کے فیض یافتہ ہیں۔

جہاں تک ہندوستان کے مدارس کی بات ہے تو اس کے نصاب تعلیم میں بھی درس نظامی کے مفید حصوں کو شامل کیا گیا ہے۔اس میں معقولات کا زیادہ حصہ ہے۔علم ہیئت، علم نجوم، منطق اور فلسفہ نصاب تعلیم میں شامل ہے۔اب تو مدارس کے نصاب تعلیم میں ان تمام مضامین کو شامل کیا گیا جو موجودہ دور کی ضرورت ہے۔ مدارس میں ابتدائی تعلیم بھی دی جاتی ہے جو مکتب کی تعلیم کہلاتی ہے۔اس میں تقریباً آٹھ برسوں تک جملہ علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔اردو، ہندی ،انگریزی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں، حساب، تاریخ، جغرافیہ، سماج غرض وہ جملہ مضامین کی تعلیم مکتب میں دی جاتی ہے جن کی طلبہ کو روزمرہ کی زندگی میں ضرورت ہے۔

مکتب کا نظام تعلیم نہایت ہی پر کشش ہے۔اس میں روایتی انداز پر طلبہ کو تعلیم دی جاتی ہے۔ پہاڑہ کھڑے ہو کر گنانے کا آج بھی رواج ہے۔اس سے پہاڑہ اچھی طرح یاد ہو جاتا ہے اور طلبہ کو آگے کی زندگی میں فائدہ پہنچتا ہے۔ یہاں تختی اور سلیٹ پر لکھنے کی روایت قائم ہے۔اس سے تحریر میں خوشخطی اور صفائی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں طلبہ کو رٹ کر زبانی یاد کرانے کی عادت ڈالی جاتی ہے جس سے آگے انہیں محنت کرنے کی عادت بنتی ہے۔

مکاتب کی تعلیم کے بعد مدارس کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔اب اکثر مدارس کے نصاب تعلیم میں علوم عصریہ کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔ مدارس کی منتظمین عام طور سے فضلائے مدارس ہیں ،اس لئے ان کی نظر عصری تقاضوں پر بھی ہے۔ وہ دوسروں کی مقابلہ میں زیادہ حساس اور نباض ہیں۔ان کا مقصد جامد افراد کی جماعت تیار کرنا نہیں بلکہ ان کی تعلیم کا مقصد زمانہ کو فیض پہنچانا ہے۔ اس لئے وہ اپنے طلبہ کو بھی اسی انداز پر تیار کرتے ہیں جو وقت اور زمانہ کا ساتھ دے سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء دیگر حضرات کے مقابلہ میں زیادہ متحرک اور فعال ہوتے ہیں۔ ہر موقع پر وہ ملک وملت کی ترجمانی کرتے ہیں کسی بھی معاملہ میں وہ کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

اب تو مدارس میں انگریزی، ہندی اور کمپیوٹر کی باضابطہ تعلیم شروع ہو چکی ہے۔ بہار کے مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم میں عصری مضامین پورے طور پر شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مدارس کی ڈگری کو مساوات کا درجہ حاصل ہے۔ مساوات کی تفصیل ذیل ہے:۔

تحتانیہ ...... پرائمری

وسطانیہ ...... مڈل

فوقانیہ ...... میٹرک

مولوی ...... انٹرمیڈیٹ

عالم ...... گریجویشن

فاضل ...... ایم.اے.

چونکہ مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم کو مساوات کا درجہ حاصل ہے، اس لئے ان کے فارغین کے لئے میدان زیادہ وسیع ہے۔ یہ عصری تعلیم حاصل کر کے مدارس کے علاوہ پرائمری، مڈل، ہائی اسکول، کالج، یونیورسیٹی اور دیگر سرکاری محکموں میں بحال ہوتے ہیں۔ اس طرح ان کے فارغین ہزاروں کی تعداد میں ملک کے مختلف حصوں میں خاص طور پر صوبہ بہار کے سرکاری محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ ان کا دائرہ صرف تعلیم نہیں بلکہ ہر شعبہ میں اپنی صلاحیت اور حسن کاری کی وجہ سے مقبول ہیں اور ملک وملت کی خدمت میں نمایاں رول ادا کر رہے ہیں۔

نظام تعلیم کا تیسرا اہم جزو تربیتی نظام ہے۔ چند گھنٹوں کی تعلیم سے طلبہ میں وہ بات پیدا نہیں ہوتی ہے جو وقت کا تقاضہ ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ طلبہ ہر وقت اپنے اساتذہ کی نگرانی میں رہیں اور انہیں ایسا ماحول ملے جہاں وہ ہر طرح کی فکر سے آزاد ہو کر حصول تعلیم میں مشغول رہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مدارس میں اقامتی نظام قائم ہے، یہاں طلبہ ہاسٹل میں رہتے ہیں، مدرسہ ان کی کفالت کرتا ہے، کھانا، کپڑا اور رہنے کا انتظام مدرسہ کی جانب سے کیا جاتا ہے، طلبہ اساتذہ کی نگرانی میں رہ کر تعلیمی ماحول میں زندگی گذارتے ہیں، اس طرح مل جل کر رہنے، ایک ساتھ کھانے اور ایک ساتھ رہنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس تربیت کے ذریعہ طلبہ اپنے آپ کو اچھا، نیک، صالح، خلیق، باکردار بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور مدرسہ سے تعلیم حاصل کر کے نیک اور مثالی کردار کے حامل بن کر سماج میں آتے ہیں، ان کا چہرہ نورانی، ان کے لباس میں شان وقار، ان کی چال میں میانہ روی، ان کی نگاہ میں شرم وحیا کی جھلک، ان کے قول وفعل میں یکسانیت، سراپا اخلاق، طبیعت میں عاجزی وانکساری، اللہ کے حکم کے پابند اور خشیت الٰہی سے ہر وقت فکرمند۔ جو دیکھتا ہے وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کے مدارس نے بھی قابل ذکر علماء پیدا کئے، جن کی وجہ سے دیگر ممالک میں ہندوستان کا نام روشن ہے۔

مدارس کا نظام تعلیم عام ہے اس سے ملک کے تمام باشندوں نے فائدہ حاصل کیا ہے۔اور آج بھی کر رہے ہیں۔ ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی سبھوں نے مدارس سے فیض حاصل کیا ہے۔ بڑی بڑی اہم شخصیتوں نے مدارس ومکاتب سے فیض حاصل کیا ہے۔ ہندوستان کے سب سے پہلے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرساد عربی مدرسہ کے پڑھے ہوئے تھے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔ کہ ''ایک لڑکا چوڑی کا پاجامہ، کلی دار کرتی، دوپلی ٹوپی پہن کر اور بغدادی قاعدہ لے کر مسجد کے مکتب میں پڑھنے جا رہا ہے۔ آپ پوچھیں گے کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ مولانا عبدالماجد دریا آبادی آگے اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ: ''یہ تھے صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرساد'' مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام میں آج بھی سینکڑوں افراد موجود ہیں جنہوں نے مدارس ومکاتب میں تعلیم حاصل کئے ہیں۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے امتحانات میں سینکڑوں غیر مسلم طلبہ شریک امتحان ہوتے ہیں۔ دیہاتوں میں آج بھی مدارس ومکاتب میں غیر مسلم حضرات بھی اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے ہیں۔

مدارس کا نظام تعلیم پسندیدہ ہے، اس میں انسانیت کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے اس میں اخلاق ومحبت کی تعلیم عام ہے۔ آپسی میل ومحبت، ایک دوسرے کی عزت، ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت، کسی کو تکلیف نہیں پہنچانا مدارس کے نظام کا حصہ ہے۔ اس کے باوجود غلط پروپگنڈہ کے ذریعہ مدارس کو دہشت گردی سے جوڑ دیا گیا اور اس طرح اس کے وقار کو مجروح کیا گیا ہے۔ آج بھی مدارس کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ مدارس کی تعلیمی نظام کو دیکھنا چاہئے اور اس سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔

مدارس کا پورا نظام تعلیم ہی انسانیت، اخلاق ومحبت اور حب الوطنی پر مبنی ہے۔ اس میں تعلیم دی جاتی ہے کہ:

(۱) تم بہترین امت ہو، لوگوں کے فائدہ کے لئے بھیجے گئے ہو

(۲) زمین پر فساد نہ پھیلاؤ

(۳) زمین پر اکڑ کر نہ چلو، اس لئے کہ تم زمین کو نہیں پھاڑ سکتے اور نہ پہاڑ کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

(۴) فضول خرچی سے بچو، بیشک فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔

(۵) سود نہ کھاؤ

(۶) اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا

(۷) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، بہترین مخلوق اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(۸) جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا ہے، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا ہے

(۹) وہ شخص جنت میں نہیں جائیگا جس کا پڑوسی اس کی تکلیف سے محفوظ نہ ہو

(۱۰) جو کچھ زمین پر ہے تم اس پر رحم کرو، تم پر اللہ رحم کریگا

(۱۱) وہ مومن نہیں جو آسودہ ہو اور اس کے پڑوس میں اسکا پڑوسی بھوکا ہو

(۱۲) راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔

(۱۳) وطن سے محبت ایمان ہے

(۱۴) حیا نصف ایمان ہے

مدارس اپنے تعلیمی نظام کے اعتبار سے حکومت کے دیگر تعلیمی اداروں کی طرح ہیں۔ اس طرح یہ مدارس حکومت کے مددگا ہیں۔ مدارس کا وجود و بقا اور اس کی ترقی ملک وملت کے لئے رحمت ہے۔

(بشکریہ آل انڈیا ریڈیو، پٹنہ)

مدارس کی جانب برادران وطن کا رجحان
مدارس کیلئے فال نیک

مدارس اسلامیہ ملک وملت کے لئے قابل فخر ادارے ہیں۔اس میں اخلاقیات کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔حب الوطنی کا درس دیا جاتا ہے۔قومی یکجہتی، اخلاق ومحبت اور حقوق وفرائض کی پختہ تعلیم دی جاتی ہے۔ایک مثالی شہری بنایا جاتا ہے۔اس طرح مدارس کی تعلیم ہمیشہ باعث کشش رہی ہے اور آج بھی ہے۔

ان اداروں نے نہ صرف مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا بلکہ برادران ملت نے بھی اس تعلیمی سرچشمہ سے سیرابی حاصل کی۔آزادی سے پہلے تک مدارس ومکاتب میں جہاں مسلم طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے، وہیں بڑی تعداد میں غیر مسلم طلبہ بھی اس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔اس طرح مسلم وغیر مسلم سبھی مولوی صاحب سے تعلیم حاصل کرنے کو اپنے لئے فخر کی بات سمجھتے تھے۔ڈاکٹر راجندر پرساد نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔راجہ رام موہن رائے نے مدرسہ سے استفادہ کیا۔پروفیسر سچیتا نند سنہا نے باضابطہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں فاضل تک تعلیم حاصل کی اور اسکالر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔اس طرح مدارس نے ملک میں قومی یکجہتی، میل وملاپ کا ماحول قائم کیا اور ملک کے وقار کو بلند کیا۔یہی نہیں بلکہ ملک کی آزادی میں اہم رول ادا کیا۔اس طرح مدارس، مکاتب اور خانقاہوں نے ملکی اتحاد اور قومی یکجہتی کو مضبوط کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

جب ۱۹۱۹ء میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو سرکاری تحویل میں دیدیا گیا، اور ۱۹۲۲ء میں بہار مدرسہ ایگزامینیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا تو اس کے نصاب تعلیم میں عصری مضامین کو شامل کیا گیا۔پھر ۱۹۷۸ء میں مدرسہ ایگزامینیشن بورڈ کو تحلیل کرکے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بنایا گیا تو نصاب تعلیم میں مزید عصری مضامین کو شامل کیا گیا۔بورڈ کے اسناد پر ملازمت اور اعلیٰ تعلیم کے لئے منظوری دی گئی۔اس کی وجہ سے مدارس کی تعلیم کا دائرہ مزید وسیع ہوا۔اور اس کی افادیت کو سبھوں نے محسوس کیا۔چنانچہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا نصاب تعلیم جو مدارس

ملحقہ میں رائج ہے۔ یہ نصاب تعلیم مقبول اور پسندیدہ ہے اور سبھوں کے لئے مفید ہے۔ اس نصاب تعلیم میں اسلامیات کے ساتھ عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، حساب، تاریخ وجغرافیہ اور سائنس شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہار مدرسہ بورڈ کے امتحانات میں غیر مسلم طلبہ وطالبات بھی حصہ لیتے ہیں۔ یہاں مفت تعلیم کا انتظام ہے۔ اس کی اسناد پر ملازمت ملتی ہے۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلہ ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ یہ حب الوطنی، اخلاص، قومی یکجہتی اور اعلیٰ اخلاق کا درس لیکر ایک مثالی شہری بن کر نکلتے ہیں۔ مدارس کی مذکورہ خصوصیات کی بنیاد پر غیر مسلم گارجین بھی اپنے بچے/بچیوں کو مدرسہ بھیجنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتے ہیں۔ اتنی بات تو مسلم ہے کہ مدرسہ کے طلبہ/طالبات میں وہ سماجی واخلاقی برائی نہیں پائی جاتی ہے جو دیگر تعلیمی اداروں میں دیکھے جاتے ہیں۔ چرس، بھانگ، شراب جیسی منشیات کی عادت عصری تعلیمی ادارے کے طلبہ/طالبات میں عام ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ مدارس کے طلبہ/طالبات ان برائیوں سے پاک ہیں۔ اور آج کے اس اخلاقی گراوٹ کے دور میں بھی مدارس کے طلبہ وطالبات اپنے اعلیٰ اخلاقی اقدار کے پابند ہیں۔ انہیں خوبیوں کی بنا پر برادران وطن کا رجحان بھی مدارس کی تعلیم کی طرف بڑھا ہے اور یہ اپنے بچے/بچیوں کو مدارس میں تعلیم دلانا فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ غیر مسلم طلبہ/طالبات کا مدرسہ کی تعلیم کی جانب رجحان ایک اچھی علامت ہے اور اس کی وجہ سے غیر مسلم حضرات کو بھی قریب سے مدارس کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع میسر آرہا ہے۔ موجودہ وقت میں کچھ غلط لوگوں نے مدارس کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑ کر مدارس کی وقار کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس خیال کی تردید کرنے کے لئے خود ان کے جماعت ہی کے لوگ آگے آرہے ہیں یہ مدارس کے لئے فال نیک ہے۔

(سنڈے اردو، دہلی)

باب ۔ ۲

صوبۂ بہار کے مدارس

صوبہ بہار کے مدارس

مدارس اسلامیہ کی اہمیت وضرورت ہر زمانہ میں محسوس کی گئی ہے۔ اور آج تو اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے اور ضرورت واہمیت کی پیش گوئی بہت پہلے کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندوی کی تحریر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

''ہم کو یہ صاف کہنا ہے کہ عربی کی جتنی ضرورت آج ہے، کل جب ہندوستان کی دوسری شان ہوگئی۔ اس سے بڑھ کر ان کی ضرورت ہوگئی وہ ہندوستان میں اسلام کی بنیاد کے مراکز ہوں گے۔ لوگ آج کی طرح کل بھی عہدوں اور ملازمتوں کے پھیر اور ارباب اقتدار کی چاپلوسی میں ہوں گے اور یہی دیوانے ملا آج کی طرح کل بھی ہوشیار ہوں گے اور اس لئے یہ مدرسے جہاں بھی ہوں ان کو سنبھالنا اور چلانا مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض ہے ان عربی مدرسوں کا اگر کوئی فائدہ نہیں تو کیا کم ہے کہ یہ غریب طبقوں میں مفت تعلیم کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھا کر ہمارے غریب طبقہ کچھ اونچا ہوتا ہے۔ اور اس کی اگلی نسلیں کچھ اور اونچی ہوتی ہے۔ اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔'' (معارف نومبر ۱۹۳۸ء)

مدارس اسلامیہ کی اہمیت کے سلسلہ میں علامہ اقبال کیا خوب کہا ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو اس طرح جس طرح اندلس میں مسلمان آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غیرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کوئی نقش باقی نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔ (خون بہا مصنفہ حکیم احمد سجاع)

انگریزی دور حکومت میں بقائے دین علماء کے نزدیک ایک نہایت ہی اہم مسئلہ تھا۔ اسی بقائے دین کے جذبہ سے قیام مدارس کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی مقصد کے تحت ۱۸۶۶ء میں دیوبند میں دار العلوم کا قیام عمل میں آیا۔ اس مدرسہ نے چند علماء اور فضلاء پیدا کئے۔ پھر اس کے فارغین ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔ ان علماء نے یہ محسوس کیا کہ دین کی بقاء وتحفظ کا ذریعہ یہی دینی

مدارس ہیں۔اس لئے پورے ملک میں قیام مدارس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ملک کے ہر صوبے میں مدرسے قائم ہوئے اور دینی تعلیم کا دور شروع ہوگیا۔ان مدارس میں سے بہت سے مدارس تاریخ ساز ہیں اسی طرح مدرسہ صوبہ بہار میں ''مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ'' ہے۔جو بہار کے مدارس میں ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔اس مدرسہ کو ۱۹۱۲ء میں جسٹس سید نور الہدیٰ نے اپنے باپ سید شمس الہدیٰ کے نام پر شہر عظیم آباد میں قائم کیا۔جج صاحب نے مدرسہ کی عالیشان عمارت بنائی اور جائداد یں وقف کیں۔یہ مدرسہ چلتا رہا۔یہاں تک کہ ۱۹۱۹ء میں حکومت بہار کی تحویل میں دیدیا گیا۔یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے حکومت بہار نے اس کو باقائدہ اپنی تحویل میں لے کر کام شروع کردیا۔سرکاری تحویل میں آنے کے بعد اس مدرسہ کے پرنسپل حضرت مولانا سہول احمد صاحب عثمانی بھاگلپوری بنائے گئے۔ جو اس وقت کے ایک جید عالم اور دار العلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزند تھے۔سرکاری تحویل میں جانے کے بعد اس مدرسہ نے صوبہ بہار کی تعلیم میں ایک نیا رخ پیدا کردیا۔اس مدرسہ کے لئے حکومت نے ۱۹۲۲ء میں مدرسہ اکزامینیشن بورڈ قائم کردیا۔اور بہت سے مدرسے اس سے ملحق ہوگئے۔اور پھر ملحقہ مدارس کی تعداد بڑھنے لگی اس طرح صوبہ بہار میں دو طرح کے مدرسے ہوگئے۔(۱) آزاد مدارس (۲) مدارس ملحقہ

آج بھی صوبہ بہار میں دو طرح کے مدرسے پائے جائے ہیں۔آزاد مدارس وہ ہیں جہاں درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے اور ان مدرسوں کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ملحقہ مدارس وہ ہیں جہاں بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے نصاب کے مطابق تعلیم ہوتی ہے۔اور جسے حکومت ایڈ انہانس سیلری دیا کرتی ہے۔اور اب تو حکومت پوری تنخواہ دینے لگی ہے۔ آزاد مدارس کی تعداد صوبہ بہار میں بہت کم ہے۔ان قابل ذکر اداروں کے سلسلہ میں قدر تفصیلی نوٹ درج ہے۔

(۱) آزاد مدارس میں نہایت ہی قدیم مدرسہ امدادیہ ہے۔ یہ مدرسہ دربھنگہ شہر میں ہے۔جس کا قیام ۱۳۰۰ھ میں عمل میں آیا تھا۔یہ مدرسہ ایک مثالی مدرسہ ہے، جس کو حضرت مولانا منور علی نے اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نام پر قائم کیا۔ مدرسہ نے بہت شہرت حاصل کی۔اس کے اساتذہ میں حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب، حضرت مفتی عبد الحفیظ اور مولانا مرتضی حسین صاحب چاند پوری قابل ذکر ہیں ان میں حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی کو منطق کے استاذ کی حیثیت سے اور حضرت مفتی عبد الحفیظ صاحب مفتی کی

حیثیت سے اور حضرت مولانا مرتضی حسین صاحب چاندپوری مناظر کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند بلائے گئے۔ اس کے باوجود مدرسہ ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ مدرسہ نے خوب ترقی کی بہت سے جید علماء اس سے فارغ ہوئے مگر افسوس کہ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک جاری نہیں رہ سکا۔ اور مدرسہ اقتدار کی ہوس کا شکار ہوگیا۔ اور اس کی افادیت جاتی رہی اب اراکین مدرسہ نے اس کی تجدید کی ہے۔ اور دوبارہ مدرسہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے مولانا اویس صاحب قاسمی مدرسہ امدادیہ ہی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جو دارالعلوم دیوبند کے باکمال فاضل ہیں۔

(۲) آزاد مدارس میں جامعہ رحمانی، خانقاہ مونگیر کو خاص اہمیت حاصل ہے اس مدرسہ کا قیام ۱۹۲۷ء میں حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے ہاتھوں ہوا۔ اس ادارہ نے خوب ترقی کی۔ ابھی دورہ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے مدرسہ کی شاندار عمارت ہے، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کی سرپرستی میں مدرسہ شب وروز ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ مونگیر شہر میں واقع ہے۔ اس کے اساتذہ میں سب سے اہم شخصیت حضرت مولانا شمس الحق بہاری کی ہے جو شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز تھے۔

(۳) آزاد مدارس میں سے ایک مدرسہ مدرسہ حسینہ بھی ہے۔ یہ شہر رانچی کے محلہ کڈروں میں واقع ہے۔ یہ مدرسہ ۱۳۷۱ء میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے نام پر قائم کیا گیا۔ مدرسہ کی شاندار عمارت ہے حضرت مولانا محمد ازہر صاحب اس مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ جو حضرت شیخ مدنی کے خلیفہ ہیں۔ مولانا محمد ازہر صاحب کی شخصیت صوبہ بہار میں ایک مسلم شخصیت ہے مولانا موصوف ان دنوں ناظم جمعیۃ علماء صوبہ بہار بھی ہیں اس مدرسہ میں مشکوٰۃ تک تعلیم ہوتی ہے۔

(۴) آزاد مدارس میں مدرسہ قاسمیہ اسلامیہ گیا بھی قابل ذکر ہے۔ یہ مدرسہ گیا شہر میں ہے اس کا قیام ۱۲۹۵ھ ہے۔ مدرسہ نہایت ہی قدیم ہے۔ لیکن اپنی قدامت کے باوجود خاطر خواہ ترقی نہیں کرسکا۔ مدرسہ میں ہدایہ تک تعلیم ہوتی ہے۔ ابھی اس مدرسہ میں مہتمم قاری فخر الدین صاحب فخر گیاوی ہیں۔ حضرت قاری صاحب ایک جید عالم اور باکمال بزرگ ہیں۔ آپ حضرت شیخ احمد مدنی کے خلیفہ ہیں۔ نہایت ہی خاکسار اور منکسر المزاج ہیں۔ جنہیں دیکھکر اللہ یاد آتا ہے۔ حضرت قاری صاحب اردو کے مایہ ناز شاعر بھی ہیں۔ اور فخر تخلص کرتے ہیں۔

(۵) مدرسہ تجویز القرآن جامع مسجد مونگیر بھی آزاد طور پر دینی خدمت انجام دے رہا ہے۔ یہ مدرسہ مونگیر میں ہے۔ اس کا قیام ۱۳۶۹ھ ہے۔

مدرسہ بہت ہی قدیم ہے۔ لیکن خاطر خواہ ترقی سے محروم ہے۔ مولانا سعد اللہ بہاری کی شخصیت اس مدرسہ کے لئے جان تھی۔ مولانا بخاری ایک جید عالم تھے۔ کینسر کے مرض میں ۱۹۰۸ء میں انتقال فرما گئے فی الحال مولانا حسام الدین صاحب قاسمی کی شخصیت اس مدرسہ کے لئے غنیمت ہے۔

(۶) شمالی بہار میں مدرسہ جامع العلوم مظفر پور ہے۔ یہ مدرسہ شہر کے چندوارہ میں ہے۔ یہ مدرسہ ۱۳۰۷ھ میں قائم کیا گیا۔ اس مدرسہ میں دورہ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ کی شہرت دور دراز تک ہے۔ عمارت بھی بہت اچھی ہے۔ مدرسین بھی جید علماء کرام ہیں۔ ان میں مولانا ادریس صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے صاجزادے ہیں۔ آپ ایک جید عالم اور اچھے شاعر بھی ہیں ذکاء تخلص کرتے ہیں۔ مولانا کا آبائی وطن گڑھول شریف ہے۔ جہاں حضرت مولانا بشارت کریم کا مزار ہے۔

(۷) مدرسہ بشارت العلوم بھی آزاد مدرسہ میں اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے سابق مہتمم حضرت مولانا محمد سعید صاحب ایک جید دعالم تھے۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں مدرسہ کے تعلیمی معیار کو نہایت بلند رکھا۔ رسم الخط کے دور میں بھی اس مدرسہ کا معیار تعلیم قابل ذکر ہے۔ ابھی اس کے مہتمم مولانا محمد عتیق صاحب ہیں۔ جو مولانا محمد سعید صاحب کے صاجزادے ہیں۔ یہ مدرسہ کھڑایاں پتھراں میں ہیں کھرایا پتھرا ضلع دربھنگہ کا ایک قصبہ ہے۔ جو دربھنگہ شہر سے ۱۰ ارکیلومیٹر اتر ہے ہے۔ مگر روڈ پر واقع ہے۔ اس مدرسہ کا سنہ قیام ۱۳۴۵ھ ہے۔

(۸) مدرسہ اشرف العلوم کنہواں آزاد مدارس میں سے ایک ہے، اس کی خدمات بھی قابل قدر ہے۔ اس مدرسہ نے نیپال اور ہندوستان دونوں میں اصلاحی خدمت انجام دیا ہے۔ تعلیمی معیار بہت بلند ہے۔ مدرسہ کی عمارت نہایت ہی شاندار بن رہی ہے۔ اس کے مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب ہیں۔ اس علاقہ میں مولانا موصوف کی عزت بہت زیادہ ہے۔ حضرت ناظم صاحب سے مراد ہی حضرت مولانا محمد طیب ہوتے ہیں۔ دوسرے قابل ذکر استاذ حضرت مولانا عبدالمنان صاحب قاسمی ہے۔ مولانا موصوف ایک جید عالم ہیں۔

(۹) آزاد مدرسہ کے سلسلہ میں ایک اور مدرسہ کا ذکر مناسب ہے۔ یہ مدرسہ عربیہ خزینۃ العلوم۔ یہ مدرسہ پوپری بازار میں ہے۔ پوپری بازار ضلع سیتامڑھی کا ایک مشہور بازار ہے۔ جو ضلع سیتامڑھی سے تقریباً ۱۵ ارکیلومیٹر پورب واقع ہے۔ اس کے مہتمم مولانا محمد محفوظ الرحمان

صاحب ہے جو حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب ایک جید عالم اور بزرگ شخصیت کے حامل تھے آپ ۱۹۷۵ء میں جمعیۃ علماء صوبہ ممبئی کے صدر بھی تھے مولانا مدرسہ عربیہ جامع مسجد کے استاذ بھی رہ چکے ہیں۔ ان کا مزار پوپری بازار سے متصل گاڑھا قبرستان میں ہے۔

اب ذرا ملحقہ مدارس کے جانب رخ کیجئے!

صوبہ بہار میں ملحقہ مدارس کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ یہ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق ہیں ۱۹۲۲ء میں بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا اس بورڈ کا قیام مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو سرکاری تحویل میں دینے کے بعد ہوا۔ شروع میں ارباب مدارس الحاق کو معیوب سمجھتے تھے اور مدارس کو حکومت کے اثر سے دور رکھنا ہی مناسب سمجھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ بورڈ کے قیام کے باوجود بہت کم مدرسے بہار مدرسہ بورڈ سے ملحق تھے۔ کچھ وقت گذرنے کے بعد ارباب مدارس میں وہ پختگی نہ رہی، اور مدارس کے الحاق کا سلسلہ چل پڑا۔ پھر حکومت ایڈ کی شکل میں کچھ رقم بھی دینے لگی۔ کچھ دنوں کے بعد حکومت نے ایڈا نہانس سیلری منظور کیا، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ کہ حکومت بہار نے کوٹھاری کمیشن کی سفارش پر عمل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسی پروگرام کے تحت غالباً ۱۹۶۵ء میں ارباب مدارس نے حکومت بہار سے مطالبہ کیا کہ تمام مدارس سرکاری تحویل میں دیئے جائیں۔ لیکن ارباب مدارس نے مدرسوں کو سرکاری تحویل میں دینے سے انکار کردیا۔ معاملہ ویسے ہی چلتا رہا۔ مدارس میں قلیل تنخواہ اور مدرسین کا تکلیف کا لاوا یکتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۷۹ء میں ارباب مدارس نے خود ہی مدارس کو سرکاری تحویل میں دیدیا۔ ۸۱۔۱۹۸۰ء سے ملحقہ مدارس کے اساتذہ کی پوری تنخواہ حکومت بہار کی طرف سے دی جارہی ہے۔

تنخواہ بھی محکمہ تعلیم میں منظور شدہ اسکیل شدہ کے مطابق ہے۔ دیگر سرکاری مدرسین کی طرح اساتذہ مدارس کو بھی گرانی بھتہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح اساتذہ مدارس کی تنخواہ نہایت ہی معقول ہوگئی ہے۔ ۱۹۷۹ء سے ملحقہ مدارس کے اساتذہ کی ملازمت بھی مستقل کردی گئی۔

۳۱ مارچ ۱۹۷۳ء تک بہار کے مختلف اضلاع میں ملحقہ مدارس کی کل تعداد ۲۳ تھی۔ جن کو حکومت سے ایڈ مل رہا تھا۔ ۱۹۷۳ء کے بعد یکم جنوری ۱۹۷۸ء تک ملحقہ مدارس کی مجموعی تعداد ۱۰۱۵ تھی۔ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۱ء تک تقریباً ۴۰۰ مدرسوں کا مزید الحاق ہوا ہے۔ اس طرح صوبہ بہار

میں ملحقہ مدارس کی تعداد ۱۴۰۰ ہے۔ جبکہ آزاد مدارس کی تعداد بمشکل تمام ۱۵ تک پہنچتی ہے۔

صوبہ بہار میں آزاد مدارس کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ اور طلبہ میں کسی کو ان مدارس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ان مدارس کا پورا دارو مدار عوامی چندہ ہے۔ اس لئے اساتذہ کی تنخواہ نہایت ہی قلیل ہوتی ہے۔ اوران کی ملازمت کی بھی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔ اس لئے اساتذہ آزاد مدارس سے بھاگتے ہیں۔ اور چونکہ طلبہ کیلئے کوئی مستقبل نہیں ہے۔ اسلئے طلبہ بھی اس میں داخلہ لینے سے گریز کرتے ہیں۔ ملحقہ مدارس کے نصاب تعلیم میں عربی، فارسی کے علاوہ علوم عصریہ بھی شامل ہے۔ اس طرح مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کے نصاب تعلیم کو شامل کرنے کے بعد ملحقہ مدارس کا نصاب تیار ہو جاتا ہے۔ نصاب جدید کے تحت مدارس ملحقہ کے درجات کو حکومت بہار نے علوم عصریہ کے اداروں کے مساوی قرار دیا ہے۔ ن

وسطانیہ	مساوی	مڈل
فوقانیہ	مساوی	میٹرک
مولوی	مساوی	آئی، اے
عالم	مساوی	بی، اے
فاضل	مساوی	ایم، اے

اس طرح فارغین ملحقہ مدارس کے لئے ملازمت کا میدان نہایت ہی وسیع ہو گیا ہے۔
اس مساوات کی وجہ سے اب اس کے فارغین سروس کے ہر مقابلہ میں حصہ لے سکتے ہیں۔

ملحق مدارس میں درجوں کی ترتیب اس طرح ہے۔

تحتانیہ	۴ سال
وسطانیہ	۴ سال
فوقانیہ	۲ سال
مولوی	۲ سال
عالم	۳ سال
فاضل	۲ سال
کل	۱۷

ملحقہ مدارس میں طلبہ کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے۔ اور اساتذہ کی تعداد تقریباً چھ ہزار

ہے۔مدرسین کی تنخواہ وغیرہ پر حکومت بہار تین لاکھ سے زیادہ روپیہ خرچ کرتی ہے۔ملحقہ مدارس کی اکثریت فارغین دارالعلوم دیوبند کی ہے۔ بلکہ ان ملحقہ مدارس میں سے اکثر مدارس کے بانی بھی فارغین دارالعلوم دیوبند ہی ہیں۔ان کے بغیر ملحقہ مدارس کا تعلیمی وجود ہی کالعدم ہے۔اس طرح بہار کے ملحقہ مدارس کا دارالعلوم دیوبند سے بہت گہرا تعلق ہے۔صوبہ بہار کے ملحقہ مدارس کے تفصیلی حالات کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند۔۱۹۷۸ء)

نوٹ:۔موجودہ حالت میں مدارس ملحقہ کی تعداد تقریباً ۳۵۰۰ ہے،اوراساتذہ کی تنخواہ حکومت کی جانب سے چوتھی شرح تنخواہ+۳۰۰ فیصد ڈی.اے.کی ادائیگی ڈی.ای.او.کے ذریعہ کی جارہی ہے۔فی الحال طلباء کی تعداد تقریباً بیس لاکھ،اساتذہ اور ملازمین کی تعداد تقریباً تیس ہزار سے زیادہ اوران پر ہونے والے اخراجات کروڑوں میں ہیں۔

مدارس اسلامیہ میں سائنس کی تعلیم

اسلام ایک انقلابی مذہب ہے۔اس نے انسانی معاشرہ کے ہر شعبہ میں جمود کوتوڑکر انقلاب برپا کیا۔خواہ وہ تہذیب وتمدن کا شعبہ ہو،خواہ وہ اقتصادیات،عمرانیات کا شعبہ ہو۔خواہ وہ معیشت ومعاشرت کا شعبہ ہو،خواہ وہ علوم وفنون کا شعبہ ہو۔

بعثت نبویؐ سے پہلے عرب میں تعلیم کا رواج بہت کم تھا،چند آدمی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے،مذہب اسلام کے پھیلتے ہی تعلیم کے شعبہ میں جو ترقی ہوئی،تاریخ اس پر شاہد ہے۔تعلیم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں مسلمانوں نے کارہائے نمایاں انجام نہ دیا ہو۔

مسلمانوں میں حصول علم کا ذوق وشوق ابتداء ہی سے نظر آتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے خود طلب علم کی ترغیب دلائی اور صفہ قائم کر کے مدارس وحلقہ درس کے قیام کی روایت قائم کی۔

اسلامی حکومت کے قیام کے بعد مسلمان دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل گئے۔وقتی حالات و تقاضوں نے انہیں علم وتعلیم کے موضوع کو وسعت دینے پر برانگیختہ کیا۔چنانچہ مسلمانوں نے ان جملہ علوم وفنون کی جانب توجہ کی جن کی انہیں ضرورت محسوس ہوئی۔اب حلقہ درس ومدارس صرف قرآن وحدیث کی تعلیم ہی کے لئے نہیں رہے بلکہ ان میں فلسفہ،تاریخ،ریاضی،اقلیدس،طب اور دیگر علوم وفنون کی بھی تعلیم دی جانے لگی۔چنانچہ ان سے جہاں تک قرآن،حدیث،فقہ وغیرہ علوم و فنون میں ماہر علماء،محدث،مفسر اور فقیہ پیدا ہوئے،وہیں بڑے بڑے فلسفی،مورخ،طبیب اور سائنسداں بھی پیدا ہوئے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دینی علوم اور عصری علوم کی تفریق گیارہویں صدی ہجری تک نہیں تھی۔بلکہ جملہ علوم وفنون کے لئے مراکز،مدارس یا اساتذہ کے حلقہ درس تھے، جن میں تمام علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔عصری علوم وفنون کے لئے باضابطہ ادارہ کا وجود بہت بعد میں اور وہ بھی خال خال نظر آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام کے حلقہ درس اور ان کے مدارس کے فارغین میں ہر طرح کے حضرات تھے۔محدث،مفسر،فقیہ،خطیب،مفتی،قاضی،مورخ، سائنسداں اور فلسفی۔غرض ہر طرح کے افراد اسی حلقہ درس ومدرسہ سے پیدا ہوئے۔مسلمانوں میں

عبدالملک اصمعی ، ابراہیم الفرازی، محمد الفرازی، جابر بن حیان ، الکندی، الرازی، الفرغانی، الفارابی، المسعودی، الطبری، ابوالقاسم الزہراوی، ابن یونس، ابن اسحاق، الکرخی، البغدادی، ابن خطیب، حسن الرماح، ابن رشد، ابن بیطار وغیرہ سائنسداں پیدا ہوئے۔ یہ سبھی حضرات قرآن وحدیث کے عالم بھی تھے اور علوم عصریہ کے ماہر بھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ گیارہویں صدی ہجری کے بعد علم کو دو خانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ دینی علوم اور عصری علوم۔ دینی علوم کے مراکز مدرسہ کے نام سے موسوم ہوئے اور عصری علوم کے مراکز کو اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کا نام دیا گیا۔ اس تقسیم نے مسلمانوں میں علم کی ترقی کے لئے راستہ محدود ومسدود کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں ہم ان ترقیوں سے محروم ہو گئے، جس ترقی کا مظاہرہ ہم نے فلسفہ، تاریخ، طب، سائنس اور دیگر علوم وفنون کے میدان میں کیا تھا۔ اس تقسیم کا سب سے بڑا خراب اثر یہ ہوا کہ علماء تو بہت پیدا ہوئے ، لیکن عالم سائنسداں، عالم ریاضی داں، عالم ماہر فلکیات اور عالم منجم نہیں پیدا ہوا۔ حالانکہ یہ سبھی علوم وفنون اپنی ترقی کے لئے حلقہ درس علماء اور مدارس ہی کے مرہون منت تھے۔

ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے بعد انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی۔ انگریزوں کے فتنہ کے سبب ہندوستان میں مدارس ومکاتب کے قیام پر زور دیا گیا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں ناکامی کے بعد علماء نے محسوس کیا کہ انگریز کا مقابلہ قیام مدارس ومکاتب ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ چنانچہ علماء نے مسلمانوں کے سامنے قیام مدارس ومکاتب کی تجویز پیش کی۔ اس طرح ہزاروں مدارس ومکاتب قائم ہوئے۔

ابتداء میں مدارس کا نصاب تعلیم درس نظامی کے مطابق رکھا گیا۔ پھر بہت سے حضرات نے وقتی حالات وضرورت کو محسوس کیا اور وقتی حالات وضرورت سے ہم آہنگ نصاب تعلیم پر زور دیا۔ چنانچہ دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کو بھی نصاب میں شامل کیا گیا۔

نصاب تعلیم میں عصری علوم کے شامل کرنے سے نصاب تعلیم میں تنوع پیدا ہوا اور یہ کوشش بہت حد تک کامیاب رہی۔

صوبہ بہار میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کا قیام ۱۹۱۲ء میں عمل میں آیا۔ اس مدرسہ کا نصاب تعلیم بھی ابتداء میں درس نظامی کے مطابق تھا۔ پھر اس کے نصاب تعلیم میں عصری علوم کو بھی شامل کیا گیا اور اسی نصاب تعلیم کو بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ میں نافذ کیا گیا۔ بہار مدرسہ

ایکزامینیشن بورڈ کو ترقی دے کر بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بنایا گیا، تو اس کے نصاب تعلیم میں مزید عصری علوم کو شامل کیا گیا۔ اس مخلوط نصاب تعلیم کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آیا۔ چنانچہ اس مدرسہ سے جہاں عالم پیدا ہوئے وہیں علوم عصریہ کے ماہرین بھی پیدا ہوئے۔ اس کے فارغین میں عالم بھی ہیں اور آفیسر، پروفیسر اور دانشور بھی۔ ان میں بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جن میں وقت کے چیلنج کا صحیح جواب دینے کی صلاحیت موجود ہے۔

وقت تیزی سے بدل رہا ہے۔ علم وادب کے میدان میں تیز رفتاری سے ترقی ہو رہی ہے۔ سائنس وٹکنالوجی کا تہذیب وتمدن پر تیزی سے اثر ہو رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مدارس کے طلبہ بھی دینی تعلیم کے ساتھ وقت کے تقاضہ اور حالات سے پوری طرح باخبر ہوں۔ تاکہ ان میں مدافعت کی طاقت وقوت پیدا ہو سکے۔ اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ مدارس کے نصاب تعلیم کو مزید عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے، مدارس کی اصلی ہیئت کو نقصان پہنچائے بغیر موجودہ نصاب تعلیم میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ وہ عصری تقاضوں سے مزید ہم آہنگ ہو سکے۔

مدارس کے نصاب تعلیم کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اس کے نصاب تعلیم میں سائنس کو شامل کرنا ضروری ہے۔

مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم میں صرف فوقانیہ تک سائنس سبجیکٹ کی حیثیت سے شامل ہے۔ فوقانیہ کے بعد مولوی سے فاضل تک سائنس کے مختلف مضامین کو نصاب تعلیم میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

میری رائے ہے کہ فوقانیہ کے بعد جس طرح آرٹس کے مضامین نصاب تعلیم میں شامل ہیں، اسی طرح سائنس کے مضامین کو بھی شامل کیا جائے اور فوقانیہ کے بعد نصاب تعلیم کو اس طرح مرتب کیا جائے: مولوی آرٹس، مولوی سائنس۔ عالم آرٹس، عالم سائنس اور فاضل آرٹس، فاضل سائنس۔ نصاب تعلیم کو مرتب کرتے وقت دینیات وادب کے ضروری مضامین کے ساتھ سائنس کے مختلف مضامین کو اس طرح نصاب تعلیم میں شامل کیا جائے کہ طلبہ اس کو برداشت کر سکیں۔ اور مولوی سائنس، عالم سائنس اور فاضل سائنس ہمارے نصاب تعلیم میں شامل ہو جائے گا۔

سائنس کو مدارس کے نصاب میں شامل کرتے وقت اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کہ سائنس کی تعلیم کے لئے اعلیٰ ومعیاری مدارس کا انتخاب کیا جائے۔ فی الحال ہر کمشنری میں ایک

مدرسہ کو سائنس کے لئے نامزد کیا جائے۔ سائنس کے مضامین کو مدارس کے نصاب میں شامل کرنے کے ساتھ ساتھ سائنس مدرسہ کو سائنس کے لائق بنانا ضروری ہوگا۔ سائنس پڑھانے والے اساتذہ کی ضرورت ہوگی۔ لیباریٹری کا انتظام کرنا پڑے گا۔ مدارس کے نظام کو چست ودرست بنانے کی ضرورت ہوگی۔ ان تمام کے لئے مدرسہ بورڈ کو متحرک وفعال رول ادا کرنا پڑے گا۔ اس میں مجلس منتظمہ اور عوام کے اشتراک کی بھی ضرورت ہوگی۔ تب ہی سائنس مدرسہ ایک سائنس ادارہ کی حیثیت سے اہم خدمت انجام دے سکے گا۔

مدارس میں سائنس کی تعلیم۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے کہ چشم زدں میں پورا ہو جائے، لیکن اگر اس کو پورا کرنے کا عزم کرلیا جائے، تو وہ مشکل بھی نہیں ہے۔

مجھے اس کا اقرار ہے کہ مدارس کے طلبہ کسی سے کم نہیں ہیں۔ اگر ان کے لئے مواقع فراہم کرائے جائیں تو یہ ہر میدان میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔

سائنس کے مضامین کو نصاب تعلیم میں شامل کرنے سے مجھے کچھ ایسی خوش فہمی بھی نہیں ہے کہ تمام طلبہ سائنس کے اعلیٰ معیار پر پہنچ جائیں گے۔ لیکن مجھے ایسی امید ضرور ہے کہ ان میں سے کچھ ضرور قابل قدر خدمات انجام دیں گے اور یہی ہمارے لئے قابل فخر سرمایہ ہوں گے۔ یہ عالم دین کے ساتھ سائنسداں بھی ہوں گے، اور عالم دین کے ساتھ ماہر فلکیات بھی ہوں گے اور اس طرح مدارس اسلامیہ کا وقار مزید بلند ہوگا۔ سائنس وٹکنالوجی کا استعمال صحیح ہاتھوں میں ہوگا، اس لئے ان کو کوئی غلط کام کے لئے استعمال نہیں کر سکے گا اور اس طرح پھر دنیا میں امن وسلامتی کا پیغام عام ہو سکے گا۔

(راشٹریہ سہارا، دہلی)

جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کیلئے مدارس کے اقدامات

بہار کے مدارس کے تناظر میں

مدارس ومکاتب ملک وملت کے لئے رحمت ہے۔ ان اداروں نے ملک میں اہم خدمات انجام دیئے ہیں۔ خاص طور پر تعلیم کے میدان میں ان کی خدمات قابل فخر ہے۔ مدارس ومکاتب نے بلا تفریق مذہب وملت سبھوں کو فیض پہنچایا ہے۔ مسلم، ہندو، سکھ اور عیسائی سبھوں نے ان اداروں سے فیض حاصل کیا ہے۔

ریاست بہار میں مدارس ومکاتب کا جال بچھا ہوا ہے۔ ان میں مکاتب کی کثیر تعداد ہے، یہ ہر گاؤں، ہر محلہ اور ہر شہر میں قائم ہے۔ ان میں بچے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کا انتظام بستی اور محلہ کے لوگ، مسجد کے منتظمین یا رفاہی ادارے کے افراد کرتے ہیں۔ ان مکاتب میں صباحی بھی ہیں اور مسائی بھی۔ ان میں صبح میں یا شام میں تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے۔ غریب گارجین اپنے بچوں کو اسکول میں پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو صبح یا شام کے وقت مکاتب میں پڑھنے کیلئے بھیجتے ہیں۔

مکاتب کی تعلیم سے فارغ لڑکے مدارس میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں مکتب سے اوپر کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمارے ریاست میں مدارس کی تعداد بھی بہت ہے۔ مدارس دو طرح کے ہیں۔ (۱) آزاد مدارس (۲) مدارس ملحقہ۔ آزاد مدارس وہ ہیں جہاں درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ ان میں ابتدائی درجات اور فارسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ابتدائی درجات کے نصاب تعلیم میں وہ تمام مضامین شامل ہیں جو اسکول میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان میں اردو، فارسی کے ساتھ ہندی، انگریزی، حساب، سائنس، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر طلبہ عربی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بہت سے مدارس میں عربی کے ساتھ دیگر مضامین کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ بہت سے ایسے مدارس ہیں جن میں فراغت کے بعد دیگر مضامین کی تعلیم دی جاتی

ہے۔ کچھ مدارس ایسے بھی ہیں جن میں خارج کے اوقات میں عصری علوم کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔

اہل مدارس بیدار ہیں، زمانہ پر ان کی نظر ہمیشہ رہی ہے۔ وہ وقت کے مطابق اپنے نصاب تعلیم میں تبدیلی کرتے رہتے ہیں۔ وہ اچھی چیزوں کا ہمیشہ خیر مقدم کرتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ دارالعلوم دیوبند سے ہوئی۔ اس کے قیام کے پیش نظر دین کی حفاظت اور ملک کی آزادی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس دور سے ہم آہنگ اقدامات کئے گئے۔ نصاب تعلیم ایسا مرتب کیا گیا جس کو پڑھ کر جید عالم پیدا ہوں۔ ساتھ ہی خارجی اوقات میں فن سپہ گری، اور تیر اندازی وغیرہ کی تعلیم لازم قرار دیا گیا۔ ساتھ ہی اس میں صنعت وحرفت کا شعبہ بھی قائم کیا گیا۔ خوشخطی، چرم دوزی، جلد سازی، اٹیچی سازی وغیرہ کے شعبے آج بھی جاری ہیں۔ اب تو وہاں انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعۃ الہدایہ جے پور، جامعہ سبیل السلام حیدرآباد اور اس طرح کے سینکڑوں مدارس ہیں جہاں عصری علوم وفنون کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ ہمارے صوبہ بہار میں جامعہ ابن تیمیہ چندن بارہ ضلع مشرقی چمپارن، جامعہ قاسمیہ بالا ساتھ سیتامڑھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر آزاد مدارس میں بھی اس طرح کے انتظامات کئے جارہے ہیں۔ لیکن ان مدارس کے قیام کا مقصد دین اور دینی تعلیم کا تحفظ ہے۔ اس لئے ان مدارس میں وہ تمام اقدامات کئے گئے ہیں جو ان کے مقاصد سے ہم آہنگ ہیں۔ ان مدارس کا مقصد مفتی، قاضی، جید عالم پیدا کرنا ہے۔ اس لئے وہ مدارس اسی انداز پر کام کررہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے علماء ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو دیگر اداروں کے فارغین سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوتے ہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ ان اداروں کو مضبوط کرنا چاہئے اور ابھی جتنے ادارے کام کررہے ہیں، ان کے علاوہ اور بھی آزاد مدارس کو مدارس ملحقہ وہ مدارس ہیں جو بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق ہیں، ان میں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا نصاب جاری ہے۔ ان مدارس کے نصاب تعلیم میں جدید تقاضوں کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ اور ان کے نصاب تعلیم کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اور یہ کوشش مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے سرکاری تحویل میں دینے کے بعد ہی سے شروع ہوئی۔ 1919 میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کو سرکاری تحویل میں دیا گیا۔ اسی کے ساتھ ہی اس کے نصاب تعلیم میں عصری علوم وفنون کو شامل کیا گیا اس کے نصاب تعلیم کو مولانا سید سلیمان

ندوی اور مولانا مناظر احسن گیلانی نے تیار کیا۔ جس میں دینی مضامین کے ساتھ عصری علوم میں انگریزی، معاشیات، سائنس وغیرہ مضامین شامل کئے گئے۔ یہ مدرسہ کو جدید دور سے ہم آہنگ کرنے کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس مدرسہ کے اسناد کو سرکاری ملازمت کے لئے منظور کرایا، ساتھ ہی بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ سے الحاق کرایا۔ وقت گزرتا رہا، حالات بدلتے رہے، حالات اور زمانہ کے مطابق بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے نصاب تعلیم اور اس کے اسناد کو مفید بنانے کیلئے اس کے نصاب تعلیم میں مزید عصری علوم وفنون شامل کئے گئے۔ یہاں تک کہ اس ان مدارس کے نصاب تعلیم میں اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کے مضامین شامل کئے گئے۔ اور اس طرح مدارس ملحقہ کی سٹرٹیفکیٹ اور اسناد کو مساوی بنا کر حکومت سے منظور کرایا۔ موجودہ حالات میں مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

تحتانیہ چہارم :۔(۱) دینیات (۲) ابتدائی عربی (۳) مادری زبان اردو (۴) فارسی (۵) حساب (۶) مطالعہ سماج (۷) معلومات عامہ (۸) باغبانی، خطاطی، انگریزی۔

وسطانیہ چہارم :۔(۱) دینیات (۲) عربی ادب (۳) اردو (۴) ہندی (۵) فارسی (۶) انگریزی (۷) حساب (۸) مطالعہ سماج (۹) معلومات عامہ (۱۰) جسمانی ورزش (۱۱) خطاطی، انگریزی، ابتدائی درزی گیری، کتاب بنائی، نجاری، کتاب سازی، گھریلو سائنس، نواں اور دسواں پرچہ مدرسہ میں ہوگا۔

فوقانیہ:۔ (۱) دینیات (۲) عربی ادب (۳) اردو (۴) ہندی (۵) فارسی (۶) انگریزی (۷) حساب (۸) مطالعہ سماج (۹) معلومات عامہ (۱۰) اختیاری مضمون۔

مولوی:۔(۱) دینیات (۲) عربی (۳) اردو (۴) فارسی (۵) ہندی (۶) انگریزی (۷) منطق وفلسفہ (۸) اخیاری مضمون (کوئی ایک مضمون: تاریخ، جغرافیہ، علم سیاسیات، علم سماجیات، علم معاشیات، علم نفسیات، منطق، تاریخ اسلام، سنسکرت، بنگلہ، میتھلی۔

عالم (پاس کورس):۔(۱) دینیات۔۲۰۰ (۲) عربی ادب۔۲۰۰ (۳) انگریزی (۴) ہندی (۵) اردو کمپوزیشن (۶) پٹنہ یونیورسیٹی اسٹینڈرڈ گروپ "اے" سے کوئی ایک مضمون (۶) گروپ "بی سے کوئی ایک مضمون۔

اختیاری مضمون گروپ "اے"

(۱) انگریزی (۲) اردو (۳) ہندی (۴) فارسی (۵) سنسکرت (۶) بنگالی (۷) میتھلی

اختیاری مضمون گروپ ''بی''

(۱) تاریخ (۲) جغرافیہ (۳) علم سیاسیات (۴) علم نفسیات (۵) فلسفہ (۶) سماجیات (۷) علم نحو (۸) علم معاشیات (۹) تاریخ اسلام

عالم:۔(آنرس کورس):۔(۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) عربی ادب (۵) فارسی (۶) اردو (۷) معقولات (۸) تاریخ اسلام۔

فاضل:۔کل آٹھ پرچے کسی ایک مضمون میں۔

(۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) اسلامی فقہ (۴) عربی ادب (۵) تاریخ اسلام (۶) فارسی (۷) اردو (۸) معقولات۔

اس نصاب تعلیم کو حکومت نے منظوری دی ہے اس طرح اس نصاب تعلیم کو مساوات کا درجہ حاصل ہے۔مساوات کی تفصیل اس طرح ہے۔

وسطانیہ	مساوی	مڈل
فوقانیہ	مساوی	میٹرک
مولوی	مساوی	آئی،اے
عالم	مساوی	بی،اے
فاضل	مساوی	ایم،اے

اس طرح مدارس ملحقہ کے طلبہ وفارغین کے لئے ہر طرح کے مواقع میسر ہیں۔وہ پرائمری سے یونیورسیٹی تک حسب صلاحیت داخلہ اور ڈگری حاصل کر کے بحال ہوتے ہیں۔

مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم میں سائنس کے مضامین صرف فوقانیہ تک شامل ہے اسکی وجہ سے طلبہ آگے سائنس کے مضامین میں داخلہ لینے سے قاصر رہتے ہیں۔اس لئے درجہ مولوی میں بھی سائنس کو شامل کیا جارہا ہے۔اس طرح یہ آئی.ایس سی کے مساوی ہوگا اور مدارس کے طلبہ کے لئے سائنس میں آگے تعلیم جاری رکھنے کے لئے مواقع حاصل ہوجائیں گے۔

مزید جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اقدامات کرتے ہوئے مدارس ملحقہ میں کمپیوٹر کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں کمپیوٹر کا شعبہ قائم ہے،جس سے طلبہ استفادہ کررہے ہیں۔اس کے علاوہ اور بھی مدارس میں کمپیوٹر کا انتظام کیا گیا ہے۔مولوی سائنس کے بعد مدارس ملحقہ میں مزید راستے ہموار ہوں گے اور اس طرح

کمپیوٹر کے علاوہ دیگر مضامین کے لئے بھی انتظامات کی توقع ہے۔

مدارس ملحقہ کے لئے نصاب تعلیم میں تنوع ہے۔ اس لئے اس میں ہر طرح کے مواقع موجود ہیں۔ مدارس ملحقہ کو جدید دور سے ہم آہنگ کرنے کے لئے یونیورسیٹی کا قیام ضروری تھا۔ اس کے لئے اقدامات کئے گئے اور آج مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی وجود میں آچکی ہے۔ توقع ہے کہ جلد یہ یونیورسیٹی کام کرنے لگے گی اور اس طرح مدارس ملحقہ کے طلبہ وفارغین کے لئے مزید مواقع حاصل ہوں گے۔ اور وہ ہر میدان میں اپنا وجود دیکھا سکیں گے۔

اردو زبان وادب کی ترویج واشاعت میں مدارس اسلامیہ اور مدارس ملحقہ کا اہم رول ہے۔ مدارس میں اردو میڈیم میں تعلیم دی جاتی ہے۔ اس میں زبان پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ صحیح تلفظ، صحیح املا، خوشخطی اور تذکیر وتانیث پر دھیان دیا جاتا ہے۔ اس طرح مدارس کے طلبہ وفارغین دیگر عصری اداروں کے طلبہ وفارغین سے بہتر ہوتے ہیں اور زبان وادب کو سائنٹفک بنانے میں مدارس کا اہم رول ہے۔ تفاسیر، احادیث، فقہ اور اسلامی علوم وفنون کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا مضامین میں لاکھوں کتابیں اردو زبان میں لکھ کر اہل مدارس نے اردو زبان کے علمی سرمایہ کو نہایت ہی قابل قدر بنادیا ہے۔ اردو زبان وادب سے مدارس کا گہرا رشتہ ہے۔ ان مدارس نے لاکھوں علماء، فضلا، شعراء، ادباء اور دانشور پیدا کئے، جن کے نگارشات سے اردو زبان وادب مالا مال ہے۔ دانشوروں کا تو یہ خیال ہے کہ اردو زبان وادب مدارس کی وجہ سے زندہ ہے۔

مذکورہ بالا حقائق سے واضح ہے کہ اہل مدارس نے ہر دور میں وقت کے تقاضوں کا خیال کیا ہے اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لئے وہ ہر زمانہ میں کوشش کرتے رہے ہیں اور اس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور توقع ہے کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

(سیمینار)

بہار کے مدارس ومکاتب کی جدید کاری

مدارس ومکاتب ملک وملت کے لئے رحمت ہیں۔ان اداروں نے ملک میں اہم خدمات انجام دیئے ہیں۔خاص طور پر تعلیم کے میدان میں ان کی خدمت قابل فخر ہے۔مدارس ومکاتب نے بلاتفریق مذہب وملت سبھوں کو فیض پہنچایا ہے۔مسلم، ہندو، سکھ اور عیسائی سبھوں نے ان اداروں سے فیض حاصل کیا ہے اور آج بھی ان اداروں سے فیض حاصل کررہے ہیں اور آج بھی ان اداروں سے فیض عام ہے۔مدارس ومکاتب میں تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ان اداروں میں اخلاقیات، حب الوطنی، انسانیت اور پیار ومحبت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ان اداروں میں مثالی شہری بنائے جاتے ہیں، جو ملک وملت کی قیادت کرتے ہیں۔ریاست بہار میں مدارس ومکاتب کی تعداد کثیر ہے۔یہ ہر گاؤں، ہر محلّہ اور ہر شہر میں قائم ہیں۔ان مکاتب میں بچے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ان کا انتظام بستی اور محلہ کے لوگ، مسجد کے منتظمین یا رفاہی ادارے کے افراد کرتے ہیں۔ان مکاتب میں صباحی بھی ہیں اور مسائی بھی۔ان میں صبح یا شام میں تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے۔غریب گارجین اپنے بچوں کو اسکول میں پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو صبح یا شام کے وقت مکاتب میں پڑھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔وہاں ان کے لئے تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے۔کتاب اور سلیٹ کا انتظام کیا جاتا ہے۔چٹائی اور روشنی کا نتظام کی اجاتا ہے۔جو بچے استطاعت رکھتے ہیں، وہ اپنا انتظام بھی کرتے ہیں۔ان مکاتب میں صرف غریب ہی نہیں بلکہ جو طلباء اسکول میں پڑھتے ہیں وہ بھی صبح یا شام میں ان مکاتب میں قرآن اور اردو کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔مکاتب کی تعلیم سے فارغ لڑکے مدارس میں داخل ہوتے ہیں۔وہاں مکتب سے اوپر کی تعلیم دی جاتی ہے۔ہمارے ریاست میں مدارس کی تعداد بھی بہت ہے۔مدارس دو طرح کے ہیں۔

(۱) آزاد مدارس (۲) مدارس ملحقہ۔آزاد مدارس وہ ہیں جہاں درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہیں۔ان میں ابتدائی درجات اور فارسی کی تعلیم دی جاتی ہیں۔ابتدائی درجات کے نصاب تعلیم میں وہ تمام مضامین شامل ہیں جو اسکول میں پڑھائے جاتے ہیں۔ان میں اردو، فارسی

کے ساتھ ہندی، انگریزی، حساب، سائنس، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر طلبہ عربی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بہت سے مدارس میں عربی کے ساتھ دیگر مضامین کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ بہت سے ایسے مدارس ہیں جن میں فراغت کے بعد دیگر مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کچھ مدارس ایسے بھی ہیں جن میں خارج کے اوقات میں عصری علوم کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔

مدارس ملحقہ وہ ہیں جو مدرسہ بورڈ سے ملحق ہیں۔ ان مدارس میں بورڈ کا نصاب جاری ہے۔ ان کے اساتذہ کو حکومت کی جانب سے تنخواہ دی جاتی ہے۔ ان مدارس میں اردو، فارسی، عربی واسلامیات کے علاوہ اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کے تمام مضامین شامل ہیں۔ درجہ فوقانیہ میں میٹرک کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے سائنس کو نصاب تعلیم میں شامل کیا گیا ہے۔ سائنس کو درجہ مولوی کے نصاب میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ تا کہ مولوی کی سند آئی. ایس. ی. کے مساوی ہو جائے۔ اور مدارس کے طلبہ سائنس کے میدان میں بھی آگے بڑھ سکیں۔ علم طب کا مدارس سے خاص تعلق ہے۔ عام طور پر ملک میں طبی کالج کا قیام عمل میں آیا، تو مدارس سے طب کی تعلیم کو الگ کر دیا گیا، لیکن پھر طب کو مدارس کے نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ مدھیہ پردیش مدرسہ بورڈ نے طب کو مدارس کے نصاب میں شامل کیا ہے۔ اس طرح وہاں طب میں ڈپلوما کا انتظام کیا گیا ہے۔ اب پری طب میں داخلہ بند کرنے کی بات چل رہی ہے، ایسے وقت میں اس کی سخت ضرورت ہے کہ طب کو مدارس ملحقہ کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ مدارس ملحقہ کے نصاب میں کمپیوٹر اور دیگر ٹریڈ کی تعلیم شروع کرنے کی پوری گنجائش موجود ہے۔ مسلمانوں کی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے مدارس کی تعداد کم ہے۔ ملت کو آزاد مدارس کی بھی ضرورت ہے اور مدارس ملحقہ کی بھی۔ ملت کے افراد کی ذمہ داری ہے کہ زیادہ سے زیادہ آزاد مدارس قائم کریں اور ان کو معیاری انداز پر چلائیں۔ یہ ان کا دستوری حق ہے، ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت ہے کہ مدارس ملحقہ کی تعداد بھی بڑھائی جائے۔ اور الحاق پر لگی پابندی کو ختم کیا جائے۔ تا کہ مدارس کا زیادہ سے زیادہ الحاق ہو سکے۔ پچھلی حکومت کے دور میں داخلی سلامتی پر وزراتی گروپ کی رپورٹ 2001 میں مدارس اسلامیہ کو بنیاد پرستی کی تعلیم گاہ اور عالمی دہشت گرد تنظیموں سے مربوط ''ادارے'' کہا گیا ہے۔ ساتھ ہی مدارس کو صحیح سمت پر لگانے کے لئے مدارس کے نصاب تعلیم میں اصلاح اور جدید کاری کا نسخہ بھی تجویز کیا گیا تھا۔ اور اس کو قانونی شکل دی جانے کی راہ ہموار کی جانے لگی

تھی۔وزراتی گروپ کی رپورٹ کو سیکولر قائدین اور سیکولر جماعتوں نے مسترد کر دیا۔لیکن مدارس کی جدید کاری سے ابھی بھی اہل مدارس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔اوران الفاظ کے استعمال ہوتے ہی پچھلی باتیں ذہن میں گشت کرنے لگتی ہیں۔یہ آزاد مدارس ہیں حکومت سے ان کا کوتعلق نہیں ہے۔یہ ادارے عوامی چندہ سے چلتے ہیں۔اس طرح ان اداروں کا جدید کاری کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔زیادہ سے زیادہ اس طرح کا پروگرام ملحقہ مدارس میں چلایا جا سکتا ہے۔

جہاں تک مدارس ملحقہ کی بات ہے تو اس کا نصاب تعلیم تو جدید ہے ہی، پھر بھی اس میں جدید کاری کے عمل پر غور کیا جا سکتا ہے۔لیکن جدید کاری پروگرام اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا، جب تک ان مدارس میں اصلاحی اقدامات نہ کئے جائیں۔اوراس کی ذمہ داری سبھوں پر ہے۔اساتذہ پر بھی ہے اور طلبہ پر بھی۔مجلس منتظمہ پر بھی ہے اور مدرسہ بورڈ پر بھی۔عوام اور مسلم تنظیموں پر بھی،اوراسکی سب سے بڑی ذمہ داری حکومت پر ہے۔اساتذہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مدارس میں تعلیمی ماحول پیدا کریں۔طلبہ وطلبات کی تعلیم وتربیت پر توجہ دیں۔طلبہ وطلبات کو امانت سمجھ کران کو تعلیم سے آراستہ کریں اوران کو اخلاق ومحبت کی تعلیم دیں۔انسانیت کا درس دیں اور حب الوطنی کے جذبہ کو ابھار کار مثالی شہر بنا کر پیش کریں۔مدارس کو معیاری بنائیں اوران کی شان واپس لائیں۔طلبہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ محنت سے تعلیم حاصل کریں۔وہ اخلاق سے آراستہ ہوں۔اسلامی تعلیمات پر خود عمل کریں اور دوسروں کے سامنے نمونہ بن کر جائیں۔صاحب صلاحیت بنیں، تاکہ آگے چل کر وہ ایک مثالی استاذ کی حیثیت سے ملک وملت کی خدمت کر سکیں۔مجلس منتظمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدارس،اساتذہ،طلبہ اور تعلیم پر خصوصی توجہ دے۔مدرسہ میں تعلیمی ماحول کے لئے کوشش کرے۔اساتذہ کی نگرانی کرے۔آپسی لڑائی جھگڑے سے دور رہے۔کیس ومقدمہ بازی سے ادارہ کے ماحول کو پراگندہ نہ کرے۔مدرسہ بورڈ کی ذمہ داری ہے کہ وقت پر امتحانات کا انعقاد کرائے،صاف ستھرے ماحول میں امتحان لے،اساتذہ اور طلبہ کی ضرورت کا خیال رکھے۔اپنے آفس کے ماحول کو اچھا بنائے۔مسلم ادارہ ہونے کا ثبوت پیش کرے۔سالانہ تقسیم انعامات کا جلسہ کرے۔مدارس میں تعلیمی ماحول پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔آفیسران مدارس کے معائنہ کیلئے ہر ضلع کا پروگرام بنائیں۔عوام اور مسلم تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدارس پر دھیان دیں،اپنے حلقہ کے مدارس میں تعلیمی ماحول پیدا کریں اور ادارہ کو مفید بنانے کی کوشش کریں۔حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وقت پر تنخواہ کی ادائیگی کرے۔بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ مدارس

کے اساتذہ کو کبھی چھ ماہ پر تنخواہ ملتی ہے تو کبھی دس ماہ پر۔اس کا اثر تعلیم پر پڑتا ہے۔اس لئے وقت پر تنخواہ کی ادائیگی کا اہتمام ضروری ہے۔ماہانہ تنخواہ کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے۔مدارس ملحقہ میں پینشن، گریچوئٹی اور دیگر مراعات نافذ نہیں ہیں۔حکومت کو اس پر غور کر کے نافذ کرنا چاہیئے۔تا کہ مدارس کے اساتذہ خوش دلی کے ساتھ کام کر سکیں۔جہاں یہ حکومت کی ذمہ داری ہے وہیں مسلم قائدین اور دانشوروں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان پر خصوصی توجہ دیں۔مدارس ملحقہ کی زبوں حالی کی ایک خاص وجہ مراعات سے محرومی ہے۔گذشتہ برسوں میں جو بحالی وٹریننگ میں مدارس کے لئے دس فیصد کوٹا متعین تھا۔مدارس کے طلبہ کے لئے اسکالرشپ انتظام تھا۔مدارس کے طلبہ وفارغین اس سے بھی محروم کر دیئے گئے۔تعلیمی کشش کو برقرار رکھنے کیلئے مذکورہ مراعات کو پھر سے نافذ کیا جائے۔

مدارس ملحقہ کے نصاب کو تختہ مشق بنایا گیا اور اس میں جدید سے جدید تر کی تلاش کی گئی۔لیکن تعلیم دینے والے اساتذہ کا انتظام نہیں کیا گیا۔نتیجہ یہ ہے کہ نصاب میں سب کچھ ہے۔پڑھانے والے اساتذ نہیں ہیں۔فاضل تک تعلیم ہوتی ہے۔اساتذہ درجہ مولوی تک ہیں۔درجہ عالم وفاضل کے معیار کے مطابق عہدوں کی منظوری حکومت کی جانب سے نہیں کی گئی۔اساتذہ کی کمی کی وجہ سے تعلیم پر برا اثر پڑا،نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ریاست بہار میں ایک سرکاری ادارہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ ہے اس میں اساتذہ کے عہدے اور ایک پرنسپل کا عہدہ منظور ہے۔ان عہدوں میں سے پرنسپل سمیت 20 رعہدے 1935 سے پہلے منظور ہوئے۔صرف ایک عہدہ سائنس ٹیچر کا 1952 میں منظور ہوا۔ان 20 اساتذہ میں نصف اور کبھی ایک تہائی عہدے ریٹائرمنٹ یا انتقال سے ہمیشہ خالی رہتے ہیں۔آج بھی پرنسپل سمیت 13 اساتذہ ہیں۔8 عہدے خالی ہیں۔مدارس کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام عمل میں آیا۔اب تک یونیورسیٹی ابتدائی مرحلہ میں ہے۔جب کہ اس کے ساتھ قائم ہونے والی دیگر یونیورسیٹیاں باضابطہ کام کر رہی ہیں۔یونیورسیٹی کا کام شروع بھی ہوئے تو ایک سال کا عرصہ گذر گیا لیکن عالم وفاضل معیار کے مدارس کے الحاق کی کاروائی مکمل نہیں ہو سکی۔مرکزی حکومت کی جانب سے سائنس ٹیچر کی بحالی کا اعلان کیا گیا۔مدارس کے ذمہ داروں نے سائنس ٹیچر کی بحالی کر لی۔ملک کے مختلف شہروں میں کام کرنے والے ایم۔ایس۔سی، بی ایس۔سی۔نوجوان ملازمت چھوڑ کر نوکری کی لالچ میں مدرسہ میں بحالی ہو گئے۔آج وہ در در کی ٹھوکر

کھا رہے ہیں۔ برسوں سے تنخواہ کی ادائیگی نہیں کی گئی۔ مرکزی حکومت کی جانب سے ہر مدرسہ میں تین اساتذہ کو تنخواہ دینے کا اعلان نکال کر بہت سے نوجوان کو بحال کیا۔ کئی سال ہو رہے ہیں اب تک ان کا کچھ نہیں ہو سکا۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں مدارس کی جدید کاری اس وقت تک مفید نہیں، جب تک مدارس کو معیاری بنانے کیلئے اقدامات نہ کئے جائیں۔

(قومی تنظیم، پٹنہ)

نوٹ:۔ حکومت نے اساتذہ مدارس ملحقہ کی تنخواہ ماہانہ ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے۔ ساتھ ہی مدارس کے الحاق کو جاری کر دیا ہے۔

باب ۔۳

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ۔ تاریخ کے آئینے میں

پٹنہ صوبہ بہار کی راجدھانی اور ایک قدیم علمی شہر ہے۔ اس شہر کا اشوک راج پتھ علمی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔ مگدھ مہیلا کالج، بی این کالج، پٹنہ میڈیکل کالج، خدابخش لائبریری، گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ کالج، پٹنہ یونیورسیٹی، سائنس کالج، اور انجینئرنگ کالج اسی اشوک راج پتھ پر واقع ہے۔ اسی اشوک راج پتھ پر انہیں کالجوں کے ساتھ ساتھ سائنس کالج کے ٹھیک بالمقابل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی شاندار عمارت ہے جو دیکھتے ہی اپنی قدامت کا پتہ دیتی ہے اور شان وشوکت میں کسی کالج کی عمارت معلوم ہوتی ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ علمی ودینی درسگاہ ہے جس کو الحاج جسٹس سید نور الہدیٰ، سی. ایس. آئی نے اپنے والد مسٹر شمس الہدیٰ کے نام پر قائم کیا ہے۔

بانی مدرسہ الحاج سید نور الہدیٰ ۱۹۵۴ء میں عظیم آباد کے ایک قدیم محلہ لودی کٹرہ پٹنہ سیٹی میں پیدا ہوئے۔ موصوف کی ابتدائی تعلیم مروجہ دستور کے مطابق ہوئی، فارسی کے ساتھ ساتھ ابتدائی عربی کی بھی آپ کو تعلیم دی گئی۔ آپ کو اس عہد کے مشہور صاحب فضل وکمال حضرت مولانا محمد کمالؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ مروجہ تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پٹنہ سیٹی اسکول میں ساتویں درجہ میں نام لکھا دیا گیا۔ موصوف پڑھنے میں بہت ذہین تھے، ہمیشہ امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے رہے۔ انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد انگلستان تشریف لے گئے اور کیمبرج یونیورسیٹی سے ایم. اے. وایم. ایل. کی ڈگری امتیازی طور پر حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن پٹنہ واپس آئے۔ اس ڈگری کو حاصل کرنے کا فخر مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ ہی کو حاصل ہوا۔

آپ ملازمت کرنے کے بالکل خلاف تھے۔ اس وجہ سے سول سروس کے امتحان میں شریک نہیں ہوئے اور ۱۸۸۰ء میں انگلستان سے واپس آکر کلکتہ میں بیرسٹری کی پریکٹس شروع کی۔ آپ کی قانون دانی اور سنجیدہ بیانی کا شہرہ روز بروز بڑھتا گیا، یہاں تک کہ حکومت کی نظر میں آپ کا وقار بہت بلند ہوگیا۔ حکومت نے منصف بنا کر آپ کو مظفر پور بھیج دیا۔ کئی سال تک آپ سب جج،

جوائنٹ مجسٹریٹ، ایس.ڈی.او، وغیرہ عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد حکومت نے آپ کو بنگال کے تین ضلع بوگرا، اسپنہ اور راج شاہی کا جج اور شیشن جج بنا دیا۔ آپ نہایت حسن وخوبی سے اپنا فرض انجام دیتے رہے۔

ایک مدت تک جج کے فرائض انجام دینے کے بعد ۱۹۱۱ء میں پنشن لے لی۔ اس کے بعد گورنمنٹ نے آپ کو صغریٰ وقف اسٹیٹ، بہار شریف کی کمیٹی کا صدر مقرر کیا۔ صوبہ بہار حج کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے بھی آپ نے کام کیا۔ پٹنہ یونیورسیٹی کی سنیٹ کے فیلو مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ بہت سی کمیٹیوں کے صدر تھے۔

آپ ۷رجون ۱۹۳۵ء کے آٹھ بجے رات کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

الحاج سید نور الہدیٰ ایک بڑے علم دوست اور خاندانی رئیس تھے۔ پنشن لینے کے بعد آپ نے اپنی زندگی کو قومی خدمات کے لئے وقف کر دیا۔ آپ کی قومی خدمات سب سے اہم یادگار مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہے۔ اس مدرسہ کو جج صاحب نے یکم نومبر ۱۹۱۲ء میں قائم کیا اور اپنی خاص جائیداد کو جس کی آمدنی اس وقت تقریباً ۱۵رہزار تھی، ۲۵رجنوری ۱۹۱۲ء کو وقف کر کے رجسٹری کر دیا۔ وقف نامہ میں تعلیم قرآن مجید، حدیث، تفسیر اور فقہ کو ضروری اور اہم قرار دیا ہے۔ یہ مدرسہ آٹھ برس تک جج صاحب کی آغوش تربیت میں نشو ونما پاتا رہا، چونکہ آپ نے اس کی اصلاح اور ترقی کی کفالت خود اپنے ہاتھ میں لی تھی اور اس درسگاہ کا ان کی نظر سے دور ہونا انہیں پسند نہیں تھا اس لئے انہوں نے اس کا انتظام اپنی کوٹھی میں ہی کیا۔ آٹھ برس تک مدرسہ جج صاحب کی کوٹھی میں تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا اور ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس میں تنگی محسوس کی جانے لگی اور گنجائش مشکل ہوگئی۔ عدم گنجائش کی وجہ سے ایک کثیر رقم صرف کر کے جج صاحب نے طلباء کے قیام اور تعلیم کے لئے ایک عمارت تعمیر کرائی، جو شیش محل کے نام سے مشہور ہے۔ اسی عمارت میں درس وتدریس کا کام ہوتا تھا اور اسی عمارت کو ہاسٹل کے طور پر استعمال کے گیا۔ یہ عمارت خوبصورت اور قابل دید تھی۔ مدرسہ کی ترقی و بہبودی اور جائیداد موقوفہ کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے جج صاحب نے مدرسہ کا انتظام ۱۹۱۹ء میں مسٹر فخر الدین وزیر تعلیمات بہار واڑیسہ کی ایماء پر حکومت بہار کی تحویل میں دے دیا۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حکومت کی زیر نگرانی تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ حکومت بہار واڑیسہ نے مدرسہ کے انتظام واصلاح میں دلچسپی لی اور مدرسہ کو انسپکٹر آف اسکولس پٹنہ ڈویژن، پٹنہ کے زیر نگرانی کر دیا اور مدرسہ

کی تعلیمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال کے لئے گورننگ باڈی قائم کی۔ اب تک مدرسہ گورننگ باڈی کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ گورننگ باڈی میں دس ممبران ہوتے ہیں۔ کمشنر پٹنہ ڈویژن صدر اور پرنسپل مدرسہ سکریٹری ہوتے ہیں۔

اس طرح یہ مدرسہ ۱۹۲۰ء سے مکمل طور پر حکومت کے زیر انتظام تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ صوبہ بہار میں علوم عربیہ کی واحد درس گاہ ہے جس کو براہ راست حکومت چلارہی ہے۔ اس مدرسہ میں مشرقی واسلامی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ تاریخ، جغرافیہ، حساب و اقلیدس، اردو، ہندی، انگریزی، جنرل سائنس، نفسیات اور اقتصادیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ مدرسہ ہندوستانی مدارس عربیہ میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔

ہندوستان کے تین مدرسے بالکلیہ حکومت کے زیر اہتمام ہیں، ایک مدرسہ عالیہ کلکتہ جو مرکزی حکومت اور حکومت بنگال کے مشترکہ تعاون سے چل رہا ہے۔ دوسرا مدرسہ اسلامیہ شمس الھدیٰ، پٹنہ جو پوری طرح حکومت بہار کے زیر اہتمام ہے اور تیسرا مدرسہ عالیہ رامپور، جو یو. پی حکومت کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ ان مدارس کی اہمیت نہ صرف اندرون ملک ہے بلکہ بیرون ملک خصوصاً مشرق وسطیٰ کی علمی دنیا میں ان کی بڑی وقعت ہے۔

۱۹۲۰ء میں حکومت کے زیر انتظام آنے کے بعد حضرت مولانا محمد سہول عثمانی مدرسہ اسلامیہ شمس الھدیٰ کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے، مولانا نے ۳۱ر مارچ ۱۹۲۰ء کو مدرسہ کا چارج لیا اور اسی دن سے سرکاری طور پر مدرسہ کا جدید انتظام شروع ہوگیا۔ مولانا محمد سہول دار العلوم دیوبند کے فارغ اور جید عالم تھے۔ آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا محمد سہول عثمانی کے زمانہ میں مدرسہ نے بہت زیادہ ترقی کی، طلبہ اور مدرسین میں اضافہ ہوا۔

یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے پہلے مدرسہ میں نو مدرس تھے۔ سرکاری تحویل میں آنے کے بعد پرنسپل اور کلرک کے علاوہ مزید سات مدرسین ۲۱ر جولائی تک بحال کئے گئے۔ اس طرح اس وقت مدرسین کی تعداد پرنسپل کے علاوہ سولہ ہوگئی۔ مدرسین کے علاوہ آفس کے کام کے لئے ایک کرانی اور مدرسہ کے انتظام کے اصلاح کے خیال سے ایک اسپیشل آفیسر کی بحالی ہوئی۔ مولانا محمد سہولؒ کے پرنسپل شپ کے زمانہ میں مدرسہ کا اسٹاف انیس افراد پر مشتمل تھا۔ سولہ مدرسین، ایک اسپیشل آفیسر اور ایک کرانی۔

ابتداء میں صرف اسکول کے سات درجے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں درجہ ششم کھولا گیا جو ملا کہا

جاتا تھا۔ یہ ابتدائی درجہ تھا ۱۹۲۲ء میں کالج اسٹنڈر کے دو مولوی درجے کی تعلیم شروع کی گئی اور ۱۹۲۴ء میں درجہ عالم کے دو درجے اور ۱۹۲۵ء میں فاضل کے دو درجے کھولے گئے۔ جولائی ۱۹۲۹ء میں مدرسہ کو سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز خاں بہادر مولانا محمد مبارک کریم کے دائرہ نظامت میں کردیا گیا۔ اس طرح مدرسہ ترقی کے مختلف مراحل سے گزرتا رہا، یہاں تک کہ ۱۹۵۰ء میں حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ سنسکرت اور عربی اداروں کو ایک سطح پر لایا جائے اس کے پیش نظر حکومت نے اس سلسلہ میں اقدامات کر کے دھرموسماج سنسکرت کالج مظفرپور اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو فرسٹ گریڈ کالج بنانے کے لئے ڈی پی آئی کے کنٹرول میں دیدیا۔ مدرسہ ابھی تک ڈائریکٹر آف سکنڈری ایجوکیشن کے کنٹرول میں ہے۔ حکومت کے فیصلہ کے مطابق دھرموسماج سنسکرت کالج فرسٹ گریڈ کالج بنادیا گیا مگر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ اپنی پہلی حالت پر رہا، پھر بعد میں شعبہ سینئر کے عہدہ کو بھی اپ گریڈ کردیا گیا، پرنسپل کا عہدہ Class - I اور اساتذہ کا عہدہ Class-II کردیا گیا۔ اسی اثناء ۱۹۵۵ء میں عربک اینڈ پرسین ریسرچ انسٹی چیوٹ کا قیام عمل میں آیا، اس ادارہ کے قیام کے بعد حکومت نے درجہ فاضل کو اسی کے حوالے کردیا اور مدرسہ صرف عالم تک رہ گیا، لیکن ۱۹۷۵ء میں حکومت نے مدرسہ میں فاضل حدیث کھولنے کی اجازت دے دی اور ۱۹۷۵ء سے فاضل حدیث کی تعلیم مدرسہ میں شروع ہوگئی۔ پھر ۱۹۷۹ء میں فاضل فقہ، فاضل فارسی اور اردو کی منظوری ملی اور فاضل فقہ کی تعلیم بھی مدرسہ میں شروع ہوگئی۔ اس طرح مدرسہ میں فاضل حدیث اور فاضل فقہ، فاضل فارسی اور فاضل اردو کی تعلیم ہورہی ہے۔

مدرسہ میں دو شعبے ہیں ایک جونیر سکشن اور دوسرا سینئر سکشن۔ تعلیمی مقصد کے لئے دونوں کی دو عمارتیں ہیں۔ ایک عمارت شعبہ جونیئر کے لئے ہے اور دوسری عمارت شعبہ سینئر کے لئے، چونکہ عربک اینڈ پرسین ریسرچ انسٹی چیوٹ کے پاس اپنی کوئی عمارت نہیں ہے اس لئے عارضی طور پر حکومت نے شعبہ جونیئر کی عمارت کی بالائی منزل کو عربک اینڈ پرسین ریسرچ انسٹی چیوٹ کو دے دیا ہے۔ مدرسہ کے دونوں شعبے ایک پرنسپل کے زیر اختیار ہیں، شعبہ جونیئر میں ایک انچارج ہوتے ہیں جو انتظامی امور میں پرنسپل کی مدد کرتے ہیں۔ پہلے سولہ مدرسین تھے۔ تعلیمی ضرورت کے پیش نظر مدرسین میں اضافہ کیا گیا اس طرح ابھی اساتذہ کی تعداد بشمول پرنسپل اکیس ہے اور آفس کے کام کے لئے ایک کرانی ہے، اس طرح ابھی مدرسہ میں اسٹاف بائیس ہیں۔ بارہ اساتذہ شعبہ جونیئر کے لئے اور آٹھ اساتذہ شعبہ سنیئر کے لئے، ایک پرنسپل دونوں شعبوں کیلئے اور

ایک کرانی آفس کے انتظام کے لئے ہے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل کا ایک مقام ہوتا ہے۔اس عہدہ پر بڑی بڑی شخصیتیں فائز رہی ہیں۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں طلبہ کی تعلیمی ترقی کے لئے مواقع موجود ہیں۔اس میں کامن روم ہیں، جس میں اخبار، میگزین اور رسائل آتے ہیں، جس سے طلبہ استفادہ کرتے ہیں۔

اس مدرسہ میں طلبہ کو پیشہ وارانہ کورس سے جوڑنے کے لئے کمپیوٹر کا انتظام کیا گیا ہے۔اس سے طلبہ کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

طلبہ کے مطالعہ کے لئے ریڈنگ روم، کامن روم سے الگ ہے۔اس میں فراغت کے ساتھ مطالعہ کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے طلبہ دیر رات تک کمرہ کے ماحول سے الگ ہوکر پڑھتے ہیں۔ طلبہ کی ہمہ جہت ترقی کے لئے جمعیۃ الطلبہ ہے جس میں تحریر وتقریر کے مشق کا انتظام ہے،اس سے طلبہ میں تحریر وتقریر کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ مدرسہ میں طلبہ کے قیام کے لئے ہاسٹل ہے۔ ہاسٹل کی پانچ عمارتیں ہیں۔سب سے بڑی عمارت شیش محل کے نام سے موسوم ہے۔ موجودہ حالت میں ہاسٹل میں تقریباً دوسو طلبہ کے قیام کا انتظام ہے۔ہاسٹل میں طلبہ کی نگرانی کے لئے ایک ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ اور ایک اسسٹنٹ ہاسٹل سپرنٹنڈینٹ ہوتے ہیں۔ بانی مدرسہ نے طلبہ کے کھانے کے نظم کے لئے ایک جائیداد بھی وقف کی تھی، جس میں ایک سو سے زیادہ طلبہ کو مفت کھانا دیا جاتا تھا،اس کے علاوہ ایک امدادی فنڈ بھی تھا، جس میں شہر کے معززین امداد دیا کرتے تھے۔جس سے ۱۲۵ر طلبہ کے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا، لیکن اب یہ بند ہو چکا ہے۔

مدرسہ میں ایک کتب خانہ بھی ہے۔جس میں بہت سی نایات کتابیں ہیں۔کتب خانہ میں اس وقت کتابوں کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے۔اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ کتب خانہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔کتب خانہ کے لئے ایک الگ عمارت ہے۔

۱۹۲۲ء سے قبل بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کے قیام سے پہلے امتحان کا باضابطہ انتظام نہیں تھا۔ اس لئے گورنمنٹ نے مدرسہ کے امتحان کے سلسلہ میں سپرنٹنڈنٹ تعلیمات بہار و اڑیسہ، جوائنٹ سکریٹری گورننگ باڈی اور پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو ذمہ دار بنایا اور اس طرح ۱۲ر ممتحن مقرر کئے گئے، جن میں مدرسہ کے چھ اساتذہ ممتحن بنائے گئے اور باقی چھ افراد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرسہ سے، بانکی پور کالجوں کے پروفیسران اور سپرنٹنڈنٹ اسلامی تعلیم بہار واڑیسہ سے بنائے گئے۔ امتحان تو لے لیا گیا لیکن باضابطہ بورڈ کی شدید ضرورت محسوس کی جانے لگی۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے سرکاری تحویل میں آنے کے بعد اور بھی مدرسے سرکاری تحویل میں آگئے اور اس طرح مدرسوں کے الحاق اور امتحان سے متعلق تمام امور کی انجام دہی کے لئے بانی مدرسہ کی کوشش سے بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا جو ۱۶ ارارکین پر مشتمل تھا۔ اس بورڈ کے سب سے پہلے صدر الحاج جسٹس سید نور الہدیٰ بانی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اور سکریٹری ڈاکٹر عظیم الدین مقرر ہوئے۔

مدرسہ اکزامینیشن بورڈ نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی عمارت میں اپنا کام شروع کیا اور ایک عرصہ تک مدرسہ ہی کی عمارت میں مدرسہ بورڈ کا کام چلتا رہا۔ مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کے کام کے بڑھ جانے کی وجہ سے اس کو مدرسہ کی عمارت سے الگ کردیا گیا، اور اس کا دفتر بندر باغیچہ میں بنایا گیا، پھر اس کے بعد رمنہ روڈ، عالم گنج، شری کرشنا پوری میں بنایا گیا، موجودہ حالت میں مدرسہ بورڈ کا دفتر دیا پتی مارگ میں ہے۔

الحاج جسٹس سید نور الہدیٰ بانی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی کوشش سے ۱۹۲۶ء میں حکومت بہار نے مدرسہ بورڈ کی ڈگری حاصل کرنے والوں کو درج ذیل عہدوں کے لئے انتخاب میں شرکت کرنے کے اہل قرار دیئے جانے کا اعلان کیا تھا:۔ مولوی پاس مندرجہ ذیل جگہوں کے لائق سمجھے جائیں گے :(۱) جونیئر مدرسہ میں مدرس اول کی جگہ (۲) انسپکٹنگ مولوی کی جگہ (۳) مولوی ٹریننگ اسکول اور ہائی انگلش اسکول میں ہیڈ مولوی کی جگہ (۴) عربی درس وتدریس کے چند سال تجربہ کے بعد 'ملا' کورس پڑھانے کی جگہ۔ اور عالم پاس علاوہ مذکورۃ الصدر عہدوں کے مندرجہ ذیل جگہوں کے لائق سمجھے جائیں گے: (۱) ملا کورس پڑھانے کی جگہ اور چند سال کے تجربہ کے بعد مولوی کورس پڑھانے کی جگہ (۲) نکاح کے رجسٹرار کی جگہ بشرطیکہ ایسی جگہ صوبہ میں ہو۔ فاضل پاس شدہ علاوہ مذکورہ عہدوں کے مندرجہ ذیل عہدوں کے لائق سمجھے جائیں گے :۔

(۱) مولوی اور عالم کورس پڑھانے کی جگہ اور چند سال کے تجربہ کے بعد فاضل کورس پڑھانے کی جگہ (۲) انگریزی کالجوں میں لیکچرر کی جگہ۔

شعبہ تعلیم کے تقرری کے لحاظ سے مولوی، عالم اور فاضل پاس میٹرک، آئی اے اور بی اے کے برابر سمجھے جائیں گے مگر انہیں عہدوں کے لائق سمجھے جائیں گے جو ان کے علوم وفنون کے مناسب ہوں۔

پٹنہ یونیورسیٹی میں مولوی امتحان پاس شدہ طلبہ کو صرف انگلش میں میٹریکولیشن امتحان

دینے کا حق دیا گیا اور اسی طرح عالم پاس کو بھی بی اے امتحان میں صرف انگریزی میں امتحان دینے کا حق دیا گیا۔ سکریٹریٹ میں نومبر کے مہینہ میں کلرکوں کے بحالی کیلئے جو امتحان تقابل ہوا کرتا ہے اس میں مولوی اور عالم پاس شدہ طلبہ کو بھی شریک ہونے کا حق دیا گیا ہے اور ٹائپسٹ کی جگہ کے لئے بھی وہ لائق سمجھے جائیں گے۔ مولوی اور عالم جو صرف انگریزی میں میٹرک یا آئی اے کا امتحان پاس کریں گے وہ ان عہدوں کیلئے منتخب کئے جاسکتے ہیں۔ جوائنٹ جج، لوکل سیلف گورنمنٹ، محکمہ پبلک ورکس اور اور جو شعبہ تعلیم کے ماتحت ہیں نیز ڈائریکٹرز زراعت اور صنعت وحرفت اور رجسٹری کے انسپکٹر جنرل اور محکمہ فلاح جانوران کے ڈائریکٹر آفسوں کے لئے یہ لوگ منتخب ہوسکتے ہیں۔ مطبع اور فارم کے محکمہ میں بھی مولوی اور عالم پاس جگہ پانے کے لائق ہیں۔

ان حقوں پر عمل درآمد بھی شروع ہوگیا، چنانچہ اس سال مدرسہ کے بعض طلبہ عالم پاس کو انسپکٹنگ مولوی کی جگہ مل چکی ہے اور صرف انگلش میں میٹریکولیشن امتحان میں شرکت کی اجازت بھی مولوی سید محمد ابراہیم صاحب ساکن چھپرہ کو مل چکی ہے۔ جنہوں نے اس مدرسہ سے اس سال مولوی پاس کیا ہے۔ (پرنسپل رپورٹ ۲۵۔۱۹۲۴)

لیکن ان تمام مراعات پر خاطر خواہ عمل بھی نہ ہوسکا کہ ۱۹۷۰ء میں محکمہ تعلیمات کی طرف سے یہ سرکلر جاری کردیا گیا کہ فارغین خواہ مولوی ہوں یا فاضل تمام صرف میٹرک کے مساوی تسلیم کئے جائیں گے۔ اسی کے نتیجہ میں ۱۹۷۰ء میں آل بہار مدرسہ اسٹوڈنٹس یونین کا قیام عمل میں آیا اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے فعال اور ہوشمند طلبہ نے اس کی قیادت کو سنبھالا اور اپنے مستقبل کی راہوں کو ہموار کرنے اور حاصل شدہ حقوق کی بازیافت کیلئے کوشش شروع کی، چنانچہ یونین نے ڈگریوں کے مساوات کے لئے ایک میمورنڈم پیش کیا، اس میں مدرسہ کی ڈگریوں کو حسب ذیل طریقوں پر اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کی ڈگریوں کے مساوی قرار دینے کا مطالبہ کیا:۔

(۱) وسطانیہ	مڈل
(۲) فوقانیہ	میٹرک
(۳) مولوی	آئی۔اے
(۴) عالم	بی۔اے
(۵) فاضل	ایم۔اے
(۶) کامل	پی۔ایچ۔ڈی

آخر یونین کی کوشش سے ۹/افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے چیئرمین جناب شمائل نبی ایم.ایل.اے مقرر کئے گئے۔اس کمیٹی نے جدید نصاب کا خاکہ ۳۱/جولائی ۱۹۷۶ء کو پیش کیا، جس کا مسودہ ممبران وارا کین یونین اور اساتذہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے تیار کیا اور پھر اس مسودہ پر بہار کے جید علماء اور ارباب مدارس سے مشورہ کے بعد اس مسودہ کو آخری شکل دی گئی، یونین کے اراکین نے کافی محنت کی۔ آخر حکومت نے اس مجوزہ نصاب کو منظور کرلیا اور ۱۹۷۸ء میں گزٹ کے ذریعہ اسے منظور اور تمام مدارس ملحقہ میں اس کے نفاذ کا اعلان کردیا گیا۔ اس نئے نصاب کے مطابق عالم، مولوی، فوقانیہ اور وسطانیہ کو بالترتیب بی.اے، آئی.اے، میٹرک اور مڈل کے مساوی قرار دیا گیا اور فاضل کو بھی کارمک وبھاگ نے نوٹیفکیشن کے ذریعہ منظوری دیدی۔ اس پر عمل ہوتا رہا لیکن ۲۰۰۸ء میں پھر حکومت کی جانب سے عالم اور فاضل کی ڈگری پر سوالیہ نشان لگادیا گیا۔ آل بہار مدرسہ اسٹوڈنٹس یونین اور بہار اسٹیٹ مدرسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی تحریک کے نتیجہ میں پھر اس کی مساوات کو کیبنیٹ کے ذریعہ بحال کردیا گیا۔اس طرح اب عالم کے ساتھ فاضل کی ڈگری بھی بی.اے اور ایم.اے کے مساوی ہے۔

فارسی وعربی یونیورسیٹی کی تحریک بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی سے چلی۔ اس تحریک میں بہار مدرسہ اولڈ بوائز نے سرگرم حصہ لیا، اس تنظیم میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے فارغین سرگرم عمل رہے۔ اس طرح ان دونوں تنظیموں کے لئے مرکز مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی ہے۔ ان تنظیموں ہی کی عملی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ حکومت نے مدارس اسلامیہ کی تعلیم وترقی کیلئے عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام کا اعلان کیا، جس کا نام مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی ہے۔ اس یونیورسیٹی نے کام کرنا شروع کردیا ہے ۲۰۰۹ء سے عالم وفاضل کے امتحانات اسی یونیورسیٹی کے ذریعہ لئے جائیں گے۔ یہ یونیورسیٹی مدارس ملحقہ اور عربی وفارسی کی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اس طرح اس یونیورسیٹی کو مدارس ملحقہ اور عربی وفارسی کی ترقی وفروغ پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

ابتدا میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے نصاب تعلیم میں علم طب کو بھی شامل کیا گیا تھا اور ۱۹۲۳ء میں مولانا حکیم عبدالقیوم صاحب کو طبیب کی حیثیت سے بحال کیا گیا۔ یہی ابتدائی کوشش ایک مستقل طبی کالج کے قیام کے لئے داغ بیل ہے، کوشش جاری رہی اور گورنمنٹ طبی کالج کا باضابطہ قیام عمل میں آگیا، اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ سے طب کی تعلیم ختم کردی گئی اور

مدرسہ کے لائبریری کی تمام طب کی کتابیں طبی کالج کو دیدی گئیں۔اس طرح مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا گورنمنٹ طبی کالج سے بہت ہی گہرا رشتہ ہے۔

ابتداء میں اس مدرسہ میں درس نظامیہ کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی ۱۹۲۲ء میں بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کے قیام کے بعد بورڈ کا منظور شدہ نصاب جاری کیا گیا جو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی کا نصاب تعلیم تھا۔اس نصاب تعلیم کو مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور اس وقت کے بڑے بڑے علماء نے تیار کیا تھا۔نصاب تعلیم میں ترمیم کی غرض سے ۱۹۳۰ء میں حکومت نے ایک کمیٹی مقرر کی، پھر ۱۹۲۴ء اور ۱۹۳۶ء میں نصاب کی تشکیل جدید کی گئی۔اس نصاب کا خاکہ بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں تیار کیا گیا یہی نصاب تعلیم ۱۹۷۷ء تک جاری رہا۔اس کے مطابق پوری تعلیمی مدت ۱۵ر سال تھی۔جونیئر سیکشن کیلئے نو سال اور سینئر سیکشن کے لئے ۶ر سال کی مدت تھی۔جس کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) تحتانیہ	۳ر سال
(۲) وسطانیہ	۴ر سال
(۳) فوقانیہ	۲ر سال
(۴) مولوی	۲ر سال
(۵) عالم	۲ر سال
(۶) فاضل	۲ر سال

اور نصاب تعلیم کا خاکہ حسب ذیل ہے:

تحتانیہ :ابتدائی تعلیم کے ۳ر سال۔قرآن مجید مکمل (ناظرہ) اردو، نماز وضو کے عملی مسائل، حساب، فارسی کی ابتداء

وسطانیہ:۴ر سال۔ترجمہ قرآن مجید، فقہ، عربی ادب مع صرف نحو، انشاء، فارسی، اردو، انگریزی، حساب، جغرافیہ، تاریخ اسلام، تاریخ ہند اور ابتدائی منطق

وسطانیہ سال چہارم بورڈ کا امتحان

فوقانیہ:۲ر سال۔ترجمہ قرآن مجید، حدیث، فقہ، عقائد، نحو وصرف، ادب عربی وانشاء، منطق وفلسفہ، تاریخ اسلام، تاریخ ہند، جغرافیہ، حساب، انگریزی، فارسی اور اردو

سال ثانی بورڈ کا امتحان

مولوی: ۲رسال۔ترجمہ قرآن مجید، مشکوۃ، شرح وقایہ اول، ہدایہ ثانی، اصول الشاشی، شرح فقہ اکبر، سراجی، حماسہ، متنبی، مقامات حریری، تلخیص المفتاح، عروض وبلاغت، قطبی، ہدایہ سعیدیہ، انگریزی، فارسی، اردو

سال ثانی بورڈ کا امتحان

عالم :۲رسال۔جلالین شریف، بیضاوی شریف، ترمذی شریف، ہدایہ آخرین، نورالانوار، معالم اصول الدین (رازی) حماسہ، سبع معلقہ، مختصرالمعانی، شرح حدایت حکمت، (خیرآبادی) تصریح، انگریزی (میٹرک کورس) فارسی یا اردو، ابتدائی سائنس، معاشیات، جدید منطق، استقرانی، جدید مسائل فلسفہ ونفسیات۔

سال ثانی بورڈ امتحان

فاضل:۔۲رسال۔ فاضل کے لئے دوسال رکھے گئے جس میں صرف ایک مضمون پڑھایا جاتا تھا۔۸رمضامین میں فاضل کی تعلیم ہوتی تھی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، معقولات، ادب عربی، ادب فارسی، ادب اردو، تاریخ۔

لیکن ۱۹۷۸ء میں حکومت بہار نے ملحقہ مدارس کے لئے نصاب جدید جاری کیا۔اس کے مطابق پوری تعلیمی مدت ۱۷رسال ہوگئی۔ جدید نصاب کے مطابق جونیئر سیکشن کی تعلیمی مدت ۱۰رسال اور سینئر سیکشن کی تعلیمی مدت سات سال ہے۔

شعبہ جونیئر:

(۱) تحتانیہ	۴رسال
(۲) وسطانیہ	۴رسال
(۳) فوقانیہ	۲رسال

شعبہ سنیئر:

(۱) مولوی	۲رسال
(۲) عالم	۳رسال
(۳) فاضل	۲رسال

نصاب تعلیم کا خلاصہ درج ذیل ہے:

تحتانیہ چہارم: کل ۹ پرچے (۸۰۰رنمبرات)

مضامین:۔(۱) دینیات (۲) ابتدائی عربی (۳) مادری زبان اردو (۴) فارسی (۵) حساب (۶) مطالعہ سماج (۷) معلومات عامہ (۸) ورزش (۹) باغبانی، خطاطی، انگریزی۔

وسطانیہ چہارم:۔ دینیات، عربی ادب، نحو وصرف، اردو، ہندی، فارسی، انگریزی، حساب، مطالعہ سماج، معلومات عامہ، جسمانی ورزش، خطاطی انگریزی، ابتدائی درزی گیری، کتائی بنائی، نجاری، کتاب سازی، گھریلو سائنس۔ نواں اور دسواں پرچے کا امتحان مدرسہ ہی میں ہوگا۔

فوقانیہ:۔ مضامین

دینیات، عربی ادب، اردو، ہندی، فارسی، انگریزی، حساب، مطالعہ سماج، تاریخ، جغرافیہ، معلومات عامہ، اختیاری مضمون۔

مولوی: دینیات، عربی، اردو، ہندی، فارسی، انگریزی، منطق وفلسفہ، اختیاری مضمون (کوئی ایک مضمون) تاریخ، جغرافیہ، علم سیاسیات، علم سماجیات، علم معاشیات، منطق، تاریخ اسلام، سنسکرت، بنگلا، میتھلی۔

عالم پاس کورس: دینیات، عربی ادب، انگریزی، ہندی اردو کمپوزیشن، پٹنہ یونیورسیٹی اسٹڈیز کے گروپ اے سے کوئی ایک مضمون، گروپ بی سے کوئی ایک مضمون۔

اختیاری مضمون گروپ اے:۔ انگریزی، اردو، ہندی، فارسی، سنسکرت، میتھلی، بنگلا۔

اختیاری مضمون گروپ بی:۔ تاریخ، جغرافیہ، علم سیاسیات، علم نفسیات، فلسفہ، سماجیات، علم نجوم، علم معاشیات، تاریخ اسلام

آنرز کورس:۔ تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادب، فارسی، اردو، معقولات، تاریخ اسلام،

فاضل:۔ (کل آٹھ پرچے میں سے کوئی ایک مضمون) تفسیر، حدیث، اسلامی فقہ واصول فقہ، عربی ادب، تاریخ اسلام، فارسی، اردو، معقولات

اس طرح صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ کا ایک مستقل اور مضبوط نظام ہے۔ ایسا مضبوط نظام دیگر صوبوں میں نہیں ہے۔ بہار مدرسہ بورڈ کے طرز پر اب دیگر صوبوں میں مدرسہ بورڈ قائم کئے جا رہے ہیں۔ صوبہ بہار کامیاب تجربہ کی روشنی میں اب مرکزی مدرسہ بورڈ کا قیام بھی عمل میں آرہا ہے۔ بہار مدرسہ بورڈ کی سند اور ڈگری کو مساوات کا درجہ حاصل ہے۔ یہ مساوات داخلہ میں بھی ہے اور بحالی میں بھی۔ اس سے فارغین کو ہمہ جہت مواقع حاصل ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی مرہون منت ہے۔

مدرسہ کے طلبہ بہت سے امتحانات میں شریک ہوتے ہیں اور نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ بہت سے فارغین بی. پی. ایس. سی. کے امتحانات میں شرکت کی اور کامیابی حاصل کر کے قابل قدر عہدے پر فائز ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا ایک اپنا مزاج ہے معتدل، تشدد سے دور، مدرسہ کے ماحول سے یہی مزاج بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسہ کے فارغین معتدل مزاج لے کر نکلتے ہیں۔ ذاتی رجحان کسی خاص مکتب فکر کی طرف رکھتے ہوں مگر تشدد سے بہرحال گریزاں رہتے ہیں وہ اپنے نام کے ساتھ شمسی لکھتے ہیں اور شمسی اسی مزاج پر دال ہے۔

سہولیات (Facilities)

(۱) کشادہ احاطہ

(۲) ہاسٹل:۔ (i) جسٹس نور الہدیٰ ہاسٹل (ii) ندوی ہاسٹل (iii) عثمانی ہاسٹل (iv) قاسمی ہاسٹل (v) شمسی ہاسٹل (vi) قادری ہاسٹل (vii) ایچ شمسی ہاسٹل

(۳) لائبریری (۴) کامن روم (۵) اسٹاف روم (۶) ریڈنگ روم

(۷) کانفرنس ہال (۸) مسجد (۹) کھیل کا میدان

پرنسپل اساتذہ واسٹاف (Faculties and Office Staff)

(۱) مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی (پرنسپل)

اساتذہ شعبہ سینئر:۔

(۲) مولانا محمد قاسم صاحب

(۳) مولانا خواجہ عبدالباری صاحب

(۴) مولانا مشہود احمد ندوی صاحب

(۵) مولانا آفتاب عالم صاحب

(۶) مولانا محمد کلیم اختر صاحب

اساتذہ شعبہ جونیر:۔

(۱) مولانا محمد علاء الدین صاحب

(۲) مولانا محمد ظفر صادق صاحب

(۳) مولانا محمد سعید احمد صاحب

(۴) مولانا محمد اسلم حسین صاحب

(۵) مولانا محمد اکرم حسین صاحب

(۶) ماسٹر محمد عابد حسین صاحب

آفس سٹاف:۔

(۱) محمد خورشید عالم (۲) محمد شمیم اختر (۳) محمد ظہور (۴) محمد شمیم (۵) محمد شمیم

(۶) محمد سراج الدین (۷) محمد سعید الحق (۸) محمد سلطان (۹) جوگیندر رام

(۱۰) راما شیش (۱۱) اشوک

ے خدا آباد رکھے اس چمن کو۔

(ویب سائٹ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ۲۰۰۶ء، پٹنہ وقومی تنظیم مدارس نمبر)

نوٹ:۔(۱) مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی ۳۰ را کتوبر ۲۰۱۱ء کو پرنسپل کے عہدہ سے سبکدوش ہوگئے۔ فی الحال مولانا محمد قاسم صاحب مدرسہ کے پرنسپل ہیں۔

(۲) اساتذہ میں ماسٹر محمد عابد صاحب سبکدوش ہو چکے ہیں۔

(۳) فی الحال عالم اور فاضل کا نصاب تعلیم مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے مطابق جاری ہے اور ان دونوں کے امتحانات بھی یونیورسیٹی کے ذریعہ منعقد کرائے جاتے ہیں۔

(۴) بانی مدرسہ نے اپنی جائیداد کو گورنمنٹ کے حوالہ کیا، اس کے سالانہ معاوضہ کی رقم اس وقت کے مطابق پانچ ہزار روپے تھی، جو گورنمنٹ کی ذریعہ دی جاتی تھی، اس سے غریب طلبہ کے جاگیر کا انتظام کیا جاتا تھا، سالانہ معاوضہ جو ۱۹۲۰ء میں متعین ہوا تھا، وہی چلتا رہا اس کو Revised نہیں کرایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل رقم ہونے کی وجہ سے طلبہ کے کھانے کا انتظام مشکل ہوگیا تو اس کو وظیفہ کی شکل میں دیا جانے لگا۔ تقریباً ۱۹۷۱ء کے بعد سے اس سالانہ معاوضہ کو بھی وصول نہیں کیا گیا۔ میں نے پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد اس جانب توجہ دیا تو تقریباً ۱۹۹۵ء تک کی رقم حکومت کی جانب سے ادا کی گئی، جو رقم بہت ہی قلیل تھی۔ اس کو شعبہ حفظ کے طلبہ کو وظیفہ کی شکل میں دیا گیا۔ کوشش کے باوجود سالانہ معاوضہ کی شرح کو Revised کرانے میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ اگر اس کو Revised کرادیا جائے تو پھر سے مدرسہ کے طلباء کے لئے وظیفہ طعام کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔

پٹنہ شہر میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی تین قطعہ اراضی ہیں۔ایک وہ زمین ہے، جس پر شعبہ سینیر واقع ہے، دوسری وہ زمین جس پر شعبہ جونیر واقع ہے اور تیسری وہ زمین ہے جس پر غاصبانہ قبضہ ہوگیا ہے۔یہ زمین تقریباً ۶/ ایکڑ ہے۔یہ باری پتھ پر مشہور معالج ڈاکٹر سی. کے. نارائن کے مکان کے مشرق میں واقع ہے۔جو ابھی نیا گاؤں کے نام سے مشہور ہے۔اس قطعہ اراضی پر غاصبانہ قبضہ ہٹانے کے لئے گورنمنٹ باڈی کی میٹنگ میں ہمیشہ تجویز منظور کی گئی۔مختلف واقف کار حضرات کی اطلاع کے مطابق اس سلسلہ میں مدرسہ کے حق میں کورٹ کا فیصلہ بھی ہو چکا تھا اور اس کے خالی کرنے کے لئے کاروائی بھی ہوئی تھی، لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے کاروائی رک گئی۔میرے پرنسپل شپ کے زمانہ میں مختلف اداروں کی زمین پر سے غاصبانہ قبضہ کو ہٹانے کے لئے کاروائی چل رہی تھی، میں نے بھی مختلف دفاتر میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے زمین پر سے غاصبانہ قبضہ کو ہٹانے کے لئے مکتوب ارسال کیا۔متعلقہ محکمہ بالخصوص کمشنر اور سی.او. پٹنہ کو مکمل ثبوت فراہم کر کے ثابت کر دیا کہ یہ زمین مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی ہے اور کاروائی کو آگے بڑھایا۔پٹنہ کے سابق ڈی.ای.او جناب اعجاز شعیب ہاشمی نے تعاون کیا، ساتھ ہی جب لوگوں کو خبر معلوم ہوئی تو ای.ٹی وی اردو کے سینیر رپورٹر جناب محفوظ عالم نے اس زمین کو اور اس کی حیثیت کو کئی مرتبہ ٹی وی پر پیش کیا۔پٹنہ ڈویژن کے اس وقت کے کمشنر نے اس زمین کا معائنہ کیا اور ڈی ایم پٹنہ کو لیٹر بھیجا۔امید تھی کہ کاروائی پوری ہوگی اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی مغصوبہ زمین کو خالی کرا کر مدرسہ کے حوالہ کیا جائے گا، لیکن کوئی نہ کوئی بہانہ پیش کر کے اس پر کاروائی کو بند کر دیا گیا، جب کہ کئی اعلیٰ سطح کی میٹنگ میں میں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ اسی زمین پر قانونی کاروائی مکمل کرنے کے بعد مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی/ ادارہ تحقیقات عربی وفارسی اور ہاسٹل کی عمارت کی تعمیر کی جاسکتی ہے، لیکن اس سلسلہ میں کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔

تحریک آزادی میں
مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا حصہ

تحریک آزادی میں علمائے کرام اور مدارس اسلامیہ کا خاص رول رہا۔ ۱۸۵۷ء میں ناکامی کے بعد علمائے ملت نے بھانپ لیا کہ قیام مدارس کی تحریک کے ذریعہ ملک میں آزادی حاصل کی جاسکتی ہے، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے ساتھ ہی پورے ملک میں مدارس کے قیام کی لہر دوڑ گئی۔ ان مدارس نے جلد ہی بے باک مجاہدین پیدا کردیئے، جنہوں نے تحریر وتقریر کے ذریعہ نہ صرف آزادی کے لئے راہ ھموار کی بلکہ سرفروشی کی تمنا لے کر میدان آزادی میں اترے، اور خوشی خوشی ملک کی آزدی کے لئے ہر طرح کی سزا قبول کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔

انہیں مدارس میں سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ بھی ہے۔ اسکا قیام ۱۹۱۲ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی الحاج جسٹس سید نورالہدیٰ تھے۔ بانی مدرسہ نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کو ۱۹۱۹ء میں حکومت بہار کی تحویل میں دے دیا۔ اس طرح یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے باضابطہ حکومت بہار کی نگرانی میں کام کرنا شروع کردیا۔

تحریک آزادی کے وقت مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ حکومت بہار کی تحویل میں تھا۔ اس کے باوجود یہاں کے اساتذہ وطلبہ تحریک آزادی میں حصہ لیتے رہے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے پہلے پرنسپل حضرت مولانا محمد سہول عثمانی بھاگلپوری تھے۔ یہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے ریشمی رومال تحریک میں بھی حصہ لیا۔ تحریک آزادی میں ریشمی خطوط تحریک کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ گرچہ راز کھل جانے کی وجہ سے یہ تحریک کامیاب نہ ہوسکی، پھر بھی اسکا خاطر خواہ اثر تحریک آزادی پر پڑا اور اس سے آزادی سے متعلق دوسری تحریکوں کو تقویت ومعاونت حاصل ہوئی۔ انگریزی سی. آئی. ڈی. کے ذریعہ تیار کردہ ریشمی خطوط سازش کیس کی ڈائریکٹری میں جہاں اور حضرات کے نام ہیں، ان میں حضرت مولانا محمد سہول عثمانی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کا نام شامل ہے، جو حضرت مولانا کے تحریک آزادی میں شرکت کے لئے واضح ثبوت ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ میں مولانا عبیداللہ، مولانا اصغر حسین بہاری، مولانا حاجی معین الدین، مولانا عبدالرحمان، مولانا دیانت حسین، مولانا عبدالشکور آہ مظفرپوری،

مولانا عبدالصمد کے نام خاص طور پر قابل ذکر یں۔ان حضرات نے تحریک آزادی میں خوب حصہ لیا۔دیگر اساتذہ بھی تحریک آزادی کے ہمنوا تھے۔ان میں مولانا عبدالصمد صاحب تو مدرسہ میں تقرری سے پہلے پروفیسر عبدالباری کے انتخاب میں سرگرم حصہ لے چکے تھے۔مدرسہ میں تقرری کے بعد مزید سرگرم ہو گئے۔مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اساتذہ کے سلسلہ میں مولانا بیتاب صدیقی جو اس زمانہ میں طالب علم تھے۔تحریر کرتے ہیں:۔

''یہ اساتذہ انگریزی ملازمت میں رہنے کے باوجود ذہنی طور پر روشن خیال تھے۔اور علمائے سلف کی راہ پر چلنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ایسے لوگوں میں مولانا محمد سہول عثمانی، مولانا عبیداللہ، مولانا عبدالشکور آہ مظفر پوری، مولانا اصغر حسین بہاری، مولانا عبدالرحمان صاحب اور مولانا دیانت حسین بڑے ہی آزاد خیال اور آزادی کی تحریک سے گہری دلچسپی رکھنے والے تھے۔یہ حضرات تحریک آزادی میں حصہ لینے والے طلبہ کی در پردہ حوصلہ افزائی کرتے تھے۔اور درسگاہ میں بھی طلبہ کو جنگ آزادی میں شریک علماء کے موقف سے آگاہ کرتے تھے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلبہ نے بھی تحریک آزادی میں سرگرم حصہ لیا، ان میں طاہر عثمانی، عبدالخالق کنکی، منظور مجاہد، مظفر نواب، ابوالحیات قادری، صلاح الدین، مختار الدین آرزو، عبدالمجید رحمانی، اسرار الحق قیس وغیرہ طلبہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۴۲ء بھی تحریک آزادی نے زور پکڑا۔مہاتما گاندھی اپنی گرفتاری سے پہلے ۱۹۴۲ء میں ''انگریز بھارت چھوڑو'' کے ساتھ گاندھی نے ''کرو یا مرو'' کا نعرہ دیا۔اسکا اثر ملک میں خاطر خواہ ہوا، طلبہ میں خاص طور پر جوش وخروش پیدا ہو گیا۔اس وقت سب سے پہلے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلبہ نے پٹنہ کالج سے سامنے ٹیلیفون کا تار توڑ کر گرادیا اور تحریک کے دوسرے دن وفا براہی مشہور شاعر کے ساتھ مہندرو ڈاک خانہ میں آگ لگانے میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے طلبہ پیش پیش تھے۔اس تحریک میں مدرسہ کے طلبہ کے حصہ لینے کی خبر حکومت کو ہو گئی، چنانچہ حکومت نے مدرسہ کا ہاسٹل خالی کرادیا اور ہاسٹل میں ٹومی (انگریزی فوج) کے رہنے کا انتظام کردیا۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلبہ کی تحریک آزادی میں سرگرمیوں کا اندازہ اس تحریر سے بھی ہوتا ہے جو مولانا بیتاب صدیقی نے اپنے بارے میں لکھا ہے، مولانا بیتاب صدیقی اس زمانہ میں طالب علم تھے:۔''ایک روز میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ سے پورب مہندرو بھٹی سے نچلی سڑک کو گڈھا کھود کر ناقابل آمد ورفت بنانے میں مصروف تھا، اس دن مدرسہ کے ہمارے

اور ساتھی دوسرے پروگرام میں لگے ہوئے تھے، وہاں پر محلے کے لوگ میرے ساتھ تھے، میں نیچے گڈھا کھودنے میں مصروف تھا کہ اچانک فوجیوں کے قدموں کی آواز سنائی دی، میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ہمارے ساتھی فرار ہو چکے ہیں اور وہ بندوق بردار ہندوستانی اور گورکھا قریب آچکا ہے۔ پھر میں نے بھاگنا مناسب نہیں سمجھا کہ مبادا فائر نہ کردے اور میں نے بلند آواز سے یہ نعرہ لگایا ''پولیس ہمارا بھائی ہے، انقلاب زندہ باد'' ہمیں یہ احساس تھا کہ شاید وہ گرفتار کرلے گا، لیکن جب برابر سے گذرنے لگے تو یہ کہتے ہوئے وہ بھی گذر گئے کہ ''جلدی جلدی اپنا کام کرو''۔ اب یہ آواز سن کر فراری ساتھی بھی آموجود ہوئے۔ اس روز ہمیں یقین ہوگیا کہ ہندوستان کی آزادی کی منزل بہت قریب آچکی ہے۔ اس لئے کہ ہندوستانی ملیٹری اور فوجی بھی آزادی کی تحریک کے ہمدرد اور ہمنوا ہیں''۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے فارغین نے بھی تحریک آزادی میں خوب حصہ لیا۔ ان کی فہرست طویل ہے۔ چند کے نام وخدمات پیش ہیں۔ مدرسہ کے فارغین میں مولانا عبدالعلیم آسی دربھنگوی تھے۔ آپ کا آبائی وطن موضع بلبھدر پور ضلع سمستی پور تھا، لیکن دربھنگہ میں اقامت اختیار کرلی تھی، انہوں نے ۱۹۳۳ء میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ سے فاضل امتحان پاس کیا، انہوں نے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ سبھاس چندر بوس کے ساتھ کام کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سکریٹری رہے۔ جمشید پور میں پروفیسر عبدالباری کے ساتھ علی پور جیل میں تین ماہ تک سیاسی قیدی رہے۔ ڈاکٹر راجندر پرساد اور گاندھی جی کے ساتھ بھی رہے اور تحریک آزادی میں کھل کر حصہ لیا۔

مدرسہ کے فارغین میں مولانا سید حبیب اللہ گیاوی بھی تھے یہ موضع نظام پور گیا کے رہنے والے تھے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ سے فاضل پاس کیا۔ سیاسی سرگرمیوں میں کھل کر حصہ لیا۔ جمعیۃ علماء اور کانگریس کے رکن رہے۔ تحریک آزادی میں پیش پیش رہے۔ ایام اسیری کی روداد اور جیل کی راتیں ان کے شعری مجموعہ کا نام ہے۔

غرض تحریک آزادی میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے اساتذہ، طلبہ اور فارغین کا بھی اہم رول رہا ہے۔ ان حضرات کی خدمت، بے لوث اور خلوص پر مبنی تھی اور ایسے مجاہدین آزادی کی بے لوث خدمت نے ملک کی آزادی کے لئے راہ ہموار کی اور اسی بے لوث خدمت کا نتیجہ ہے کہ آج بھارت آزاد ہے۔ (ماہنامہ افکار ملی، خصوصی شمارہ، جولائی ۲۰۰۰ء)

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے احاطہ میں وقف نامہ کی روشنی میں

ہاسٹل کی تعمیر کے لئے راہ ہموار

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ایک مشہور تعلیمی ادارہ ہے۔ یہ ۱۹۱۹ء سے حکومت کی تحویل میں ہے۔اس میں طلبہ کے قیام کے لئے ہاسٹل بھی ہے۔ جس میں تقریباً دوسو طلبہ کے قیام کا انتظام ہے۔ہاسٹل کی کمی کی وجہ سے بہت سے طلبہ داخلہ لینے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ چونکہ پٹنہ میں کرایہ کے مکان میں رہ کر غریب طلبہ کے لئے تعلیم حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہے۔اس طرح مدرسہ میں ہاسٹل کی کمی ہمیشہ محسوس کی گئی اور آج بھی محسوس کی جارہی ہے۔اس کے لئے پرنسپل مدرسہ ابوالکلام قاسمی شمسی نے بھرپور کوشش کی کہ مدرسہ کے احاطہ میں ایک عالیشان ہاسٹل کی تعمیر حکومت کی جانب سے کرائی جائے ، آخر ان کی یہ کوشش کامیاب ہوئی۔ محکمہ اقلیتی فلاح نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے احاطے میں وقف نامہ کی روشنی میں ہاسٹل کی تعمیر کے لئے رضامندی ظاہر کردی ہے۔محکمہ اقلیتی فلاح کے سکریٹری جناب عامر سبحانی کی صدارت میں میٹنگ ہوئی جس میں اسپیشل سکریٹری جناب فراق احمد صاحب، نائب سکریٹری اور پرنسپل مدرسہ مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی نے حصہ لیا۔ میٹنگ میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے وقف نامہ کا ہر پہلو سے جائزہ لیا گیا اور اس پر اتفاق ہوا کہ مدرسہ کے احاطہ میں وقف نامہ کی روشنی میں ہاسٹل کی تعمیر کی جائے، نوتعمیر ہاسٹل مدرسہ کا ہاسٹل ، مدرسہ کے طلبہ کے لئے اور مدرسہ کے زیر انتظام ہو۔اس کو آخری شکل دینے کے لئے آگے کی کاروائی جاری ہے۔توقع ہے کہ جلد ہی کاروائی مکمل ہوجائے گی۔ پرنسپل مدرسہ مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی نے اس اہم کام کے لئے محکمہ اقلیتی فلاح کے سکریٹری جناب عامر سبحانی اور اسپیشل سکریٹری جناب فراق احمد صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے احاطہ میں ہاسٹل کی تعمیر کے لئے راستہ ہموار کرایا۔ساتھ ہی انہوں نے محکمہ اقلیتی فلاح کے وزیر عزت مآب شاہد علی خاں کا بھی شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں مدرسہ کی جانب توجہ دیا۔اس موقع پر انہوں نے خاص طور پر حکومت بہار کے ہردلعزیز وزیراعلیٰ عزت مآب نتیش کمار کو بھی مبارکباد دیا ہے کہ ان کے دور حکومت میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے احاطہ میں عالیشان ہاسٹل کی تعمیر کا کام مکمل ہوگا۔ (پریس ریلیز، جون ۲۰۱۱ء)

نوٹ:۔حکومت کی جانب سے نوٹیفکیشن جاری کردیا گیا ہے۔

بہار کی تعلیمی تحریک میں
مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول
(بہار دیوس کے موقع پر مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی کا خطاب)

بہار دیوس کے موقع پر مورخہ ۲۴ مارچ ۲۰۱۱ کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے کی۔ محمد ساجد متعلم مدرسہ نے قرآن کریم کی تلاوت کیا جب کہ محمد حماد صدیقی نے نعت شریف پیش کیا۔ ''بہار کی تعلیمی تحریک میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا حصہ کے موضوع پر سمپوزیم ہوا جس میں طلبہ، ابنائے قدیم اور اساتذہ مدرسہ نے حصہ لیا۔ صدارتی تقریر میں مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی نے کہا کہ صوبہ بہار کی تعمیر وترقی میں صوفیا، علماء اور مدارس کا اہم رول رہا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت شیخ مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیریؒ سے لیکر ابتک جاری ہے۔ بہار کے علماء نے پورے ملک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بہار کے نام کو روشن کیا۔ یہ اپنے نام کے ساتھ بہاری لکھا کرتے تھے، ساتھ ہی بہتوں نے اپنے جائے پیدائش کو بھی اپنے نام کے ساتھ شامل کیا۔ علامہ محب اللہ بہاری بہار کے جید عالم تھے۔ ان کی دو کتابیں سلم العلوم اور مسلم الثبوت بے نظیر شاہکار ہیں، جس سے ملا محب اللہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ دونوں کتابیں بیرون ملک نصاب تعلیم میں شامل ہیں۔ یہ اپنے نام کے ساتھ بہاری لکھا کرتے تھے اور ملا محب اللہ بہاری کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا مناظر احسن گیلانی، علامہ ظہیر احسن شوق نیموی ان تینوں علماء کے نام کے ساتھ بالترتیب ڈیانوی، گیلانی اور نیموی شامل ہیں۔ ڈیاواں، گیلانی اور نیمی صوبہ بہار کے گاؤں کے نام ہیں، جو ان کی جائے پیدائش ہے اور اسی کے ساتھ یہ حضرات مشہور رہے ہیں۔ اور ان جیسے سینکڑوں علماء ہیں جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ بہاری اور اپنے جائے پیدائش کو شامل کیا جس کی وجہ سے بہار کا نام روشن ہے۔ اسی طرح مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے بھی بہار کی تعمیر وترقی میں اہم رول ادا کیا ہے۔ بہار کی تعلیمی تحریک میں اس ادارہ کا خاص حصہ رہا ہے اور ہے۔

اس مدرسہ کو ۱۹۱۹ میں حکومت کی تحویل میں دیا گیا اور ۱۹۲۰ سے سرکاری تحویل میں باضابطہ درس و تدریس کا کام شروع ہوا۔ اس زمانہ میں دیوبند تحریک، علی گڑھ تحریک کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم و فنون کے ساتھ عصری مضامین پر مشتمل نصاب تعلیم کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں بھی اسلامی علوم وفنون کے ساتھ عصری مضامین کو شامل کر ایک عمدہ نصاب تعلیم جاری کیا گیا۔ اس نصاب تعلیم کو ملک کے مشاہیر اور بڑے بڑے علمائے کرام نے مرتب کیا تھا۔ یہ تجربہ بہت کامیاب رہا اور بہار کی تعلیمی تحریک میں اس کا اہم رول رہا۔ پٹنہ سائنس کالج کے مدمقابل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی عمارت اور اس کا وسیع احاطہ تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے اور آج بھی ہے۔ اس ادارہ کی وجہ سے مدرسہ ایکزامنیشن بورڈ بہار ربہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا جس سے ہزاروں مدارس ملحق ہیں۔ اس کی سند اور ڈگری کو حکومت نے سرکاری ملازمت کیلئے منظوری دیا۔ اس طرح مدارس کے فارغین کیلئے سرکاری ملازمت کے لئے مواقع فراہم ہوئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس ادارہ کی وجہ سے طبی کالج، ادارہ تحقیقات عربی وفارسی اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ان تمام اداروں نے بہار کی تعلیمی تحریک کو آگے بڑھایا اور صوبہ بہار کی تعمیر وترقی میں اہم رول ادا کیا۔ ان تمام اداروں سے بڑی تعداد میں علماء، ادباء، شعراء، دانشور، لکچرر اور پروفیسر پیدا ہوئے جنہوں نے ہر میدان میں نمایاں خدمات انجام دیئے۔ ان اداروں کے فارغین ملک اور بیرون ملک میں اپنے اپنے میدان میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں جن کی وجہ سے بہار کا نام روشن ہو رہا ہے۔ اس طرح مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا بہار کی تعلیمی تحریک اور تعمیر وترقی میں اہم رول ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے جدید نظام تعلیم کی وجہ سے پورے ملک میں مشہور ہے اور یہ ادارہ دیگر صوبوں کیلئے مشعل راہ بھی ہے۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی تعلیمی تحریک کو آگے بڑھانے کیلئے سبھوں کو حصہ لینا چاہئے۔ اساتذہ، طلبا اور ابنائے قدیم سبھوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی تعلیمی تحریک کو آگے بڑھائیں۔

جلسہ میں مولانا محمد کلیم اختر صاحب، نور عالم، شبلی نعمانی وغیرہ نے مذکورہ بالا موضوع پر اظہار خیال کیا، جب کہ جلسہ کی نظامت عبدالقدوس صاحب نے کی۔ جلسہ میں محمد ضمیر الحسن، خالد انور اور مدرسہ کے طلباء نے شرکت کی۔ مولانا محمد قاسم صاحب استاذ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ (قومی تنظیم، پٹنہ)

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں
تقریب پرچم کشائی

۱۵/اگست یوم آزادی کے موقع پر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے نوری پارک میں پرنسپل مدرسہ مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی نے پرچم کشائی کی۔ طلبہ نے قومی ترانے گائے۔ اس موقع پر مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی نے اساتذہ، طلبہ اور حاضرین سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں تحریک آزادی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آزادی ہر ایک کا پیدائشی حق ہے اور ہر کوئی آزادی کی زندگی گزارنا پسند کرتا ہے۔ جب انگریزوں کا تسلط ہندوستان پر ہو گیا تو انگریزوں کے خلاف کسی کو بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ سب سے پہلے علمائے کرام نے ان کی حکومت کے خلاف جہاد کا فتوی صادر کیا اور ملک کی آزادی کے لئے تحریک شروع کی۔ یہ تحریک تحریک مجاہدین کے نام سے مشہور ہے، جس کی ابتداء حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کی اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ، شاہ اسمٰعیلؒ اور سید احمد شہید نے آگے بڑھایا اور علمائے صادقپور پٹنہ نے بھرپور حصہ لیا۔ یہ تحریک تقریباً ایک سو سال تک جاری رہی۔ پھر ۱۸۵۷ء میں تحریک شروع ہوئی۔ اس موقع پر بھی علمائے کرام ملک کی آزادی کیلئے پیش پیش رہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی قیادت میں علماء نے انگریزوں کے خلاف باضابطہ تحریک شروع کی اور شاملی کے میدان میں انگریزوں کا مقابلہ بھی کیا۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک کی ناکامی کے بعد انہوں نے مدارس کے ذریعہ مجاہدین تیار کرنے کی اسکیم پر زور دیا اور دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بعد جگہ جگہ مدارس اور مکاتب قائم کئے گئے جس سے جانباز اور سرفروش مجاہدین پیدا ہوئے جنہوں نے ملک کی آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کو قائم کیا اور ہندو مسلم و دیگر قوموں کے ساتھ اتحاد کو مضبوط کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مزید کہا کہ ہزاروں علمائے کرام تحریک آزادی میں شہید ہوئے۔ انہوں نے اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اور سرفروشی کے جذبہ کے تحت ملک کو آزاد کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں لیکن ان کے کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ آج ہم آزاد ہیں، ہمارا ملک آزاد ہے۔ اس آزادی میں ملک کے تمام باشندے ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھوں کا حصہ ہے۔ انہوں نے اپنی

تقریر میں یہ بھی کہا کہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ باوجودیکہ انگریزوں کی تحویل میں تھا اس کے باوجود یہاں کے اساتذہ اور طلبہ نے تحریک آزادی میں کھل کر حصہ لیا۔ جس کے نتیجہ میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے ہاسٹل کو بند کردیا گیا اور اس میں فوج کے رہنے کا انتظام کردیا گیا لیکن یہ تحریک ایسی تھی جو تھم نے والی نہیں تھی۔ بالآخر ملک کی آزادی کی تحریک نے اتنا زور پکڑا کہ انگریزوں کو اس ملک کو آزاد کرنا پڑا۔ اس کے نتیجے میں دوسرے بہت سے ممالک بھی آزاد ہو گئے۔ اس موقع پر ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم شہیدان وطن کو خراج عقیدت پیش کریں اور ملک کی آزادی کی ہر ممکن طور پر حفاظت کا عہد کریں۔

قومی ترانہ گانے میں محمد کلیم اللہ، محمد ساجد اکرم، مغیث احسن، حماد صدیقی، راشد قمر اور شمس تبریز نے حصہ لیا۔ اس تقریب میں مدرسہ کے اساتذہ، طلبہ، اسٹاف کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگوں نے حصہ لیا۔

(نوٹ):۔ مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی نے ہر ۲۶؍جنوری اور ۱۵؍اگست کو پرچم کشائی کے بعد مدرسہ کے نوری پارک میں اساتذہ، طلبہ اور حاضرین کو خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں مدارس اور علمائے کرام کا تحریک آزادی میں کیا رول رہا اس پر تفصیلی معلومات فراہم کرایا، ساتھ ہی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے اساتذہ، طلباء اور ابنائے قدیم نے کیا رول ادا کیا؟ اس سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس کتاب میں صرف ایک تقریب پرچم کشائی کے موقع پر کیے گئے خطاب کو نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ سے
مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی تک

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ریاست بہار کا ایک قدیم تعلیمی ادارہ ہے۔ یہ پٹنہ شہر میں پٹنہ سائنس کالج کے سامنے اشوک راج پتھ پر واقع ہے۔ یکم نومبر 1912ء میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ اس کو الحاج جسٹس سید نور الہدیٰ نے قائم کیا اور اپنی خاص جائیداد جس کی آمدنی اس وقت تقریباً ۱۵ ہزار تھی اسکو وقف کر کے مدرسہ کیلئے رجسٹری کر دیا۔ وقف نامہ میں تعلیم قرآن مجید، حدیث، تفسیر اور فقہ کو ضروری اور اہم قرار دیا۔ یہ مدرسہ آٹھ برس تک جج صاحب کی نگرانی میں کام کرتا رہا، چونکہ انہوں نے اس کی اصلاح اور ترقی کی کفالت خود اپنے ہاتھ میں لی تھی اور اس درسگاہ کا ان کی نظر سے دور ہونا انہیں پسند نہیں تھا اس لئے انہوں نے اس کا انتظام اپنی کوٹھی میں ہی کیا۔ یہی احاطہ بعد میں چل کر شریف کالونی کے نام سے مشہور ہوا۔ آٹھ برس تک مدرسہ جج صاحب کی کوٹھی میں تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا اور ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس میں تنگی محسوس کی جانے لگی اور گنجائش مشکل ہوگئی۔ تو کثیر رقم صرف کر کے جج صاحب نے تعلیم اور ہاسٹل کیلئے عمارت تعمیر کرائی جو شیش محل کے نام سے مشہور ہے۔ اس عمارت میں مدرسہ کو منتقل کر دیا، اسی میں تعلیم اور ہاسٹل کا کام شروع ہوا۔

مدرسہ کی ترقی وفلاح بہبودی اور جائیداد موقوفہ کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے جج صاحب نے مدرسہ کا انتظام ۱۹۱۹ء میں مسٹر فخر الدین وزیر تعلیمات بہار واڑیسہ کی ایماء پر حکومت کی تحویل میں دے دیا۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حکومت کی زیر نگرانی تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ حکومت بہار واڑیسہ نے مدرسہ کے انتظام واصلاح میں دلچسپی لی اور مدرسہ کو انسپکٹر آف اسکولس پٹنہ ڈویژن، پٹنہ کے زیر نگرانی کر دیا اور مدرسہ کی تعلیمی اور انتظامی امور کی دیکھ بھال کے لئے گورننگ باڈی قائم کی۔ اب تک مدرسہ گورننگ باڈی کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ گورننگ باڈی دس ممبران پر مشتمل ہوتی ہے۔ کمشنر پٹنہ ڈویژن صدر اور پرنسپل مدرسہ سکریٹری ہوتے ہیں۔

اس طرح یہ مدرسہ ۱۹۲۰ء سے مکمل طور پر حکومت کے زیر انتظام تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ صوبہ بہار میں علوم عربیہ کی واحد درس گاہ ہے جس کو براہ راست حکومت چلا رہی ہے۔ اس مدرسہ میں مشرقی و اسلامی علوم و فنون کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ تاریخ، جغرافیہ، حساب و اقلیدس، اردو، ہندی، انگریزی، جنرل سائنس، نفسیات اور اقتصادیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ مدرسہ ہندوستانی مدارس عربیہ میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔

اس مدرسہ کی اہمیت نہ صرف اندرون ملک ہے بلکہ بیرون ملک خصوصاً مشرق وسطیٰ کی علمی دنیا میں ان کی بڑی وقعت ہے۔

مدرسہ میں دو شعبے ہیں، ایک جونیر سکشن اور دوسرا سینئر سکشن۔ تعلیمی مقصد کے لئے دونوں کی دو عمارتیں ہیں۔ ایک عمارت شعبہ جونیئر کے لئے ہے اور دوسری عمارت شعبہ سینئر کے لئے۔ مدرسہ کے دونوں شعبے ایک پرنسپل کے زیر اختیار ہیں، شعبہ جونیئر میں ایک انچارج ہوتے ہیں جو انتظامی امور میں پرنسپل کی مدد کرتے ہیں۔ پہلے سولہ مدرسین تھے۔ تعلیمی ضرورت کے پیش نظر مدرسین میں اضافہ کیا گیا۔ اس طرح اساتذہ کی تعداد بشمول پرنسپل اکیس ہے اور آفس کے کام کے کئے ایک کرانی ہے اس طرح ابھی مدرسہ میں اسٹاف بائیس ہیں۔ بارہ اساتذہ شعبہ جونیئر کے لئے اور آٹھ اساتذہ شعبہ سنیئر کے لئے، ایک پرنسپل دونوں شعبہ کیلئے اور ایک کرانی آفس کے انتظام کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ تیرہ عہدے چوتھے درجے کے ملازمین کے لئے منظور ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل کا ایک مقام ہوتا ہے۔ اس عہدہ پر بڑی بڑی شخصیتیں فائز ہوئی، جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) مولانا سہول احمد عثمانی یکم جولائی ۱۹۲۰ سے یکم جولائی ۱۹۳۴ تک

(۲) مولانا اصغر حسین دو جولائی ۱۹۳۴ سے ۴/نومبر ۱۹۳۴ تک

(۳) مولانا معین الدین ندوی ۵/نومبر ۱۹۳۴ سے ۳۱ اپریل ۱۹۴۱ تک

(۵) مولانا اصغر حسین صاحب انچارج پرنسپل ۴/۱۱ اپریل ۱۹۴۱ سے ۱۹۴۲ تک

(۶) مولانا اصغر حسین صاحب مستقل پرنسپل یکم جنوری ۱۹۴۲ سے ۱۵/مئی ۱۹۴۸ تک

(۷) مولانا ظفر الدین قادری ۱۶/مئی ۱۹۴۸ سے ۱۸/مئی ۱۹۴۸ تک

(۸) مولانا دیانت حسین صاحب انچارج پرنسپل ۱۹/مئی ۱۹۴۸ سے ۱۵/جولائی ۱۹۴۸

(۹) مولانا ظفر الدین قادری ۱۶/جولائی ۱۹۴۸ سے ۲۲/نومبر ۱۹۴۹ تک

(۱۰) مولانا ریاست علی ندوی ۲۳ر نومبر ۱۹۴۹ سے ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ تک

(۱۱) مولانا سید شاہ ابوالقاسم صاحب ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۸ سے ۳۰ر جون ۱۹۶۱ تک

(۱۲) مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب یکم جولائی ۱۹۶۱ سے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۶ تک

(۱۳) مولانا سید محمد قاسم صاحب یکم نومبر ۱۹۷۶ سے ۳۰ر جنوری ۱۹۸۲ تک

(۱۴) مولانا سید محمد صدر الحق صاحب یکم دسمبر ۱۹۸۲ سے ۳۱ر مارچ ۱۹۸۸ تک

(۱۵) مولنا عبدالقیوم صاحب یکم اپریل ۱۹۸۸ سے ۳۰ر جون ۱۹۹۴ تک

(۱۶) مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی یکم جولائی ۱۹۹۴ سے ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۵ تک

(۱۷) مولانا عبدالقیوم صاحب ۳۱ر اکتوبر ۱۹۹۵ سے ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۶ تک

(۱۸) مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی یکم جنوری ۱۹۹۷ سے ۳۰ر اکتوبر ۲۰۱۱

(۱۹) مولانا محمد قاسم صاحب یکم نومبر ۲۰۱۱ سے تا حال

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں طلبہ کی تعلیمی ترقی کے لئے مواقع موجود ہیں۔اس میں کامن روم ہیں، جس میں اخبار، میگزین اور رسائل آتے ہیں، جس سے طلبہ استفادہ کرتے ہیں۔

اس مدرسہ میں طلبہ کو پیشہ وارانہ کورس سے جوڑنے کے لئے کمپیوٹر کا انتظام کیا گیا ہے۔اس سے طلبہ کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

طلبہ کے مطالعہ کے لئے ریڈنگ روم، کامن روم سے الگ ہے۔اس میں فراغت کے ساتھ مطالعہ کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔اس لئے طلبہ دیر رات تک کمرہ کے ماحول سے الگ ہو کر پڑھتے ہیں۔طلبہ کی ہمہ جہت ترقی کے لئے جمعیۃ الطلبہ ہے جس میں تحریر وتقریر کے مشق کا انتظام ہے،اس سے طلبہ میں تحریر وتقریر کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔مدرسہ میں طلبہ کے قیام کے لئے ہاسٹل ہے۔ ہاسٹل میں چھ عمارتیں ہیں۔یہ ہاسٹل مندرجہ ذیل ناموں سے موسوم ہیں۔جسٹس نورالہدیٰ ہاسٹل، ندوی ہاسٹل، عثمانی ہاسٹل، قاسمی ہاسٹل، قادری ہاسٹل، ایم شمسی ہاسٹل۔

مدرسہ میں ایک کتب خانہ بھی ہے۔جس میں بہت سی نایاب کتابیں ہیں۔اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ کتب خانہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔کتب خانہ کے لئے ایک الگ عمارت ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ صرف ایک مدرسہ نہیں بلکہ ایک تعلیمی تحریک ہے جس نے اپنے قیام کے زمانہ ہی سے تعلیمی تحریک میں اہم رول ادا کیا ہے۔اس ادارہ نے طلبہ وفارغین کی ہمہ جہت نشو ونما میں حصہ لیا ہے۔اس کے فارغین میں علماء بھی ہیں اور دانشوران بھی۔شعراء بھی

ہیں، ادیب بھی۔ پروفیسر بھی ہیں، اور ٹیچر بھی۔ ساتھ ہی یہ مختلف اداروں کے قیام کا سبب بھی ہے۔ ان میں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، ادارہ تحقیقات عربی وفارسی، گورنمنٹ طبی کالج اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ابتداء میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں درس نظامی کے مطابق تعلیم ہوتی تھی، بانی مدرسہ الحاج جسٹس سید نور الہدیٰ نے 1919ء سے اس مدرسہ کو حکومت کی تحویل میں دیا تو اس میں مخلوط نصاب تعلیم جاری کیا گیا۔ اس کے نصاب تعلیم کو حضرت مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور اس وقت کے جید علمائے کرام نے تیار کیا۔ اس میں اسلامیات، عربی وفارسی زبان وادب کے ساتھ عصری مضامین کو بھی شامل کیا گیا اس میں طلباء کے قیام کے لئے ہاسٹل اور ان کے کھانے کے لئے وظیفہ طعام کا انتظام کیا گیا۔ حکومت کی تحویل میں جانے کے بعد اس مدرسہ کے طلباء کے امتحان کا مسئلہ سامنے آیا۔ بانی مدرسہ نے حکومت سے رابطہ قائم کیا، چنانچہ اس مدرسہ کے طلبہ کے امتحان کے لئے حکومت نے ماہرین تعلیم پر مشتمل ایکزامینیشن باڈی کی تشکیل کردی، اس طرح فوری طور پر امتحان کا کام انجام دے دیا گیا لیکن ان کا مطالبہ اکزامینیشن بورڈ بنانے کا تھا۔ چنانچہ حکومت نے اس کی منظوری دے دی۔ اور اس طرح ۱۹۲۲ء میں مدرسہ ایکزامینیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ اس بورڈ کے قیام کا مقصد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے طلبہ کا امتحان لینا تھا، چنانچہ اس بورڈ نے ۱۹۲۲ء سے امتحان لینا شروع کیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ مدرسہ بورڈ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی مین بلڈنگ میں کام کرتا رہا۔ پھر بانی مدرسہ نے صوبہ بہار واڑیسہ کے مدارس کی تعلیم کے فروغ کے لئے مدرسہ بورڈ سے دیگر مدارس کے الحاق کی تجویز حکومت کے سامنے پیش کیا۔ حکومت نے اس کو منظور کرلیا اور مدرسہ ایکزامینیشن بورڈ سے صوبہ بہار واڑیسہ کے مدارس کا الحاق شروع ہوگیا۔ ابتداء میں یہ سلسلہ بہت سست رہا پھر اس میں تیزی آئی اور اس طرح مدرسہ ایکزامینیشن بورڈ سے بہت سارے مدارس ملحق ہوگئے۔ جب مدرسہ بورڈ کا کام بہت بڑھ گیا تو مدرسہ بورڈ کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی عمارت سے الگ کر کے مدرسہ اکزامینیشن بورڈ آفس بنایا گیا جو بندر باغیچہ میں واقع تھا۔ پھر وہاں سے مدرسہ بورڈ کا دفتر رمنہ روڈ میں منتقل ہوا۔ پھر وہاں سے عالم گنج، پھر شری کرشنا پوری اور وہاں سے ودیاپتی مارگ جہاں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا موجودہ دفتر کام کررہا ہے۔ اور اس طرح مدارس ملحقہ کا نظام شروع ہوگیا اور یہ نظام اتنا مستقل اور مضبوط بنا کہ اس طرح کا مستقل اور مضبوط نظام ملک کی دوسری صوبوں میں نہیں۔ مدرسہ

ایکزامینیشن بورڈ کے ذریعہ دی جانے والی سرٹیفکیٹ رسند کو حکومت سے ملازمت کے لئے منظور کرایا اور اس بورڈ کے فارغین ریاست اور بیرون ریاست مختلف اداروں میں ملازمت کے لئے بحال ہوتے رہے۔

۱۹۷۰ء میں مدارس ملحقہ کے طلبا نے آل بہار مدرسہ اسٹوڈینٹس یونین قائم کیا اس یونین کے قیام میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلباء پیش پیش تھے۔آل بہار مدرسہ اسٹوڈینٹس یونین نے جمیعتہ الطلباء مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اشتراک سے مدارس ملحقہ اور اس کے طلباء کے مفاد کے لئے جدوجہد شروع کیا، اس تنظیم نے محسوس کیا کہ بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کے ذریعہ جاری سرٹیفکیٹ اور اسناد کو مساوات کا درجہ حاصل نہیں ہے، اس کی وجہ سے اس بورڈ کے فارغین کو داخلہ اور بحالی میں وسیع مواقع حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس تنظیم نے کوشش شروع کی، مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں ۱۹۷۶ء میں حکومت نے بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کی سرٹیفکیٹ اور اسناد کو دیگر عصری تعلیمی اداروں کے اسناد سرٹیفکیٹ اور ڈگری کے مساوی قرار دئے جانے پر غور و خوض کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی، اس کمیٹی نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے اساتذہ، ابنائے قدیم کے تعاون سے بہار مدرسہ بورڈ کی سرٹیفکیٹ اور اسناد کی مساوات کے سلسلہ میں ایک جامع رپورٹ پیش کیا جس کو حکومت نے ۱۹۷۸ء میں منظور کرلیا۔ جس کے اعتبار سے مدارس ملحقہ کی تعلیم میں دو سال کا اضافہ کرکے ۱۷ سالہ نصاب تعلیم کردیا گیا۔ اس میں تحتانیہ چہارم اور عالم آنرز کا اضافہ کیا گیا اس طرح بہار مدرسہ بورڈ کا نصاب تعلیم ۱۷ سال پر مشتمل ہوگیا، جس طرح اسکول، کالج اور یونیورسیٹی میں ہے۔ پھر بہار مدرسہ ایکزامینیشن بورڈ کو تحلیل کرکے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کردیا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں گزٹ کے ذریعہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی سرٹیفکیٹ اور اسناد کو دیگر عصری اداروں کے مساوی قرار دیا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

وسطانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔مڈل

فوقانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔میٹرک

مولوی۔۔۔۔۔۔۔۔آئی اے

عالم۔۔۔۔۔۔۔۔بی اے

حکومت نے گزٹ کے ذریعہ عالم کو بی اے کے برابر کردیا۔ لیکن فاضل کی مساوات کے معاملہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ یہ کام یونیورسیٹی کا ہے۔ عالم سطح تک Equivalency مل جانے

کے بعد بہار مدرسہ بورڈ کے فارغین کے لئے داخلہ اور بحالی میں وسیع مواقع حاصل ہونے لگے۔ بہار مدرسہ بورڈ کے سند یافتہ ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی انٹرویو کے لئے جانے لگے۔ انٹرویو بورڈ کے ممبران یہ دیکھ کر ششدر رہ جاتے کہ عالم وفاضل (گریجویٹ اور ایم اے) کی ڈگری بورڈ کے ذریعہ جاری ہے، یونیورسیٹی کے ذریعہ جاری نہیں ہونے کی وجہ سے ان کا داخلہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں نہیں ہو رہا ہے۔ ویسے لکچرر اور پروفیسر کی جگہ پر نہ درخواست دے سکتے تھے ہیں اور نہ ان کی بحالی ہوتی ہے۔ اور نہ پی ایچ ڈی کرنے کے اہل ہیں۔ اس لئے باضابطہ یونیورسیٹی کے قیام کا مطالبہ ہونے لگا اور اسی پس منظر میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام عمل میں آیا۔

بانی مدرسہ کی ہمیشہ کوشش رہی کہ مدرسہ کے طلبہ کے لئے سرکاری ادارے میں ملازمت کے وسیع مواقع حاصل ہوں ۔ چنانچہ انہوں نے مختلف پیشہ ورانہ تعلیم سے جوڑنے کی کوشش کی۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ طب کی تعلیم کا مدارس کی تعلیم سے گہرا تعلق ہے۔ مدارس کی تعلیم کے فروغ کیلئے طبی کالج کا قیام ضروری ہے۔ حکومت نے اس تجویز کو منظور کیا اور گورنمنٹ طبی کالج قائم کیا۔ باضابطہ طبی کالج کے قیام کے بعد طب کی تعلیم کے لئے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں بحال حکیم کو اور لائبریری میں موجود طب کی تمام کتابوں کو گورنمنٹ طبی کالج میں منتقل کیا۔ اور اس طرح گورنمنٹ طبی کالج کے قیام میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول ہے۔ موجودہ حالت میں گورنمنٹ طبی کالج ایک مستقل ادارہ کی شکل میں کام کر رہا ہے۔ اس ادارہ کی مستقل عمارت قدم کنواں میں ہے۔ جس میں پری طب سے بی یو ایم ایس تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ پری طب میں مدارس کے طلبہ کا داخلہ ہوتا ہے۔ گذشتہ برسوں میں جب پری طب میں مدارس کے فارغین کے داخلہ میں دشواری پیش آئی تو میں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل ہونے کی حیثیت سے داخلہ جاری کرانے میں بھر پور حصہ لیا اور داخلہ کے سلسلے میں ایک کمی یہ پائی گئی تھی کی سی سی آئی ایم نئی دہلی کے ذریعہ جاری کردہ مدارس کی فہرست میں بہار مدرسہ بورڈ کا تذکرہ نہیں تھا اس کو فہرست میں شامل کرایا جس کی وجہ سے داخلہ میں پیدا ہونے والی رکاوٹ کو دور کر کے داخلہ کیلئے راستہ ہموار کرایا۔ اس طرح پھر سے پری طب میں دیگر مدارس کے ساتھ بہار مدرسہ بورڈ کے فارغین کا داخلہ بھی پری طب میں ہونے لگا۔

ادارہ تحقیقات عربی و فارسی کے قیام میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول ہے۔ اسی کی وجہ سے یہ ادارہ بھی قائم ہوا۔ اس میں عالم وفاضل کے ساتھ ڈیپ ان ایڈ کی بھی تعلیم

ایکزامینیشن بورڈ کے ذریعہ دی جانے والی سرٹیفکیٹ رسند کو حکومت سے ملازمت کے لئے منظور کرایا اور اس بورڈ کے فارغین ریاست اور بیرون ریاست مختلف اداروں میں ملازمت کے لئے بحال ہوتے رہے۔

۱۹۷۰ء میں مدارس ملحقہ کے طلبا نے آل بہار مدرسہ اسٹوڈینٹس یونین قائم کیا اس یونین کے قیام میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلباء پیش پیش تھے۔آل بہار مدرسہ اسٹوڈینٹس یونین نے جمیعۃ الطلباء مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اشتراک سے مدارس ملحقہ اور اس کے طلباء کے مفاد کے لئے جدوجہد شروع کیا، اس تنظیم نے محسوس کیا کہ بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کے ذریعہ جاری سرٹیفکیٹ اور اسناد کو مساوات کا درجہ حاصل نہیں ہے، اس کی وجہ سے اس بورڈ کے فارغین کو داخلہ اور بحالی میں وسیع مواقع حاصل نہیں ہورہے ہیں۔ چنانچہ اس تنظیم نے کوشش شروع کی، مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں ۱۹۷۶ء میں حکومت نے بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کی سرٹیفکیٹ اور اسناد کو دیگر عصری تعلیمی اداروں کے اسناد سرٹیفکیٹ اور ڈگری کے مساوی قرار دئے جانے پر غور وخوض کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی ، اس کمیٹی نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے اساتذہ، ابنائے قدیم کے تعاون سے بہار مدرسہ بورڈ کی سرٹیفکیٹ اور اسناد کی مساوات کے سلسلہ میں ایک جامع رپورٹ پیش کیا جس کو حکومت نے ۱۹۷۸ء میں منظور کرلیا۔ جس کے اعتبار سے مدارس ملحقہ کی تعلیم میں دوسال کا اضافہ کر کے ۱۷سالہ نصاب تعلیم کردیا گیا۔اس میں تحتانیہ چہارم اور عالم آنرز کا اضافہ کیا گیا اس طرح بہار مدرسہ بورڈ کا نصاب تعلیم ۱۷سال پر مشتمل ہوگیا، جس طرح اسکول، کالج اور یونیورسیٹی میں ہے۔ پھر بہار مدرسہ ایکزامینیشن بورڈ کو تحلیل کرکے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کردیا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں گزٹ کے ذریعہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی سٹرفکیٹ اور اسناد کو دیگر عصری اداروں کے مساوی قرار دیا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

وسطانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔مڈل

فوقانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔میٹرک

مولوی۔۔۔۔۔۔۔۔آئی اے

عالم۔۔۔۔۔۔۔۔بی اے

حکومت نے گزٹ کے ذریعہ عالم کو بی اے کے برابر کردیا۔لیکن فاضل کی مساوات کے معاملہ کو یہ کہ کر چھوڑ دیا کہ یہ کام یونیورسیٹی کا ہے۔ عالم سطح تک Equivalency مل جانے

کے بعد بہار مدرسہ بورڈ کے فارغین کے لئے داخلہ اور بحالی میں وسیع مواقع حاصل ہونے لگے۔ بہار مدرسہ بورڈ کے سند یافتہ ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی انٹرویو کے لئے جانے لگے۔انٹرویو بورڈ کے ممبران یہ دیکھ کر ششدر رہ جاتے کہ عالم وفاضل (گریجویٹ اور ایم اے) کی ڈگری بورڈ کے ذریعہ جاری ہے، یونیورسیٹی کے ذریعہ جاری نہیں ہونے کی وجہ سے ان کا داخلہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں نہیں ہو رہا ہے۔ویسے لکچرر اور پروفیسر کی جگہ پر نہ درخواست دے سکتے تھے ہیں اور نہ ان کی بحالی ہوتی ہے۔اور نہ پی ایچ ڈی کرنے کے اہل ہیں۔اس لئے باضابطہ یونیورسیٹی کے قیام کا مطالبہ ہونے لگا اور اسی پس منظر میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام عمل میں آیا۔

بانی مدرسہ کی ہمیشہ کوشش رہی کہ مدرسہ کے طلبہ کے لئے سرکاری ادارے میں ملازمت کے وسیع مواقع حاصل ہوں۔ چنانچہ انہوں نے مختلف پیشہ ورانہ تعلیم سے جوڑنے کی کوشش کی۔انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ طب کی تعلیم کا مدارس کی تعلیم سے گہرا تعلق ہے۔ مدارس کی تعلیم کے فروغ کیلئے طبی کالج کا قیام ضروری ہے۔حکومت نے اس تجویز کو منظور کیا اور گورنمنٹ طبی کالج قائم کیا۔باضابطہ طبی کالج کے قیام کے بعد طب کی تعلیم کے لئے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں بحال حکیم کو اور لائبریری میں موجود طب کی تمام کتابوں کو گورنمنٹ طبی کالج میں منتقل کیا۔اور اس طرح گورنمنٹ طبی کالج کے قیام میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول ہے۔موجودہ حالت میں گورنمنٹ طبی کالج ایک مستقل ادارہ کی شکل میں کام کر رہا ہے۔اس ادارہ کی مستقل عمارت قدم کنواں میں ہے۔جس میں پری طب سے بی یو ایم ایس تک کی تعلیم ہوتی ہے۔پری طب میں مدارس کے طلبہ کا داخلہ ہوتا ہے۔گذشتہ برسوں میں جب پری طب میں مدارس کے فارغین کے داخلہ میں دشواری پیش آئی تو میں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل ہونے کی حیثیت سے داخلہ جاری کرانے میں بھرپور حصہ لیا اور داخلہ کے سلسلے میں ایک کمی یہ پائی گئی تھی کی سی سی آئی ایم نئی دہلی کے ذریعہ جاری کردہ مدارس کی فہرست میں بہار مدرسہ بورڈ کا تذکرہ نہیں تھا اس کو فہرست میں شامل کرایا جس کی وجہ سے داخلہ میں پیدا ہونے والی رکاوٹ کو دور کر کے داخلہ کیلئے راستہ ہموار کرایا۔اس طرح پھر سے پری طب میں دیگر مدارس کے ساتھ بہار مدرسہ بورڈ کے فارغین کا داخلہ بھی پری طب میں ہونے لگا۔

ادارہ تحقیقات عربی وفارسی کے قیام میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول ہے۔اسی کی وجہ سے یہ ادارہ بھی قائم ہوا۔اس میں عالم وفاضل کے ساتھ ڈیپ ان ایڈ کی بھی تعلیم

ہوتی تھی۔ ابھی ڈیپ ان ایڈ کا شعبہ بند ہے۔ یہ ادارہ ۱۹۵۵ء میں قائم ہوا۔ حکومت نے اس کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی بلڈنگ میں جگہ دیا۔ اب تک یہ ادارہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی کی بلڈنگ میں چل رہا ہے۔ موجودہ حالت میں مدرسہ کے شعبہ جونیئر کے بالائی منزل میں اس کا دفتر ہے اور شعبہ سینئر کے بالائی منزل میں بھی کئی کمرے اس ادارہ کو دیا ہے۔ جب کے مدرسہ کے شیش محل ہوسٹل میں سے ۱۵ کمرے حکومت کی جانب سے ادارہ تحقیقات عربی وفارسی کو ہاسٹل کے طور پر استعمال کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ ان میں ادارہ تحقیقات عربی وفارسی کے طلبہ رہتے ہیں۔ یہ ادارہ مستقل طور پر کام کررہا ہے۔ موجودہ حالت میں اس ادارہ میں بہت سے کورس چلائے جارہے ہیں۔ مستقل عمارت نہ ہونے کی وجہ سے ترقی میں رکاوٹ ہے۔

بہار مدرسہ اکزامینیشن بورڈ/ ایجوکیشن بورڈ اور مدارس ملحقہ کو متحرک اور فعال بنانے کیلئے مختلف تنظیمیں وجود میں آتی رہیں۔ ان میں آل بہار مدرسہ اسٹوڈینٹس یونین، مدرسہ اولڈ بوائیز ایسوسی ایشن، جمیعتہ الطلبہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اور بہار اسٹیٹ مدرسہ اولڈ بوائیز ایسوسی ایشن قابل ذکر ہیں۔ ان تنظیموں نے مدارس ملحقہ کے اساتذہ، طلبہ اور ملازمین کے حقوق کے حفاظت کیلئے ہمیشہ کوشش کی اور انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ بالخصوص بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام میں ان تنظیموں کا اہم رول رہا ہے۔ اور ان سبھوں کا مرکز مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی رہا ہے۔

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول ہے۔ اسی مدرسہ کے احاطہ سے یونیورسیٹی کے قیام کی آواز بلند ہوئی اور حکومت نے اس مطالبہ کو عملی شکل دیتے ہوئے اس یونیورسیٹی کے قیام کا اعلان کیا۔ سنسکرت زبان اور اس کے پاٹھ شالہ کی ترقی کے لئے حکومت کی جانب سے سنسکرت یونیورسیٹی کا قیام عمل میں آچکا تھا، صرف مدرسہ کے لئے یونیورسیٹی کے قیام کا عمل باقی تھا، اس لئے یونین نے اس کے لئے زوردار تحریک چلائی کہ حکومت مدارس ملحقہ اور اس کے فارغین کی ترقی اور اس کی تعلیم کے فروغ کے لئے یونیورسیٹی قائم کرے۔ یونین کے اراکین اور اس کے ممبران نے ہر موسم کے تیور کا مقابلہ کیا اور بالآخر حکومت نے ان کے مطالبے کو منظور کرلیا۔ مدارس کے نام پر یونیورسیٹی قائم ہونے میں دشواری بھی آئی، اس لئے سنسکرت کے مقابلے میں عربی وفارسی زبان کے لئے یونیورسیٹی قائم کرنے کی تجویز کو حکومت نے منظوری دی۔ اور اس یونیورسیٹی کو مشہور مجاہد آزادی مولانا مظہر الحق کے نام سے موسوم کرکے

اس کا نام مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی رکھا گیا۔اس طرح ۱۹۹۲ء میں حکومت نے ویر کنور سنگھ یونیورسیٹی آرہ، بی این منڈل یونیورسیٹی مدھے پورہ اور جے پی یونیورسیٹی چھپرہ کے ساتھ مولانا مظہر الحق عربی وفاری یونیورسیٹی کے قیام کا اعلان کیا۔

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام کے اعلان کے بعد حکومت نے ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ کے سابق ڈائرکٹر پروفیسر فیاض الدین حیدر کی قیادت میں ایک خاکہ ساز کمیٹی بنائی۔اس خاکہ ساز کمیٹی کے سامنے مذکورہ بالا حقائق پیش نظر تھے،اس لئے اس خاکہ ساز کمیٹی نے اس انداز پر رپورٹ جمع کیا کہ اس یونیورسیٹی کے ذریعہ عربی وفارسی زبان کے ساتھ اس کے بنیادی ادارے مدارس ملحقہ،ان کے اساتذہ طلباء اور فارغین کا زیادہ سے زیادہ فروغ ہو سکے۔اور اس طرح مدارس کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے راستہ ہموار ہو سکے۔

مذکورہ بالا کمیٹی کی سفارشات میں کچھ کمی محسوس کی گئی،تو پھر ابنائے قدیم کے ایک وفد نے اس یونیورسیٹی کے لئے ترمیم شدہ خاکہ پیش کیا جس میں اس یونیورسیٹی کے خدوخال کے واضح نقوش موجود تھے۔اس خاکہ میں سنسکرت یونیورسیٹی کا تذکرہ موجود تھا،اور اسی انداز پر مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کو قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی،اس وفد نے اس خاکہ کو عزت مآب وزیر تعلیم اور ایجوکیشن کمشنر کے ساتھ دیگر متعلقہ اداروں میں بھی جمع کیا۔توقع ہے کہ دونوں کمیٹی کے ذریعہ تیار کردہ خاکہ یونیورسیٹی کی فائل میں موجود ہوگا۔پھر عزت مآب اخلاق الرحمن قدوائی سابق گورنر کے زمانہ میں پروفیسر عبد المغنی، پروفیسر نذیر احمد اور پروفیسر عابدی پر مشتمل سہ رکنی کمیٹی تشکیل کی گئی،اس کمیٹی کے سابق دونوں کمیٹیوں کے سفارشات کے خلاف اس یونیورسیٹی میں فنکشنل عربی وفارسی کی تعلیم پر زور دیا اور جملہ عربی وفارسی ڈیپارٹمنٹ کو اس یونیورسیٹی میں ضم کردینے کی سفارش کی،اس پر بہت تنقید وتبصرہ ہوا اور ہر طرف سے اس کے خلاف آواز بلند ہوئی،چنانچہ اس پر کوئی عمل نہیں ہو سکا،اور پھر اس یونیورسیٹی کے لئے تعطل کا دور شروع ہو گیا۔میں نے پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی حیثیت سے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔گورنر کی خدمت میں میمورنڈم پیش کیا۔اردو کتاب میلہ کے افتتاح کے موقع پر ۱۷ر نومبر ۲۰۰۷ء کو جب وہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں تشریف لائے تو کلمات خیر مقدم اور سپاسنامہ میں میں نے اس جانب ان کی توجہ مبذول کرائی۔محکمہ تعلیم میں اس یونیورسیٹی کو وجود میں لانے کیلئے پرزور کوشش کی۔دیگر حضرات نے بھی اس میں حصہ لیا۔بالآخر ۲۰ جنوری ۲۰۰۸ کو اخبار میں خبر شائع ہوئی کہ پروفیسر کیپٹن شرف عالم صاحب کو اس یونیورسیٹی کا وی.سی. مقرر کیا۔

مورخہ 27-05-2007 کو ڈائرکٹر ہائر ایجوکیشن کے دفتر میں میٹنگ ہوئی۔اس میں ڈائرکٹر ہائر ایجوکیشن، وائس چانسلر مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی، سکریٹری مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ، جناب حسن وارث صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر سکنڈری ایجوکیشن حاضر تھے۔اس میٹنگ میں مندرجہ ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔تجاویز کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) مدرسہ بورڈ سے ملحق ۲۲ مدارس ہیں جہاں عالم سطح تک کی تعلیم ہوتی ہے اور ۱۲ مدارس جہاں فاضل سطح کی تعلیم ہوتی ہے۔یعنی کل ۳۴ مدارس کو بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے منتقل کر کے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے۔یونیورسیٹی ان مدارس کے عالم اور فاضل کی ڈگری کی منظوری یو جی سی نئی دہلی سے حاصل کرے گی۔

(۲) یہ بھی فیصلہ لیا گیا کہ فی الحال مذکورہ بالا ۳۴ مدارس کی قانونی نگرانی بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ساتھ ہی رہے گی۔مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی صرف ان اداروں کے طلبہ رطالبات کے عالم اور فاضل درجات کا نصاب تعلیم بنائے گی اور امتحانات کا انعقاد کرائے گی۔

(۳) فی الحال مذکورہ بالا ۳۴ مدارس کا الحاق مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کو منتقل کر دیا جائے۔یونیورسیٹی ان اداروں کا معائنہ کرا کر مطمئن ہو جائے گا کہ بہار یونیورسیٹی ایکٹ کے الحاق کے شرطوں کو پورا کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر ان شرطوں میں کسی طرح کی کوئی کمی ہوتی تو ایسی حالت میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی ایسے اداروں کو ایک مقررہ مدت دے کر مجوزہ شرطوں کے سلسلہ میں کاروائی کے لئے وقت دے گی۔

(۴) اس سلسلے میں سکریٹری بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ نے بتایا کہ مذکورہ فیصلے کے سلسلے میں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے منظوری حاصل کرنا مناسب ہوگا۔

(۵) یہ بھی فیصلہ لیا گیا کہ مدرسہ بورڈ کے عالم سطح کے طلبہ رطالبات کو بہار سرکار نے بی.اے. کے برابر منظوری دی ہے، عالم اور اوپر کے ڈگری یافتہ طلبہ رطالبات کو مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے ذریعہ اردو ٹیچر کی حیثیت سے بی ایڈ ٹریننگ دینے اور ڈگری عطا کرنے کے سلسلہ میں بھی سفارش کی گئی۔

اس کے بعد مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کی میٹنگ 05-06-2007 کو عزت مآب وزیر تعلیم کے چیمبر میں ہوئی جس میں ایجوکیشن کمیشنر، وی سی مولانا مظہر الحق عربی و

فارسی یونیورسیٹی، رجسٹرار مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی، پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ، سکریٹری مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، ڈپٹی سکریٹری مدرسہ بورڈ، ڈپٹی ڈائرکٹر سکنڈری ایجوکیشن، صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسیٹی، صدر شعبہ عربی پٹنہ یونیورسیٹی نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں ایجوکیشن کمشنر نے انکشاف کیا کہ بہار یونیورسیٹی ضابطہ کے مطابق مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کو جاری کرنے کیلئے نوٹیفکیشن جاری ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر یونیورسیٹی غیر قانونی ہے۔ میٹنگ میں حاضر تمام ممبران نے درخواست کی کہ جلد نوٹیفکیشن جاری کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔

وزیر موصوف نے میٹنگ میں اس خیال کا اظہار کیا کہ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے احاطہ میں قائم کیا جائے اور ادارہ تحقیقات عربی و فارسی اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو اس میں ضم کر دیا جائے۔ ممبران کے ساتھ پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ وقف نامہ کی روشنی میں ان دونوں کو یونیورسیٹی میں ضم کر دینے سے ان کا تشخص ختم ہو جائے گا۔

وزیر محترم نے میٹنگ میں اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ یونیورسیٹی کی ایک میٹنگ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں کی جائے اور ممبران کو ہدایت دی کہ جلد میٹنگ کر کے اس یونیورسیٹی کو زمین پر اتارنے کی تجویز منظور کی جائے تاکہ یونیورسیٹی کے کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔ چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق مورخہ 07-06-2007 کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل چیمبر میں یونیورسیٹی کی میٹنگ وی سی پروفیسر شرف عالم صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میں ان کے علاوہ موجودہ وی سی پروفیسر قمر احسن، سابق رجسٹرار مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی، مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ، جناب حبیب الرب ڈپٹی سکریٹری مدرسہ بورڈ اور جناب گوپال جی ڈپٹی ڈائرکٹر ہائر ایجوکیشن نے شرکت کی۔ میٹنگ میں مورخہ 27-05-07 میں منظور کردہ تجاویز کی توثیق کی گئی او مشورہ دیا گیا کہ محکمہ تعلیم مذکورہ بالا تجاویز ا سے ۳ کے سلسلے میں ضروری کاروائی کرتے ہوئے ضروری نوٹیفکیشن جاری کر دے تاکہ فوری طور پر یونیورسیٹی کو جاری کیا جا سکے۔ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ لیا گیا کہ تجویز پر ضروری کاروائی کرتے ہوئے مدرسہ بورڈ تجویز نمبر ا، ۲ اور ۳ کے سلسلے میں تجویز کی منظوری سے جلد از جلد محکمہ کو مطلع کرے۔ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کے ذریعہ عالم ر فاضل نصاب تعلیم کو شروع کرنے

کے لئے طریقہ کار پر غور کیا گیا جن تجاویز پر اتفاق ہوا اس کا خلاصہ پیش ہے۔

(الف) جو طلبہ مولوی امتحان سال ۲۰۰۶ میں کامیاب ہونگے ان کا رجسٹریشن مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے ساتھ سال اول عالم کے طالب علم کی حیثیت سے سال ۲۰۰۶ میں ہوگا۔

(ب) اسی طرح عالم فائنل (آنرس) سال ۲۰۰۶ امتحان پاس کئے ہوئے امیدوار یونیورسیٹی کے سال اول فاضل کے طالب علم کی حیثیت سے ان کا داخلہ لیا جائے گا۔

(ج) سیشن 2006-07 کے بعد مدرسہ بورڈ صرف وسطانیہ، فوقانیہ اور مولوی سطح کے امتحانات کا ہی انعقاد کرائے گا۔

(ہ) جو طلبہ رطالبات سال اول عالم اور سال اول فاضل کے طالب علم کی حیثیت سے ۲۰۰۶ میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی سے رجسٹریشن کرائیں گے۔ ان سبھی مدارس ر ادارے کو پرووِیزنل حیثیت سے یونیورسیٹی سے الحاق حاصل کرنا ہوگا۔ چونکہ فوری طور پر تعلیم متاثر نہ ہو اس کے لئے مدرسہ بورڈ عالم رفاضل سطح تک مدارس اور امتحانات کے لئے الحاق لینے والے مدارس کی لسٹ رانتظامی اصول وضوابط باضابطہ یونیورسیٹی کو حاصل کرائے گا تا کہ یونیورسیٹی اپنی سطح پر ایسے مدارس کو معائنہ کے بعد الحاق رمنظوری دے سکے گی۔

(د) مستقل الحاق ملنے تک عالم رفاضل سطح کے سبھی مدارس کے اساتذہ کی ملازمت کی شرطیں، مدارس کا انتظام اور انتظامی نگرانی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے موجودہ شکل میں ہی بنا رہے گا۔

تجویز ۲۔ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی میں کوئی بھی تعلیمی اور غیر تعلیمی عہدہ منظور نہیں ہے، اس سلسلہ میں ضروری عہدوں کی شناخت کر عہدوں کی منظوری کے لئے حکومت کو بھیجا گیا تھا، اس کی منظوری دی جائے۔

تجویز ۳۔ گورنمنٹ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے سینئر سیکشن کو مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کی انسٹی چیوٹ یونٹ بنانے کا فیصلہ حکومت کے ذریعہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ یہ موجودہ انتظامیہ اور انتظامی نگرانی کو برقرار رکھتے ہوئے ہی کیا جائے اور اس سلسلے میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے گورننگ باڈی کی حالت حسب سابق برقرار رہے۔

تجویز ۴۔ گورنمنٹ عربی وفارسی انسٹی چیوٹ کو بھی اس کی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے کنسٹی چیوئنٹ یونٹ بنایا جائے۔

تجویز ۵۔ غور کیا گیا کہ موجودہ حالت میں مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی سرکاری عمارت ۳ پولو روڈ سے کام کر رہی ہے اسے مستقل جگہ دلانے کے مقصد سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں موجود زمین یونیورسیٹی کے دفتر اور مختلف اکائیوں کے قیام کے لئے ناکافی ہے۔ بلکہ اس میں قانونی پیچیدگی بھی آئے گی۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ وقف قانون اور مخصوص شرطوں کی بنیاد پر صوبائی حکومت کو منتقل کیا گیا تھا جس کے لحاظ سے اس کے وقف نامہ میں درج زمین اور جائداد کا استعمال صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی ترقی کے لئے ہی کیا جائے گا۔ ایسی حالت میں اس کی جائداد یونیورسیٹی کے نام سے کوئی بھی عمارت کی تعمیر ممکن نہیں ہے۔

ضرورت کے مطابق عمارت اور زمین کی کمی کی وجہ سے اس یونیورسیٹی کو یو جی سی نوٹیفکیشن 12(B) کے مطابق منظوری نہیں مل سکے گی۔

مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کو ویر چند پٹیل مارگ پر موجود سلطان پیلیس کو دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس عمارت میں یونیورسیٹی کی ضرورت کے مطابق عمارت اور زمین موجود ہے۔ مختلف تنظیموں اور اداروں کے ذریعہ بھی سلطان پیلیس میں اس یونیورسیٹی کو منتقل کرنے کی مانگ کی جاتی رہی ہے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ سابق گورنر و وائس چانسلر عزت مآب ایم راما جوائس نے بھی اس عمارت کو زمین کے ساتھ اس یونیورسیٹی کو دینے کی خواہش جتائی تھی۔ موجودہ متبادل انتظام کیلئے فوری طور پر اس یونیورسیٹی کو بیلی روڈ پر واقع مکان ۵ کو دینا مناسب ہوگا۔ محکمہ فروغ انسانی وسائل نے اپنے مکتوب کے ذریعہ اس سلسلہ میں ضلع مجسٹریٹ پٹنہ کو اس یونیورسیٹی کی ترقی کیلئے زمین شناخت کرنے کی ہدایت دی تھی۔ اس طرح یونیورسیٹی کو زمین پر اتارنے کیلئے کوشش کی جاتی رہی۔ پروفیسر کیپٹن شرف عالم نے اپنے دور میں اہل مدارس سے رابطہ قائم کیا، ان کے ساتھ میٹنگ کی، حکومت کی سطح پر میٹنگ کرا کر پہلے مدارس ملحقہ کو اس یونیورسیٹی کے ساتھ جوڑنے کی تجویز منظور کر دی، اس پر عمل درآمد کا وقت شروع ہوا کہ ان کی مدت ختم ہو گئی۔ ان کا یہ عمل مشعل راہ رہا جس پر عملی اقدام کر کے اس یونیورسیٹی کو آگے بڑھایا گیا۔ اس طرح اب عالم اور فاضل، کے امتحانات مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کے ذریعہ منعقد کرائے جا رہے ہیں اور ڈگری بھی یونیورسیٹی کی جانب سے دی جا رہی ہے جس کی وجہ سے فارغین مدارس کو ترقی کے وسیع مواقع حاصل ہو گئے ہیں۔ پھر بھی مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کو ترقی کے منازل طے کرانے کیلئے کامیشور سنگھ سنسکرت یونیورسیٹی کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس یونیورسیٹی کے قوانین بہار

یونیورسیٹز لا میں موجود ہیں۔ ان کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس یونیورسیٹی کے قیام کا مقصد اوراس کے اداروں کا فروغ ہے۔ اسی اعتبار سے اس کی فیکلٹی کے نام بھی ہیں۔ اس یونیورسیٹی کی فیکلٹی کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) فیکلٹی آف وید (۲) فیکلٹی آف درشن (۳) فیکلٹی آف اسٹرولوجی (۴) فیکلٹی آف آیوروید (۵) فیکلٹی آف پران (۶) فیکلٹی آف لٹریچر اینڈ لینگویج (۷) فیکلٹی آف سوسولوجی۔

مذکورہ بالا تمام فیکلٹی میں بحالی اس یونیورسیٹی سے ڈگری حاصل کرنے والے فارغین کی ہوتی ہے۔ اس یونیورسیٹی کے ذریعہ عطا کی جانے والی ڈگری کا نام اچارج اور شاستری ہے جو گریجویشن اور ایم اے کے مساوی ہے۔ اس کو یو جی سی نے منظوری دی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہ لیا جائے کہ اس یونیورسیٹی میں عربی وفارسی کے علاوہ اور کوئی تعلیم نہیں ہوگی بلکہ یہ یونیورسیٹی ہے، اس میں پوری گنجائش موجود ہے، لیکن اس کا بنیادی مقصد عربی وفارسی زبان اوراس کے بنیادی ادارے مدارس کا فروغ ہے، بقیہ اس کے بعد۔۔۔ اس یونیورسیٹی کو ترقی دینے کے لئے سب سے پہلے ضروری ہے کہ سنسکرت یونیورسیٹی لا کو سامنے رکھتے ہوئے اس یونیورسیٹی کے لئے قوانین اور ضابطے بنائے جائیں اور اس کے لئے عربی اور فارسی زبان کے ساتھ ساتھ مدارس کی تعلیم کے ماہرین کو بھی اس ٹیم میں شامل کیا جائے تاکہ یہ یونیورسیٹی ایک منفرد اور مثالی یونیورسیٹی ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بن جائے۔

اس طرح مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے وجود میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول ہے۔ یہی نہیں بلکہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ مدارس ملحقہ کے لئے سرچشمہ ہے، اسی طرح مولانا مظہر الحق یونیورسیٹی کو بھی مدارس ملحقہ کے لئے سرچشمہ بنانا ہوگا، تب ہی یہ یونیورسیٹی اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے اپنے قیام کے سوسالہ مدت کے درمیان صوبہ بہار کی تعلیمی تحریک میں اہم رول ادا کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ توقع ہے کہ یہ ادارہ آئندہ مزید ترقی کے مراحل طے کرے گا اور ملک وملت کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے میں اہم رول ادا کرے گا۔

(الشمس)

نوٹ:۔ مدرسہ کے احاطہ میں یونیورسیٹی کے قیام اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اور ادارہ تحقیقات کو ضم کرنے کے نوٹیفکیشن کو منسوخ کر دیا گیا۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کی خدمات ماضی اور حال کے آئینے میں

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی صوبہ بہار کی راجدھانی پٹنہ شہر میں واقع ہے، پٹنہ شہر ایک تاریخی شہر ہے، اس کا اشوک راج پتھ علمی اعتبار سے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے، اشوک راج پتھ پر گاندھی میدان سے انجینئرنگ کالج تک تعلیمی اداروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ اسی اشوک راج پتھ پر پٹنہ سائنس کالج کے سامنے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی کا وسیع وعریض احاطہ ہے۔ پٹنہ سائنس کالج کے گیٹ کے سامنے اشوک راج پتھ پر مدرسہ کا بڑا سا گیٹ اس کے سامنے بلڈنگ اور ہاسٹل کی عمارت اشوک راج پتھ ہی سے نظر آتی ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی ایک تعلیمی درسگاہ ہے۔ اس کو الحاج جسٹس سید نور الہدیٰ نے اپنے والد شمس الہدیٰ کے نام پر قائم کیا۔ بانی مدرسہ الحاج سید نور الہدیٰ 1854ء میں عظیم آباد کے ایک محلہ لودی کٹرہ پٹنہ سیٹی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مروجہ دستور کے مطابق ہوئی۔ اس وقت کے مشہور صاحب نسبت بزرگ وعالم مولانا محمد کمالؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ مروجہ تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم کے لئے اسکول کے جانب متوجہ ہوئے، یہاں تعلیم مکمل کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے کیمبرج یونیورسیٹی گئے اور وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ واپسی کے بعد کلکتہ میں بیرسٹری کی پریکٹس شروع کی۔ بیرسٹری میں بہت شہرت حاصل کی، یہاں تک کہ حکومت نے آپ کو مظفر پور کا منصف بنا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد بنگال کے تین اضلاع کا سیشن جج بنا دیا۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد الحاج سید نور الہدیٰ نے اپنی زندگی کو قومی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ آپ کا سب سے اہم کارنامہ اور یادگار مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہے، اس کو جج صاحب مرحوم نے یکم نومبر ۱۹۱۲ء میں قائم کیا۔ اور اپنی زمین کو مدرسہ کے لئے وقف کر دیا۔ ۱۹۱۹ء میں مدرسہ کو حکومت کی تحویل میں دے دیا۔ یکم جون ۱۹۲۰ء سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ حکومت کی تحویل میں خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ صوبہ بہار میں تنہا مدرسہ ہے جو براہ راست حکومت کی تحویل میں ہے۔ اس طرح یہ گورنمنٹ

مدرسہ ہے، اس کے علاوہ دیگر مدارس بورڈ سے ملحق ہیں، اس لئے مدارس ملحقہ کہلاتے ہیں۔ اس مدرسہ کے قیام کے وقت درس نظامیہ کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی، سرکاری تحویل میں جانے کے بعد مشرقی علوم وفنون کے ساتھ عصری مضامین کو بھی نصاب تعلیم میں شامل کیا گیا۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ایک قدیم تعلیمی ادارہ ہے اس کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے، ان میں تعلیمی بیداری، تعلیمی خدمات، ادبی خدمات، سیاسی خدمات، علمی خدمات، سماجی خدمات ودیگر اداروں کا قیام وغیرہ قابل ذکر ہیں، ان میں سے ہر ایک کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

تعلیمی بیداری:۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کا صوبہ بہار میں تعلیمی بیداری کے سلسلے میں اہم رول ہے۔ سب سے پہلے اس ادارہ میں مدارس کے نصاب تعلیم میں عصری علوم کو شامل کیا، اور مدارس کے فارغین کے لئے سرکاری ملازمت میں موقع فراہم کرانے کے لئے ایک کوشش شروع کی گئی، اس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آیا۔ آج صوبہ بہار میں ہزاروں مدارس ملحقہ کے ذریعہ درس وتدریس کا کام ہو رہا ہے۔ اور مدارس کے طلباء دینی علوم کے ساتھ عصری علوم وفنون کو حاصل کر کے ملت کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کا اہم کارنامہ ہے۔

تعلیمی خدمات:۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی تعلیمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ سرکاری تحویل میں مدرسہ کو دینے کے ساتھ اس کے نصاب تعلیم میں عصری علوم کو شامل کیا گیا تاکہ مدارس کے طلباء اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے سرکاری ملازمت حاصل کر سکیں ساتھ ہی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو سکیں۔ اس طرح مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلباء وفارغین اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے تعلیمی میدان میں اپنا اور ادارہ کا نام روشن کر رہے ہیں، ساتھ ہی ملک وملت کی خدمت کر رہے ہیں۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے فارغین پرائمری اسکول سے یونیورسیٹی تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کی تعداد کثیر ہے، پہلے یونیورسیٹی وکالج سے تعلق رکھنے والے حضرات میں سے چند کے نام پیش ہیں۔

(۱) پروفیسر مختار الدین آرزو، سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسیٹی علی گڑھ (۲) پروفیسر عبد الغنی سابق وی سی متھلا یونیورسیٹی، دربھنگہ (۳) پروفیسر فضل کبریا، شمسی سابق صدر شعبہ عربی، پٹنہ یونیورسیٹی (۴) پروفیسر محمد غفار صدیقی، صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسیٹی (۵) پروفیسر رضوان الحق ندوی، مارواڑی کالج، کشن گنج (۶) پروفیسر طیب صدیقی صدر شعبہ اردو متھلا یونیورسیٹی (۷) پروفیسر بدیع الزماں صدر شعبہ اردو آر کے کالج مدھوبنی (۸) پروفیسر عبد اللطیف صدری، ڈی ایس کالج کٹیہار (۹) پروفیسر ناصر خاں جلالی، سابق صدر شعبہ عربی، اردو ڈی ایس کالج کٹیہار

(۱۰) پروفیسر قاضی عبدالوارث ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ (۱۱) پروفیسر عید محمد انصاری شعبہ فارسی بہار یونیورسیٹی مظفر پور (۱۲) پروفیسر ارشد جمیل شعبہ اردو متھلا یونیورسیٹی در بھنگہ (۱۳) پروفیسر احمد حسین صدر شعبہ اردو مرزا غالب کالج گیا (۱۴) پروفیسر عبدالواحد انصاری، نائب صدر اردو اکادمی ، پٹنہ (۱۵) پروفیسر انوار الحق تبسم ، شعبہ تاریخ اورینٹل کالج ، پٹنہ (۱۶) پروفیسر رئیس صدری صدر شعبہ اردو سمستی پور کالج سمستی پور (۱۷) پروفیسر واعظ الحق ، آر کے کالج ، موتیہاری (۱۸) پروفیسر شمس الضحیٰ ، شعبہ عربی پٹنہ کالج پٹنہ (۱۹) پروفیسر خواجہ اکرام الدین شمسی ، جواہر لال نہرو یونیورسیٹی دہلی (۲۰) پروفیسر رضوان الرحمان شعبہ عربی جے. این. یو. دہلی (۲۱) پروفیسر وصی اختر شعبہ فارسی بی این کالج ، پٹنہ (۲۲) پروفیسر اظہر اللہ ٹریننگ کالج ، دھنباد (۲۳) پروفیسر فخر الدین خاں ، سابق اسلامیہ کالج ، پھلواری شریف (۲۴) پروفیسر آل نبی سلفیہ میڈیکل کالج ، لہریا سرائے در بھنگہ (۲۵) محمد ابو اللیث مگدھ یونیورسیٹی کے کسی کالج میں پروفیسر ہیں (۲۶) محمد احسان علی ، فیکلٹی آف ایجوکیشن گڈا کالج ، گڈا۔ مؤخر الذکر آٹھ میرے شاگردوں میں سے ہیں۔ جہاں تک پرائمری اور ہائی اسکول کی بات ہے تو ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے کچھ کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) ارشد استھانوی ہیڈ ماسٹر صغرائی ہائی اسکول بہار شریف (۲) سرور اسلام ہیڈ ماسٹر ضلع اسکول بھاگل پور (۳) شفیع الزماں معظم انچارج ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول راگھو پور ویشالی (۴) امجد حسین ، ہائی اسکول ضلع نالندہ (۵) ہارون رشید (۶) علی امام ، ہائی اسکول للمنیا مدھوبنی (۷) اسد اللہ ہائی اسکول استھواں ، در بھنگہ (۸) سمیع الزماں ، ہائی اسکول متھورا گوکھلا ویشالی (۹) اذکار احمد ، پوپری ہائی اسکول سیتامڑھی (۱۰) افتخار احمد ضلع اسکول موتیہاری (۱۱) محمد انظار احمد ملک ہائی اسکول خیروا ، مشرقی چمپارن (۱۲) صلاح الدین ، ہائی اسکول پرسونی ، سیتامڑھی (۱۳) اکبر حسین ، ہائی اسکول ، ضلع مظفر پور (۱۴) ظفر حسین ہائی اسکول سرونا مشرقی چمپارن (۱۵) ریاض الدین ہائی اسکول سنوکھر بھاگلپور (۱۶) عقیل احمد آسی۔ ہائی اسکول گھوگھر ڈیہا ضلع مدھوبنی (۱۷) راشد الخیری ، ہائی اسکول جے نگر ، مدھوبنی (۱۸) عبدالمغنی ، ہائی اسکول مکامہ (۱۹) محمد ظفیر احمد ہائی اسکول شیوہر ، ضلع شیوہر (۲۰) طارق رشید ، بلر ہائی اسکول ، پٹنہ (۲۱) محمد فیاض عالم ہائی اسکول بردا ہا ارریہ (۲۲) محمد اسد ہائی اسکول آرھا ، مونگیر (۲۳) محمود عالم ہاشمی ، ہائی اسکول پورنیہ (۲۴) محمد آفتاب عالم ، ہائی اسکول نونیا ، مشرقی چمپارن (۲۵) محمد انظار احمد ہائی اسکول ایکما مدھوبنی (۲۶) محمد شمیم اختر ہائی اسکول کوانچھ روہتاس (۲۷) محمد امان اللہ ہائی اسکول سرنڈ ، سیتامڑھی (۲۸) محمد کلام الدین ، ہائی

اسکول لال گنج ویشالی (۲۹) محمد جمیل اختر ہائی اسکول ہری نگر مغربی چمپارن (۳۰) اعجاز احمد ہائی اسکول منہار اجموئی (۳۱) نجم الہدیٰ ہائی اسکول سرسنڈ سیتامڑھی (۳۲) شمیم اختر ہائی اسکول کملا سر سنڈ سیتامڑھی (۳۳) افتخار احمد ہائی اسکول فتح پور، شیوہر (۳۴) سہیل اشرف ہائی اسکول جوگیارہ دربھنگہ (۳۵) زبیر احمد ہائی اسکول متنجھار پور مدھوبنی (۳۶) ہارون رشید نودئے ودیالیہ او کھلائی دہلی (۳۷) مسعود، ہائی اسکول دیوگھر، مدھوبنی (۳۸) مقصود، ہائی اسکول دربھنگہ (۳۹) سرفراز ہائی اسکول سمستی پور (۴۰) شوکت علی، ہائی اسکول سمستی پور (۴۱) محمد سلام، ہائی اسکول سمستی پور۔

مذکورہ بالا فہرست فارغین مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی ہے جو ہائی اسکول میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ کچھ نام ہیں، مکمل فہرست طویل ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سبھی میرے شاگرد ہیں۔ پرائمری اسکول میں بھی فارغین مدرسہ کی بڑی تعداد ہے اور یہ سبھی میرے شاگردوں میں ہیں۔ محکمہ تعلیم کے علاوہ دیگر محکموں میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے فارغین کی ایک معتدبہ تعداد موجود ہے۔

(۱) مظفر اشرفی، اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر ریٹائرڈ ہو گئے۔ (۲) اظہار احمد سابق آئی جی پنجاب، بہت سے اہم عہدوں پر فائز رہے (۳) احمد حسین، سابق انکم ٹیکس کمشنر، بہت سے اہم عہدوں پر فائز رہے (۴) ضیاء الرحمان غوثی مرکزی حکومت کے اہم عہدوں پر فائز رہے (۵) عبد المنان سی او بیگوسرائے (۶) انوار الاسلام سی او کشن گنج (۷) عبد القیوم انصاری، سکریٹری انجمن ترقی اردو بہار (۸) شاہنواز خاں کمشنر جھارکھنڈ (۹) مختار احمد اسسٹنٹ کمشنر (۱۰) انصار عادل سی او چھپرہ کے بلاک میں (۱۱) خورشید اکرم سی او دربھنگہ کے بلاک میں (۱۲) کبیر الدین بی ڈی او مدھوبنی کے بلاک میں (۱۳) نثار الحق انکم ٹیکس آفیسر پٹنہ (۱۴) ریاض احمد سیل ٹیکس کمشنر کلکتہ (۱۵) محمد انعام الدین مینیجر ایل آئی سی چمپارن زون (۱۶) محمد شفیع اللہ آزاد اردو مترجمین ٹرانسلیٹر موتیہاری (۱۷) ابرار احمد رحمانی ایڈیٹر آج کل نئی دہلی (۱۸) محمد حسن سی او میڈیکل آفیسر دھنباد (۱۹) محمد لقمان یونانی میڈیکل آفیسر، بتیا چمپارن (۲۰) محمد جمیل یونانی میڈیکل آفیسر (۲۱) غلام نبی یونانی میڈیکل آفیسر، پوکھریرا، سیتامڑھی۔ مؤخر الذکر ۱۲ رمیرے شاگردوں میں سے ہیں۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے فارغین میں علماء کی تعداد بھی کثیر ہے۔ آزادی کے بعد 1962ء تک بحالی کے لئے فاضل اردو یا فارسی کی کوئی شرط نہیں تھی۔ بلکہ کوئی بھی فاضل کسی بھی تعلیمی ادارہ میں بحال ہو سکتا تھا۔ اس لئے فاضل حدیث، فاضل تفسیر اور فاضل فقہ وغیرہ میں بھی وہ داخلہ لیتے تھے لیکن نیا

نصاب نافذ ہونے کے بعد ہائی اسکول وغیرہ میں بحالی کے لئے آنرز اردو، فارسی کے ساتھ فاضل کی تعلیمی لیاقت ضروری ہوگئی۔ اس لئے مذکورہ بالا مضامین میں طلباء کی کمی ہوگئی لیکن پھر بھی بہت سے طلباء آج بھی عالمانہ وضع قطع میں رہتے ہیں۔ اور وہ مدرسہ سے فارغ ہوکر مدارس ملحقہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور آج بھی دے رہے ہیں۔ ان میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مولانا عبدالرحمان، سابق امیر شریعت بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ (۲) مولانا سید ابوالقاسم سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۳) مولانا سید محمد صدر الحق سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۴) مولانا عبدالقیوم سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۵) مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ (۶) مولانا حسن رضا خاں ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ (۷) مولانا خواجہ عبدالباری استاذ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۸) مولانا محمد سعید احمد استاذ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۹) مولانا سید مختار احسن سابق استاد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۱۰) مولانا ظفیر احمد، ہیڈ مولوی مدرسہ انجمن مفید الاسلام پٹنہ سیٹی (۱۱) مولانا مطیع الرحمان امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (۱۲) مولانا سید وجہ اللہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (۱۳) مولانا ریاض الدین، بھاگلپور کے ہائی اسکول میں ٹیچر ہیں۔ (۱۴) مولانا اظہار اجملی استاذ پرائمری اسکول موتیہاری (۱۵) مولانا امجد حسین استاد مدرسہ محمدیہ استھانواں، نالندہ (۱۶) مولانا حشمت علی ہیڈ مولوی مدرسہ محمدیہ استھانوں، نالندہ۔ مؤخر الذکر سات اساتذہ میرے شاگرد ہیں۔

مدرسہ کے فارغین میں سے چند داروغہ کے ٹسٹ میں بھی کامیابی حاصل کی ہے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔ (۱) محمد علاء الدین (۲) اصغر جاوید (۳) مہتاب عالم (۴) شاہ عالم یہ سبھی میرے شاگرد ہیں۔

مدرسہ فارغین میں سے کورٹ میں بھی وکالت کرتے ہیں، ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔ (۱) محمد توصیف (۲) مصور عالم، پٹنہ ہائی کورٹ (۳) اعجاز حسین، اے پی پی سپریم کورٹ، نئی دہلی۔ یہ تینوں میرے شاگرد ہیں۔

ادبی خدمات:۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی ادبی خدمات قابل ستائش ہے۔ اس میں اور مدارس ملحقہ میں ذریعہ تعلیم اردو ہے۔ اور اردو زبان وادب یہاں کے نصاب میں باضابطہ

شامل ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ صوبہ بہار میں اردو زبان وادب کے ارتقاء میں مدارس کا اہم رول ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ اردو مدارس کی وجہ سے زندہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا تعلق ادب سے بہت گہرا ہے۔اس کے فارغین میں شعراء افسانہ نگار اور تنقید نگار بھی ہیں۔ان کے خدمات کے آج بھی لوگ معترف ہیں،ان میں سے چند کے نام پیش ہیں۔

(۱) پروفیسر ظفر اوگانوی،سابق سکریٹری اردو اکادمی،مغربی بنگال (۲) پروفیسر عبدالمغنی (۳) پروفیسر مختار الدین آرزو (۴) مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی (۵) فخرالدین عارفی، سابق سکریٹری انجمن ترقی اردو بہار (۵) شفیع الرحمان شفیع،محمڈن انگلو ہائی اسکول،پٹنہ سیٹی وناظم اعلیٰ ''سلسلہ'' پٹنہ خانقاہ منعمیہ متین گھاٹ،پٹنہ سیٹی(ُ) عزیر انجم،رپورٹر قومی تنظم، موتیہاری (۸) ڈاکٹر پرویز انجم،استاذ ذاکر حسین ہائی اسکول،سلطان گنج،پٹنہ (۹) محمد شکیل احمد شمسی،خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری،پٹنہ (۱۰) حافظ اعلم حسین،ہائی اسکول (۱۱) زین رامش (۱۲) عبدالقادر فیض (۱۳) محمد شاہنواز متعلم مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ،پٹنہ (۱۴) محمد سیف اللہ، سب ایڈیٹر قومی تنظیم،پٹنہ (۱۵) محمد جاوید اختر تمنا اصلاحی شمسی،کمپیوٹر آپریٹر روزنامہ قومی تنظیم،پٹنہ مؤخرالذکر نو میرے شاگرد ہیں۔

سیاسی خدمات:مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ،پٹنہ کا قیام ملک کی آزادی سے پہلے عمل میں آیا۔اس زمانہ میں آزادی کی تحریک شروع ہو چکی تھی۔ظاہر ہے کہ اس سے اس ادارہ کا متاثر ہونا بھی ایک فطری بات ہے۔چنانچہ مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ملک کی تحریک آزادی میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ،پٹنہ کے اساتذہ اور فارغین نے خوب حصہ لیا۔آزادی کے بعد بھی بہت سے فارغین سیاست میں رہے،فارغین میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا بیتاب صدیقی،سابق استاذ رام موہن رائے سمری (۲) شمائل نبی،سابق وزیر صحت حکومت بہار (۳) منصور عالم سلفی،سابق وزیر محکمہ فلاح،حکومت بہار (۴) پروفیسر عبدالغفور،چیرمین بہار ریاستی حج کمیٹی،پٹنہ (۵) افسر امام،سماجی کارکن،چمپارن مؤخرالذکر دو میرے شاگرد ہیں۔

ی خدمات:۔مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ،پٹنہ کے اساتذہ،طلباء اور فارغین کو درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف سے بھی تعلق رہا ہے۔اس طرح کے اساتذہ وفارغین کی تصانیف میں سے چند کا ذکر پیش ہے۔

(۱) نزل الشوریٰ۔مولانا اصغر حسین بہاری (۲) تاریخ صقلیہ، تاریخ اندلس، عہد رسالت و خلفائے راشدین، عہد اسلامی کا ہندوستان، اسلامی نظام تعلیم وائمہ اسلام۔ مولانا ریاست علی ندوی (۳) شرح ازہار العرب، القول الاحسن۔ مولانا حفیظ الرحمان (۴) شرح مقامات بدیع الزماں الہمدانی۔ مولانا سید صدر الحق (۵) المقامات الرسائل۔ مولانا محمد علاء الدین (۶) تقریر ترمذی۔ مولانا محمد قاسم (۷) نور ہدیٰ، مولانا محفوظ الرحمان (۸) پروفیسر عبدالمغنی اور پروفیسر مختار الدین کی بہت سی کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ میری بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔ (۱) تذکرہ علمائے بہار جلد اول و دوم (۲) قدیم اردو زبان کی تاریخ (۳) جدید اردو قواعد (۴) اسلامک اسٹڈیز ہندی (۵) تفسیر سورہ فاتحہ (۶) حضرت اویس قرنی (۷) ہماری نمازیں وغیرہ

سماجی خدمات: مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، قلب شہر میں واقع ہے۔ یہ علاقہ مسلم سرگرمیوں کا محور ہے۔ مدرسہ کے طلباء بھی سماجی وملی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جلسہ ہو تو اس میں رضا کار کے طور پر خدمت انجام دیتے ہیں۔ ریلیف کا وقت ہو تو ریلیف جمع کرنے میں حصہ لیتے ہیں۔ رابطہ ادب اسلامی کا سیمینار، پیام انسانیت کا جلسہ، مسلم پرسنل لاء بورڈ کا جلسہ، جمعیۃ علماء ہند کا جلسہ، حجاج کرام کی خدمت کے لئے رضا کار۔ ہر ایک میں مدرسہ کے طلباء پیش پیش رہتے ہیں اور ملی سرگرمیوں میں ان کی ایک شناخت ہے۔ ان دنوں حج بھون میں مدرسہ کے طلباء حاجیوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اس طرح زمانہ طالب علمی ہی سے ان میں سماجی وملی خدمات کا جذبہ ہوتا ہے۔ اس طرح مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کا سماجی وملی خدمات میں بھی اہم رول ہے۔

دیگر اداروں کا قیام:۔ بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کو ترقی کے منازل سے گذر کر بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بنانے کا سہرا مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے سر جاتا ہے۔ اس میں مدرسہ کے فارغین اور اس زمانہ میں موجود طلباء نے اس کے لئے بھرپور کوشش کی۔ بہار اسٹیٹ، مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ ہونے سے مدرسہ کی ڈگری کو مساوات کا درجہ حاصل ہوا۔ ادارہ تحقیقات عربی وفارسی، پٹنہ کے قیام میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کا اہم رول ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ مدرسہ کے اساتذہ، طلباء اور فارغین نے بھی اس کے لئے کوشش کی اور اس طرح یہ ادارہ قائم ہوا۔ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا خاص حصہ ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ، طلبہ اور فارغین نے اس کے لئے تحریک چلائی۔ اس طرح یہ

ادارہ بھی اپنے قیام میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کا رہین منت ہے۔ پٹنہ طبی کالج، پٹنہ کے قیام میں بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کا اہم رول ہے۔ پہلے طب کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں ہوتی تھی، مدرسہ کے فارغین اور اس زمانہ میں موجود طلباء کی کوشش سے یہ ادارہ بھی وجود میں آیا۔ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی کے قیام میں مدرسہ کے ابنائے قدیم اور اس وقت کے طلباء دونوں کا حصہ ہے۔ طلباء بھی میرے شاگردوں میں شامل ہیں۔

نوری مسجد:۔ مدرسہ کے احاطہ میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔ یہ مسجد نوری مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ اس طرح اس مسجد سے تبلیغی کام بھی ہوتا ہے۔ مدرسہ کے طلباء بھی اس میں حصہ لیتے ہیں۔

مسلکی اختلاف سے دوری:۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس میں تعلیم حاصل کرنے والے سنی، اہل حدیث اور شیعہ سبھی مسلک کے طلباء رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ لیکن ان میں کبھی جھگڑے کی بات نہیں ہوتی ہے۔ ہر ایک اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ اس سے ان کا ذہن اور مزاج معتدل رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو شمسی لکھتے ہیں اور ہر موقع پر شمسی مزاج کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ نے گذشتہ اوراق میں مدرسہ کی ماضی کے ساتھ حال کا ذکر بھی پڑھا۔ اس ادارہ سے زمانہ کا ماضی یقیناً تابناک رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا حال بھی زیادہ مایوس کن نہیں ہے۔ تعلیمی انحطاط کے اس طور میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کی خدمات آج بھی قابل فخر اور قابل ستائش ہے۔

(مورخہ ۲۱ر جنوری ۲۰۰۶ء روزنامہ قومی تنظیم، پٹنہ۔ بشکریہ آل انڈیا ریڈیو)

نوٹ:۔ اس مضمون میں درج بہت سے فارغین کے عہدہ اور جگہ میں تبدیلی ہوگئی ہے۔

ایک مثالی پرنسپل مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی

سابق طالب علم کا تاثر

نور عالم ابراہیم

شہر عظیم آباد سدا سے علم وفن کا گہوارہ رہا ہے اور دینی وعصری علوم کے تاریخی ادارے اس شہر میں ہمیشہ رہے ہیں جو ہر دور میں تشنگان علم کو سیراب کرتے رہے ہیں۔ ان ہی تاریخی اداروں کی کڑی میں پٹنہ کے قلب میں ایک تاریخی ادارہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہے جو پٹنہ کے مصروف شاہراہ اشوک راج پتھ پر واقع ہے جسے الحاج سید نورالہدیٰ مرحومؒ نے قوم وملت کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے 1912 میں قائم کیا اور تب ہی سے یہ قوم وملت میں تعلیمی انقلاب برپا کرنے میں اپنا رول ادا کر رہا ہے اور زمانے میں علم کی روشنی بکھیر رہا ہے۔

کسی بھی ادارے کو بہتر ڈھنگ سے چلانے میں پرنسپل کا اہم رول ہوتا ہے جو ادارے کو منظم اور بہتر طریقے سے چلاتے ہیں اور ادارے کو اپنی خدمات دے کر ایک وقت مقررہ کے بعد رخصت ہو جاتے ہیں مگر ہر ادارے کی تاریخ میں کچھ لوگ ایسے آتے ہیں جو ادارے سے جانے کے بعد یعنی ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اپنی نقوش چھوڑ جاتے ہیں، جس کے لئے ان کا نام احترام سے لیا جاتا ہے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے بھی اپنی تاسیس سے لے کر آج تک کی تقریباً 75 سال کی مدت میں کئی پرنسپل کے ادوار دیکھے ہیں مگر مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی نے بحیثیت پرنسپل مدرسے پر جو نشان چھوڑا ہے وہ قابل رشک ہے۔

مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی صوبہ بہار کے مشہور ومعروف ضلع دربھنگہ کے جالے بلاک کے علمی اعتبار سے زرخیز گاؤں دوگھرا سے تعلق رکھتے ہیں وہیں آپ کی پیدائش 25 اکتوبر 1951ء کو ہوئی۔ آپ مختلف اداروں سے فاضل ہیں اس کے ساتھ ہی آپ نے عصری علوم حاصل کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ ماشاءاللہ آپ نے بحیثیت پرائیویٹ امیدوار میٹریکولیشن سے لے کر ڈبل ایم اے تک کیا ہے الغرض کہ علمی اعتبار سے آپ کی شخصیت کافی بلند ہے۔

آپ کی عملی زندگی کا آغاز 1976ء میں ہوا جب آپ نے بحیثیت استاذ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو جوائن کیا اور تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ 1997ء ادارے کے

لئے اہم اور تاریخی سال ثابت ہوا جب آپ نے پرنسپل کے طور پر چارج لیا۔ پرنسپل کا چارج لیتے ہی آپ اور جوش وخروش کے ساتھ ادارے کی خدمت میں تن من دھن سے لگ گئے۔ جس وقت آپ نے ادارے کا چارج لیا تھا اس وقت کا شمس الہدیٰ اور آج کے شمس الہدیٰ کو دیکھنے کے بعد خود بخود فرق سمجھ میں آجاتا ہے کہ واقعی کس طرح آپ نے مدرسہ ہذا کو سینچا ہے۔

پرنسپل کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ادارے کی تعلیمی وتعمیری فروغ کے لئے آپ ہمہ تن مصروف ہو گئے، تعمیری اعتبار سے تو آپ نے مدرسے کا نقشہ ہی بدل دیا۔ مدرسہ کیمپس کی جو سڑکیں تھیں وہ کچی تھیں اور ہلکی بارش ہونے پر کیچڑ پھسلن ہو جاتی تھی جس پر چلنا کافی دشوار ہوتا تھا آپ نے ان سڑکوں کو پختہ کرایا۔ مدرسہ کے احاطہ میں واقع دارالاقامہ شیش محل کے مشرقی حصہ کی تعمیر پروفیسر جابر حسین، الیاس حسین اور رام کرپال یادو کی مدد سے کرائی۔ مدرسہ ہذا کی جو Main Building ہے جس پر پرنسپل آفس اور مدرسہ کا دفتر بھی ہے اور سینئر کلاسیز بھی چلتے ہیں اس کی دوسری منزل کے مشرقی حصہ کی نصف تعمیر آپ کی ہی دین ہے۔ مدرسہ میں ٹیلیفون نہیں تھا، آپ نے اس کو لگایا۔ پرنسپل کوارٹر کے سامنے باؤنڈری کرایا، جس کی وجہ سے اس کا حسن بڑھ گیا۔ مسجد کے پاس احاطہ بندی کرایا۔ مسجد کے سامنے پلاسٹر کرایا، جس کی وجہ سے نمازیوں کو سہولت ہو گئی۔ شیش محل ہاسٹل کے پیچھے زمین کو بھی پلاسٹر کرایا، جس کی وجہ سے اس طرف کی صفائی پوری ہو گئی۔ مدرسہ کے ہاسٹل کے نام کو سابق پرنسپل کے نام پر کر دیا، جس کی وجہ سے بزرگوں کا نام زندہ ہوا۔

کسی بھی تعلیمی ادارے کے لئے لائبریری قلب کی حیثیت رکھتی ہے، مدرسہ ہذا میں مولانا موصوف کے پرنسپل بننے سے قبل لائبریری کے نام پر صرف ایک کمرہ تھا جس میں نہ کوئی ریڈنگ روم تھا اور نہ دیگر کسی طرح کی کوئی سہولت، پرنسپل کا عہدہ سنبھالتے ہی آپ نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا اور اس کی بھرپائی کے لئے کوشش میں لگ گئے اور بالآخر آپ کی کوشش رنگ لائی اور ڈاکٹر شمیم احمد ایم ایل سی کے فنڈ سے لائبریری تعمیر کرانے میں کامیاب ہوئے۔ آج ادارے کے پاس دو منزلہ شاندار لائبریری ہے جس میں ریڈنگ روم کا باضابطہ انتظام ہے جس سے طلبا استفادہ کر رہے ہیں اور ادارے میں بالخصوص ہاسٹل میں تعلیمی ماحول کو بہتر کرنے میں کافی مدد ملی ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ آپ نے لائبریری کی بالائی منزل پر ادارے کے ابنائے قدیم اور ریسرچ اسکالرس کے لئے خوبصورت اور آرام دہ مہمان خانہ کی بھی تعمیر کرائی ہے جس میں قیام کرنے کے لئے ہر طرح کی سہولت دستیاب ہے۔ مہمان خانہ کی تعمیر آپ کی بہترین سوچ کا

نتیجہ ہے۔ ادارے میں ایک تاریخی ہال ہے جس میں اکثر و بیشتر علمی پروگرام و تقاریب ہوتے رہتے ہیں اس ہال کی حالت بالکل ہی اچھی نہیں تھی آپ نے ڈاکٹر مناظر حسن کے تعاون سے تاریخی ہال، مدرسہ کا دفتر و دارالاقامہ شیش محل میں مخدوش عمارت کی مرمت وٹائلس لگوا کر مذکورہ عمارتوں کی حلیہ ہی بدل دی۔

مدرسہ کے ہاسٹل میں رہنے والے طلبا کو پانی کے لئے کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا کیونکہ طلبا پوری طرح سے سپلائی واٹر پر منحصر تھے۔ سپلائی واٹر کبھی آیا کبھی نہیں اور کبھی گندہ پانی آنے کی وجہ سے ہاسٹل میں اچھی خاصی تعداد میں رہنے والے طلباء کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا آپ نے طلباء کی اس پریشانی کو سمجھا اور آپ نے پروفیسر جابر حسین کے فنڈ سے مدرسہ میں بورنگ کرادی۔ آپ کی اس کوشش و کاوش کی بدولت آج ہاسٹل کے طلباء اللہ کی اس عظیم نعمت، صاف ستھرے میٹھے پانی کا مزہ لے ہی رہے ہیں۔ مدرسہ کے آس پاس کے عوام بھی واٹر سپلائی نہ ہونے پر اس بورنگ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ واقعتاً آپ کا یہ نیک کام آپ کے لئے اور پروفیسر جابر حسین کے لئے صدقہ جاریہ کا کام کر رہا ہے۔ باری پتھ پر ادارے کا ایک وسیع و عریض جونیئر سیکشن بھی ہے اس سیکشن میں بھی آپ نے بہترین تعمیراتی کام انجام دیئے ہیں، جونیئر مدرسہ کے احاطہ کی سڑکیں بنوائیں، تمام کمروں کو ٹائلس سے مزین کرایا اور پھر کلاس روم وغیرہ کے آگے گریل کا کام کرایا۔ آپ کی حسن کارکردگی کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ نے ادارے کا نام محکمہ تعمیرات عمارت و الیکٹرک محکمہ میں نوٹ کرایا، جس کی بنا پر ہر سال ادارے میں عمارتوں کی مرمت اور الیکٹرک کی وائرنگ کا کام ہوتا ہے۔ آپ کی انتظامی صلاحیت کی تعریف کرنی ہوگی کہ جب حکومت نے کبھی مدرسہ احاطہ میں مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی قائم کرنے کی تجویز رکھی تو کبھی اقلیتی ہاسٹل قائم کرنے کی، آپ نے ایسے مواقع سے حکومت کے سامنے مدرسے کی زمین کی حیثیت کو واضح کیا اور بتایا کہ مدرسے کے احاطے میں مدرسہ کی علاوہ دوسرا کوئی ادارہ یا ہاسٹل قائم نہیں کیا جاسکتا، حکومت نے بھی آپ کے موقف سے بخوشی اتفاق ظاہر کیا۔ آپ کے حسن تدبیر کا ہی نتیجہ ہے کہ ایسے مواقع پر حکومت سے بغیر کسی ٹکراؤ کے آپ نے معاملہ حل کرلیا اور مزید آپ اپنے ادارے کے لئے محکمہ اقلیتی فلاح بہار سے ایک ہاسٹل کی تعمیر کرانے کے لیے معاہدہ بھی کرلیا ہے، حکومت سے منظوری کے بعد جلد ہی کام شروع ہوگا۔ آپ کے تازہ تعمیراتی کاموں میں ایک کام یہ ہے کہ آپ نے شیش محل کے اوپر ڈاکٹر اعجاز علی کے ایم پی فنڈ سے بالائی منزل کی تعمیر کرائی ہے جس سے مدرسہ میں زیر

تعلیم زیادہ سے زیادہ طلباء کو دارالاقامہ کی سہولت حاصل ہو گئی ہے۔ ادارے کے لئے آپ کے یہ شاندار تعمیراتی خدمات ہیں اس کے ساتھ ہی آپ کی تعلیمی خدمات بھی اتنی ہی شاندار ہے۔

تعلیمی اعتبار سے آپ کی شخصیت کافی معتبر اور بلند ہے آپ کا شمار صوبہ بہار کے مشہور ومعروف دانشوروں، مفکروں میں ہوتا ہے آپ بیک وقت ایک اچھے استاد، مصنف، محقق اور ادیب ہیں۔ آپ کی شخصیت کے ان ہمہ جہت پہلوؤں کا اثر ادارے کے تعلیمی ماحول پر پڑا۔ طلبا میں تعلیمی رجحان پیدا کرنے کے لئے آپ نے ہر طرح سے کوشش کی۔ تعلیمی ماحول کو بہتر بنانے کی غرض سے ہی آپ کے ذریعہ سختی کے ساتھ اس قانون کو نافذ کیا گیا کہ جن طلبا کی کلاس میں حاضری کم ہوگی ان کا فارم کسی بھی قیمت پر پر نہیں کیا جائے گا۔ مدرسہ میں آپ کے ذریعہ وقت وقت پر تعلیمی سیمینار، کانفرنس، مذاکرہ علمیہ کا انعقاد کر کے بھی طلبا کو تعلیم کی طرف راغب کیا گیا۔ طلبا میں ادبی ذوق وشوق پیدا کرنے کی غرض سے آپ نے ہر سال یوم آزادی کے موقع پر مشاعرہ کا انعقاد کرایا جس میں بہار کے نامور شعراء شامل ہوتے رہے۔ آپ کا ایک اہم کام راقم الحروف کو یہ لگتا ہے کہ آپ نے طلبا میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کی کیونکہ موجودہ حالات میں ملت کے نوجوان احساس کمتری کے شکار ہیں۔ انہیں دوئم درجے کا شہری مانا جاتا ہے اس ذہنیت سے نکالنے کے لئے آپ ہر سال یوم آزادی اور یوم جمہوریہ کے موقع سے پرچم کشائی کے بعد آپ اپنے خطاب میں ملک کی آزادی اور تعمیر وترقی میں مدارس، علماء اور ہمارے اسلاف کا جو نمایاں رول رہا اس کا ذکر کرنا کبھی نہیں بھولے۔ آپ نے اپنے پر مغز خطاب میں علماء کے ذریعہ چلائی گئی تحریکوں مثلاً وہابی تحریک جس کا مرکز پٹنہ کا صادق پور تھا اور ریشمی رومال تحریک کا تذکرہ کرتے ہوئے طلبا کو اس کے لئے ابھارا کہ وہ اپنے اسلاف کے کارناموں کا مطالعہ کریں تا کہ آپ کے اندر خود اعتمادی آئے اور آپ اپنے اسلاف کے کارناموں پر فخر کر سکیں۔ مدرسہ کے طلبا زندگی کے ہر شعبہ میں اچھا کریں اس جذبہ کے تحت آپ طلبا کے تعاون کے لئے ہر موقع پر پیش پیش رہے۔ اس کی دلیل ہے کہ بہار میں جب چند سال قبل داروغہ کی ویکنسی آئی تو آپ نے طلبا کی فزیکل تیاری کے لئے مدرسے میں ہر طرح کا انتظام کرایا جس کے نتیجے میں ماشاء اللہ کئی طلبا نے فیزیکل امتحان کوالیفائی کیا۔ حال میں بہار پولس کی بحالی میں بھی مدرسہ ہذا کے طلبا نے کامیابی حاصل کی۔ کئی طلبا نے آپ کے دور پرنسپل میں ریلوے کا مقابلہ جاتی امتحان نکالا۔ آپ کے حسن کارکردگی کی یہ مثال ہے کہ بہار میں اساتذہ کی تقرری میں مدرسہ شمس الہدیٰ کے طلبا اچھی خاصی تعداد میں بحال ہوئے ہیں۔

آپ کی ایک بہترین اور نمایاں خوبی ہے آپ کا (Coaperative
mind) ہونا، آپ کبھی اس زعم میں مبتلا نہ رہے کہ میں پرنسپل ہوں بلکہ جب بھی طلبا کو کسی طرح
کی ضرورت یا دقت پیش آئی آپ اس کے حل کے لئے آگے آئے۔اس کی زندہ مثال ہے کہ
مدرسہ کی ڈگری پر گورنمنٹ طبیہ کالج، پٹنہ میں طلبا کا داخلہ پری طب میں ہوتا تھا اور پھر پری طب
کے بعد وہ بی یو ایم ایس کیا کرتے تھے مگر چند سال قبل اس کو کچھ لوگوں نے مدرسہ کی ڈگری کو نامنظور
کہہ کر روکنے کی کوشش کی۔ایسے موقع پر آپ نے شب و روز ایک کر کے بے لوث کام کیا اور سنٹرل
کونسل آف انڈین میڈیسن کے یہاں مدرسہ کی ڈگری کو نوٹ کرایا جس کی وجہ سے آپ پری طب
میں طلبا کا داخلہ ہو پا رہا ہے۔تقریباً دو سال قبل بہار حکومت کے ذریعہ ہائی و پلس ٹو اسکولوں میں
اساتذہ و لائبریرین کی تقرری ہو رہی تھی۔اس بحالی کے لئے تیار ضابطہ نامہ میں مدرسہ کی ڈگری
کے مساوی ہونے کا ذکر چھوڑ دیا گیا جس کی وجہ سے بہت سے طلبا تقرری پانے سے محروم رہ جاتے
اس موقع سے بھی آپ نے بحیثیت گارجین ذمہ داری نبھائی اور سکریٹریٹ سے لے کر متعلقہ وزیرو
افسر سے مل کر آپ نے اس کام کو کرانے میں اہم رول ادا کیا جس کی وجہ سے آج اچھی تعداد میں
طلبا اساتذہ و لائبریرین کی تقرری میں بحال ہوئے ہیں۔یہاں آپ کے ایک اور اہم کام کا ذکر نہ
کرنا ناانصافی ہوگی کہ موجودہ دور انفارمیشن اور ٹکنالوجی کا ہے۔مدرسہ کے طلبا اس میں پیچھے نہ رہ
جائیں اس کے لئے آپ نے مدرسہ میں ڈاکٹر رنجن یادو کے تعاون سے ایک کمپیوٹر سیکشن کو قائم کیا،
جس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔الغرض آپ طلبا کے تئیں ایک دردمند دل رکھتے ہیں کہ کیسے طلبا
ترقی کریں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں وہ زیادہ سے زیادہ منتخب ہو کر آئیں۔

ادارے اور طلبا کی فلاح و بہبود میں مصروف رہنے کے بعد بھی آپ اپنے مصروف
Routine سے اپنی تعلیمی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے وقت نکال لیتے ہیں کیونکہ وقت ان
ہی کے پاس ہوتا ہے جو زیادہ مصروف ہوتے ہیں۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کی عربی اور اردو میں
تقریباً بیس کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور کچھ زیر طبع ہیں آپ کی تصنیفات میں تذکرہ علمائے بہار،
کافی اہم تصنیف ہے جس میں آپ نے بہار کے علماء کی خدمات کو یکجا کر دیا ہے۔علمائے بہار پر کام
کرنے والوں کے لئے آپ کی یہ کتاب مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ نے ماہر تعلیم کی
حیثیت سے امریکہ کا سفر بھی کیا ہے اور وہاں سے واپسی پر آپ نے اپنا سفرنامہ ''تین ہفتہ امریکہ
میں'' کے نام سے لکھا جو آپ کے تجربات پر مبنی ہے۔تقریباً سال بھر قبل آپ نے جمہوری ایران کا

بھی سفر کیا جہاں آپ نے کئی سمینار و کانفرنس میں شرکت کی۔ تصنیفات کے علاوہ آپ کی شرکت کانفرنس اور سمیناروں میں بھی ہوتی رہتی ہے جس میں آپ کے مقالات کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ آپ کے مقالات کافی معتبر ہوتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کے نصاب وتعلیم اور حالات پر آپ کی کافی گرفت ہے اس پر آپ کے کئی علمی وفکری مضامین اخبارات ورسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی ان شاندار تعلیمی خدمات کی وجہ سے 1999ء میں آپ کو صدر جمہوریہ کے ایوارڈ سے نوازا جا چکا ہے۔ آپ کی شخصیت کی اہمیت وافادیت اس سے بھی سمجھ میں آتی ہے کہ آپ امارت شرعیہ کے مجلس شوریٰ کے ممبر اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مدعو خصوصی بھی ہیں۔

مختصراً آپ کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل ہے اور آپ کی خدمات ادارے وقوم وملت کے تئیں لائق تحسین اور قابل تقلید ہے۔

(راشٹریہ سہارا، پٹنہ)

کلمات خیر مقدم وسپاسنامہ

بمناسبت مذاکرہ علمی رابطہ ادب اسلامی منعقدہ ۵/اکتوبر ۱۹۹۷ء

بمقام مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

صدر محترم، مندوبین کرام، وسامعین عظام!

اللہ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے آج ہمیں موقع عنایت کیا کہ ہم مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اس تاریخی ہال میں آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔اس موقع کو ہم اپنے لئے غنیمت اور قابل فخر سمجھتے ہیں۔اور آپ حضرات کی زحمت فرمائی پر تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مہمانان کرام!

آپ دور ودراز کا سفر کر کے صوبہ بہار کی راجدھانی شہر عظیم آباد پٹنہ تشریف لائے اور ابھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے تاریخی ہال میں تشریف فرما ہیں۔ہمیں اس کا احساس ہے کہ ہم آپ کا شایان شان استقبال نہیں کر سکے، پھر بھی جو کچھ ہے، آپ کی خدمت میں بصد خلوص احترام پیش ہے۔

حضرات گرامی!

بیت خلیل سے ایک کارواں بہار پہنچا، جس کے میر کارواں حضرت شیخ تاج فقیہ تھے۔ ان کے ذریعہ بہار میں توحید وتعلیم کا چشمہ جاری ہوا۔پھر اسی خانوادہ کے ایک بزرگ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری نے علم وعرفاں کی آبیاری کی اور شریعت وطریقت کی تعلیم کو عام کیا۔ اسی دور میں بہار کے مختلف گوشوں میں خانقاہیں قائم ہوئیں اور تزکیہ نفس کے ساتھ کتاب وحکمت کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔اور ہر دور میں بہار کے علماء وفضلا نے علمی دنیا میں اپنے خدمات سے بہار کا نام روشن کرتے رہے۔یہی وجہ ہے کہ صوبہ بہار گونا گوں خصوصیات کا حامل رہا ہے۔یہ صوفیاء وبزرگان دین کی جائے پیدائش ہے۔یہ علمائے کرام اور مشائخ کا مسکن رہا ہے۔اس صوبہ میں بڑے بڑے علمائے کرام اور مشائخ عظام پیدا ہوئے۔جنہوں نے خانقاہوں اور مدارس کے ذریعہ

علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں خاص طور پر حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ صوبہ بہار میں مدارس دینیہ کا ایک مربوط نظام ہے۔

حضرات کرام!

عظیم آباد کو ادبی تحریک کا ایک مرکز ہونے کا فخر حاصل ہے۔ دبستان عظیم آباد تاریخ ادب اردو کا ایک مستقل باب ہے۔ یہ شہر عظیم آباد راسخ عظیم آبادی کا شہر ہے۔ شاد عظیم آبادی کا شہر ہے۔ شوق نیموی کا شہر ہے۔ کلیم عاجز کا شہر ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا ادب سے گہرا رشتہ ہے۔ یہاں کے اساتذہ وفارغین نے اس میں خوب حصہ لیا، سابق اساتذہ میں حضرت مولانا سہول احمد بھاگلپوری، مولا ظفیر الدین قادری، مولانا شاہ ابوالقاسم، مولانا سید محمد قاسم قابل ذکر ہیں۔ اللہ کا فضل ہے کہ موجودہ اساتذہ بھی قابل قدر اور ادبی سرگرمیوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس کے فارغین میں پروفیسر عبد المغنی، مولانا شاہ محمد اسمٰعیل روح، مولانا طٰہٰ الٰہی فکری، عبد الغفور مجہور شمسی اور فخر الدین عارفی وغیرہ قابل قدر ہیں۔

مجھے توقع ہے کہ رابطہ ادب اسلامی کا یہ سمینار اس سلسلہ کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کرے گا۔

جناب والا!

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ صوبہ بہار کا ایک عظیم دینی مدرسہ ہے صوبہ بہار میں تعلیمی فضا قائم کرنے میں اسکا اہم رول ہے۔ اس مدرسہ کو الحاج جسٹس سید نور الہدیٰ نے اپنے والد جناب شمس الہدیٰ کے نام پر قائم کیا۔

الحاج سید نور الہدیٰ بڑے علم دوست اور خاندانی رئیس تھے۔ پنشن لینے کے بعد اپنی زندگی کو قومی خدمات کے لئے وقف کردیا۔ آپ کے قومی خدمات میں سب سے اہم یادگار مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہے۔ اس کو انہوں نے ۱۹۱۲ء میں قائم کیا اور اپنی جائداد کو مدرسہ کے لئے وقف کردیا۔ وقف نامہ میں قرآن کریم، حدیث، تفسیر اور فقہ کو ضروری اور اہم قرار دیا۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ نے ہمہ جہت خدمت انجام دیا۔ تعلیمی میدان میں اس کا اہم رول ہے۔ اسی کا فیض ہے کہ آج تک صوبہ بہار میں ہزاروں مدارس ملحقہ تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کے فارغین میں جید علماء ہیں۔ جو مدارس اور مساجد کی ذمہ داری قبول کئے ہوئے

ہیں۔ پروفیسر ولکچرر ہیں جو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہی نہیں یونیورسیٹی کے وی سی ہیں۔ جو پروقار انداز میں یونیورسیٹی کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔ شعراء وادیب ہیں، جو ملک وملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مدرس وٹیچر ہیں جو پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور آفیسر بھی ہیں جو کہ حکومت کے مختلف محکموں میں کام کررہے ہیں۔ ان تمام پرادارہ کو فخر ہے۔

مہمان کرام!

ہمیں فخر ہے کہ آپ نے تشریف لاکر ہمارے ادارہ کو میزبانی کا شرف بخشا، آج پورا بہار آپ کا استقبال کررہا ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ آپ کے استقبال کے لئے موجود ہیں۔ مدرسہ کے طلبہ واسٹاف آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ مجلس استقبالیہ کے اراکین آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

آخیر میں ہم ایک بار پھر صمیم قلب سے آپ تمام حضرات کا بالخصوص مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور حضرت مولانا رابع کا اپنی طرف سے مدرسہ کے اساتذہ، طلبہ، اسٹاف اور مجلس استقبالیہ کی طرف سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور زحمت فرمائی پر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

پیشکش

ابوالکلام قاسمی شمسی

پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی پٹنہ

کلمات خیر مقدم

بخدمت عزت مآب جناب محمد نوشاد احمد صاحب، چیرمین بہار اقلیتی کمیشن پٹنہ!

وبخدمت حضرات شعرائے کرام!

بموقع مشاعرہ

بتاریخ ۱۵راگست ۲۰۰۸ء بوقت ۷ ربجے شام بمقام مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

حضرات گرامی!

اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں موقع عنایت کیا کہ آج مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ، کے تاریخی کانفرنس ہال میں ہم آپ کا استقبال اور خیر مقدم کرتے ہیں، اور اس موقع کو ہم اپنے لئے قابل فخر اور باعث مسرت سمجھتے ہیں۔

گرامی قدر مہمان خصوصی!

آپ نے ہماری دعوت کو قبول کیا، اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے مشاعرہ میں شرکت کی زحمت کی، اس موقع پر ہم خاص طور پر آپ کا خیر مقدم اور استقبال کرتے ہیں۔

حاضرین کرام! آج ۱۵ راگست ہے، ہندوستان کی آزادی کا دن ہے، ملک کی آزادی میں ہر طبقہ کے لوگوں نے حصہ لیا اور سبھوں کی مشترکہ کوشش سے ہمارا ملک آزاد ہوا، اس آزادی کی تحریک میں ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی سبھی پیش پیش رہے

،اس تحریک میں علماء کرام کا خاص حصہ ہے، انہوں نے ملک کی آزادی کے لیے اپنی جان ومال سب کچھ قربان کردیا، مالٹا کے قید خانہ میں زندگی کے قیمتی ایام اسیری میں گذارے، ملک کی آزادی کے لیے پہاڑوں اور جنگلوں کی خاک چھانا اور جب ان کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو خوشی سے اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئے، ان مخلص مجاہدین آزادی کے ذریعہ قائم کردہ مدارس ومکاتب ہیں جن میں اخلاق ومحبت اور حب الوطنی کی تعلیم دی جاتی ہے، انہیں اداروں میں سے ایک مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ بھی ہے، جس کا قیام ۱۹۱۲ء میں عمل میں آیا اور ۱۹۱۹ء میں حکومت کی تحویل میں دے دیا گیا، آپ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیانی حصہ کا تصور کریں، یہ زمانہ وہ تھا جس

میں ہندوستان کی آزادی کے لیے تحریکیں جاری تھیں، حکمران وقت کی نظر اس ادارہ پر کتنی سخت رہی ہوگی، لیکن اس کے باوجود اس کے اساتذہ اور طلبہ تحریک آزادی میں حصہ لیتے رہے، اور مدرسہ کے اس ہال میں جلسے بھی ہوتے رہے، جس کے نتیجہ میں مدرسہ کے ہاسٹل کو حکومت کے ذریعہ خالی کرادیا گیا، اور اس میں فوج کے رہنے کے لئے انتظام کردیا گیا، اس طرح تحریک آزادی میں اس مدرسہ کا بھی اہم رول ہے۔

حاضرین کرام! خوشی کے موقع پر ادبی محفلوں کے انعقاد کی روایت رہی ہے، اردو ہندوستان کی زبان ہے، یہ شیریں اور میٹھی زبان ہے، یہ ملک میں بسنے والے سبھوں کی زبان ہے، اس زبان سے ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی سب کو محبت ہے، اور سبھی اس زبان کو بولتے ہیں، ہمیں اس زبان سے محبت ہے، اس لئے کہ یہ ہندوستان کی زبان ہے، یہ شیریں زبان ہے، اس میں ہماری تہذیب ہے اس میں ہماری ثقافت ہے، بلکہ یہ گنگا جمنی تہذیب وثقافت کی امین ہے، اس مناسبت سے آج خوشی کے موقع پر محفل مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا ہے، جس میں آپ تمام حضرات شریک ہیں۔

حضرات شعراء کرام! آپ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے کانفرنس ہال میں جمع ہیں، ہم نے آپ حضرات کو دعوت دی، اور آپ نے دعوت کو قبول کیا، اس مشاعرہ میں شریک ہوئے، ہم تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور اس موقع پر ہم خوشی محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی شرکت سے یہاں کے ادبی ماحول میں سرگرمی پیدا ہوئی ہے، اور اس طرح آپ سے مدرسہ کے طلبہ کو کچھ سیکھنے کا موقع میسر آیا ہے، جس کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مہمان خصوصی! آج کی محفل ادبی محفل ہے، موقع کسی اور چیز کے لئے مناسب نہیں لیکن آپ حکومت کے قریب ہیں اس موقع کی مناسبت سے آپ کی خدمت میں چند باتیں پیش ہیں۔

(۱) مدرسہ کی تزئین کاری کا کام جاری تھا محکمہ تعمیر عمارت کے مطابق جتنی رقم ملی اس کے ذریعہ کام کرادیا گیا، بقیہ کام کے لئے فائل محکمہ تعمیر عمارت میں چل رہی ہے، اس پر آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔

(۲) مدرسہ میں زمین موجود ہے، اس میں جتنے ہاسٹل ہیں سبھی آزادی کے پہلے کی تعمیر ہ ہیں، جدید سہ منزلہ ہاسٹل کی تعمیر کر کے طلبہ کے لیے مزید گنجائش نکالی جاسکتی ہے، اس کی فائل

بھی محکمہ تعلیم اور محکمہ تعمیر عمارت میں چل رہی ہے، اس پر آپ کی توجہ مطلوب ہے۔

اس موقع پر اگر ڈاکٹر مناظر حسن صاحب سابق وزیر محکمہ تعمیر عمارت کا شکریہ ادا نہ کروں تو بڑی ناسپاسی ہوگی، ان سے وقت لینے کی میں نے کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی اس لئے میں نے خاص طور پر ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی تزئین کاری میں خصوصی دلچسپی لی، اور حکومت کے وقار کو بلند کیا۔

اخیر میں آپ تمام حضرات کا اپنی طرف سے، اساتذہ، طلبہ اور اسٹاف کی جانب سے آپ کا پھر خیر مقدم کرتا ہوں اور زحمت فرمائی کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پیش کش

مخلص

(ابوالکلام قاسمی شمسی)

منجانب: پرنسپل اساتذہ، طلبہ واسٹاف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے

ابنائے قدیم کے نام

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ صرف تعلیمی ادارہ نہیں بلکہ تعلیمی تحریک ہے۔ اس نے صوبہ بہار میں مدارس کی تعلیم کو نہ صرف نئی جہت دیا بلکہ تعلیمی تحریک کو آگے بہت آگے بڑھایا۔ اس کی وجہ سے صوبہ بہار میں مدرسہ بورڈ کا قیام عمل میں آیا جس سے ہزاروں ادارے ملحق ہیں۔ یہ سبھی ادارے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی کے حصے ہیں۔ اسی کی وجہ سے طبی کالج، ادارہ تحقیقات عربی و فارسی اور مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس طرح اس مدرسہ کی خدمات ہمہ جہت ہیں اور ماضی و حال پر محیط ہیں۔

اس کے فارغین ہر میدان میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے آفیسر بھی ہیں اور پروفیسر بھی، عالم بھی ہیں اور خطیب بھی، دانشور بھی ہیں اور ادیب بھی، اساتذہ بھی ہیں اور ٹیچر بھی۔ غرض اس نے ہر میدان میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اشوک راج پتھ پر واقع ہے۔ اسی اشوک راج پتھ پر تمام تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ اس کا جال لاء کالج سے لیکر مگدھ مہیلا کالج تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا وسیع و عریض احاطہ آج بھی کشش کا ذریعہ ہے۔ یہاں تعلیم کے ساتھ ہمہ جہت ترقی کے مواقع حاصل ہیں۔ اس کے فارغین کی تعداد ہزاروں میں ہیں۔ ان میں سے آج بھی بہت سے اہم عہدوں پر فائز ہیں۔

ان تمام کے باوجود مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے فارغین میں اس ادارے کے تئیں جو کشش و جذبہ ہونا چاہئے دیگر ادارے کے فارغین کے مقابلے میں ان میں بہت کمی دکھائی دیتی ہے۔ جب کہ مادری علمی کا حق بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس کی جانب فارغین کی کشش بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے محبت کی وجہ سے احساس ذمہ داری آتی ہے اور دوسروں کے تئیں خدمت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ ساتھ ہی ادارے کی تعمیر و ترقی پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس طرح ابنائے قدیم پر

اس ادارے کا حق ہے اور یہ ادارہ آپ کو پکارتا ہے۔ کیا آپ کو اس کا ہاسٹل یاد نہیں؟ اس کے کامن روم کو بھول گئے؟ اس کی لائبریری سے استفادہ یاد نہیں؟ اس ادارہ کی پر فضا ماحول میں بتائے گئے لمحات کی یاد نہیں آتی؟ جمیعۃ الطلبہ، اسٹوڈینٹس یونین اور ابنائے قدیم کی تشکیل یاد نہیں؟---- ان تنظیموں کے ذریعہ آپ کے ذریعہ کئے گئے خدمات آپ کو پکار رہے ہیں۔ اب تو اس کا موقع بھی آ گیا ہے۔ اس ادارہ کو تقریباً ۱۰۰ سال ہونے کو ہے۔ دیگر اداروں کی طرح اس کی صدی تقریبات کا انعقاد ہونا چاہئے اور اس کا انعقاد پورے صوبہ میں وقفہ وقفہ سے ہونا چاہئے۔ کیا آپ اس کیلئے تیار ہیں؟ آیئے آواز سے آواز ملا کر اور قدم سے قدم ملا کر اس تحریک کو آگے بڑھایئے۔

اسی مقصد کے تحت مورخہ ۲۔۱۔۲۰۱۱ کو دس بجے دن میں مدرسہ کے کانفرنس ہال میں سیمینار رسمپوزیم کا اہتمام کیا گیا ہے جس کا موضوع ہے "بہار کی تعلیمی تحریک میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا حصہ"-----سیمینار کے بعد ۲:۳۰ بجے دن میں ابنائے قدیم کی مٹینگ کا انعقاد ہوگا۔

آپ سے اپیل ہے کہ مذکورہ تاریخ کو سیمینار رسمپوزیم اور ابنائے قدیم کی میٹنگ میں شرکت کریں۔ آپ سے یہ بھی اپیل ہے کہ اپنے آمد کی اطلاع موبائل نمبر 09835059987 پر درج کرائیں، تاکہ انتظام میں سہولت ہو۔ دعوت نامہ ارسال کیا جا رہا ہے اگر دعوت نامہ موصول نہیں ہو تو اس اعلان کو دعوت نامہ سمجھتے ہوئے پروگرام میں حصہ لیں۔

(راشٹریہ سہارا، پٹنہ، قومی تنظیم پٹنہ۔ ماہ دسمبر ۲۰۱۰ء)

نوٹ:۔ یہ سیمینار رسمپوزیم مذکورہ تاریخ کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے کانفرنس ہال میں منعقد ہوا، جس میں اساتذہ، طلباء اور ابنائے قدیم نے حصہ لیا۔ پروگرام بے حد کامیاب رہا۔

سکریٹری رپورٹ

جناب صدر ومعزز ممبران کی گورننگ باڈی کی میٹنگ

میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں آپ تمام حضرات کا خیر مقدم کرتا ہوں اور خوش آمدید کہتا ہوں۔ میٹنگ کے اس اہم موقع پر مدرسہ کے کچھ حالات پیش ہیں، تاکہ اس کی شاندار ماضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے حال و مستقبل کے لئے خاکہ سازی میں سہولت ہو۔

حاضرین کرام!

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ایک علمی و دینی درسگاہ ہے، جس کو الحاج جسٹس سید نورالہدیٰ سی.آئی.ئی. نے اپنے والد جناب شمس الہدیٰ کے نام پر قائم کیا۔ الحاج سید نورالہدیٰ بڑے علم دوست اور خاندانی رئیس تھے۔ ۱۹۱۱ء جج کے عہدے سے سبکدوشی کے بعد اپنی زندگی کو قومی خدمات کیلئے وقف کردیا اور سب سے اہم یادگار مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو یکم نومبر ۱۹۱۲ء میں قائم کیا، جو آٹھ سال تک ان کی کوٹھی میں تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا، لیکن طلبہ کی کثرت اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے جب گنجائش مشکل ہوگئی تو انہوں نے کثیر رقم صرف کر کے مدرسہ کی عمارت تعمیر کرائی، جو شیش محل کے نام سے موسوم ہے۔ اسکی پرشکوہ عمارت قابل دید تھی، جس کی ہلکی سی جھلک اتنی مدت گزرنے کے بعد آج بھی نظر آرہی ہے۔

مدرسہ کی ترقی اور جائیداد موقوفہ کی حفاظت کے پیش نظر جج صاحب نے ۱۹۱۹ء میں مدرسہ کے انتظام حکومت کی تحویل میں دیدیا اور مدرسہ کے لئے خریدی گئی زمین بھی حکومت کے حوالے کردیا۔ اس طرح یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پورے طور پر حکومت کی نگرانی میں تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کے انتظامی امور کی نگرانی گورننگ باڈی کے ذمہ ہے، جس کی تفصیل بہار ایجوکیشن کوڈ کے صفحہ نمبر ۱۳۳ پر درج ہے۔

یہ مدرسہ صوبہ بہار میں علوم دینیہ کی واحد درس گاہ ہے جس کو براہ راست ریاستی حکومت چلارہی ہے اس مدرسہ میں مشرقی واسلامی علوم وفنون کے ساتھ علوم جدید کی تعلیم اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کے نصاب کے مطابق دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ مدرسہ ہندوستان کے مدارس اسلامیہ

میں ممتاز و نمایاں مقام رکھتا ہے، بلکہ یہ مدارس ملحقہ کے لئے ام المدارس کی حیثیت رکھتا ہے۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ دو شعبوں میں منقسم ہے۔ شعبۂ جونیر اور شعبۂ سینیر۔ دونوں شعبوں کے لئے الگ الگ عمارت ہے۔ شعبہ جونیر میں تحتانیہ اول سے فوقانیہ تک تعلیم دی جاتی ہے، جو اسکول کے پہلے درجہ سے دسویں درجہ کے مساوی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ درجہ حفظ بھی اس شعبے میں قائم ہے۔

شعبہ سینیر میں مولوی سے فاضل تک کی تعلیم دی جاتی ہے، جو انٹرمیڈیٹ سے ماسٹر ڈگری کے مساوی ہے۔

دونوں سیکشن ایک ہی پرنسپل کی نگرانی میں چلتے ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ کا نصاب تعلیم جاری ہے۔ اس نصاب تعلیم کو مساوات کا درجہ حاصل ہے۔ درجات اور مساوات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱)	تحتانیہ	۴ رسال	پرائمری	(۲)	وسطانیہ	۴ رسال	مڈل
(۳)	فوقانیہ	۲ رسال	میٹرک	(۴)	مولوی	۲ رسال	انٹرمیڈیٹ
(۵)	عالم	۳ رسال	بی.اے	(۶)	فاضل	۲ ر	ایم.اے

تعلیمی انحطاط کے اس دور میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ بھی اپنے آپ کو اس سے نہیں بچاسکا، لیکن اس کے باوجود بھی اس میں بہت کچھ باقی ہے۔ طلبہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے طلبہ دیگر علوم عصریہ کے طلبہ پر سبقت لے جاتے ہیں۔ سال ۲۰۰۶ء میں تین مقابلے ہوئے۔ جس کا انعقاد بہار اردو اکادمی اور سلسلہ کی جانب سے کیا گیا، جس میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے طلبہ نے اول اور دوم مقام حاصل کیا۔ اس طرح کے تحریری و تقریری مقابلہ میں مدرسہ کے طلبہ حصہ لیتے رہتے ہیں اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ سماجی اور رفاہی کاموں میں بھی انہیں دلچسپی ہے حج کا موقع ہو تو حج بھون میں حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں اس سال تقریباً ۳۰ طلبہ نے توصیفی اسناد حاصل کیے۔ مختلف اجتماعات میں رضا کارانہ خدمت کیلئے پیش پیش رہتے ہیں۔ اس طرح اپنی خدمت کے ذریعہ ادارہ کا نام روشن کرتے ہیں۔

جہاں تک بحالی کی بات ہے ابھی پرائمری میڈل ہائی اسکول اور 2+ میں بھی بحالی ہوئی ہے پٹنہ میں سات جگہ خالی تھیں۔ ان جگہوں پر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلبہ کی بحالی ہوئی ہے پٹنہ کے علاوہ دیگر اضلاع میں اگر ان کا شمار کی جائے تو انکی تعداد سیکڑوں میں ہے، اس طرح یہ

مدرسہ کی حسن کارکردگی کی دلیل ہے۔اس کے باوجود مجھے اسکا اعتراف ہے کہ کچھ کمی ہے۔
گذشتہ برسوں میں ہر میٹینگ میں مدرسہ خستہ عمارت اور اسکی مرمت پر گفتگو کی جاتی رہی ہے، اللہ کا فضل ہے کہ اس میں کامیابی حاصل ہوئی۔مدرسہ کی جملہ عمارت اور درسگاہ کی مرمت کا کام پورا ہوگیا ہے۔اب مدرسہ کے بلڈنگ اچھی حالت میں موجود ہے اس میں روڈ کی ڈھلائی کا کام پورا ہوگیا ہے۔ریڈنگ روم کا انتظام کردیا گیا ہے۔لائبریری کا کام چل رہا ہے۔مدرسہ میں چھ ہاسٹل ہے ان کا نام سابق پرنسپل کے نام پر رکھ دیا گیا ہے۔اب یہ ہاسٹل مندرجہ ذیل ناموں سے موسوم ہیں۔

(۱) جسٹس نورالہدیٰ ہاسٹل (۲) ندوی ہاسٹل (۳) عثمانی ہاسٹل (۴) قاسمی ہاسٹل (۵) قادری ہاسٹل (۶) ایچ شمسی ہاسٹل

ان میں تقریباً ایک سو طلبہ کے قیام کی گنجائش ہے۔

سال ۲۰۰۳ء میں کمپیوٹر شعبہ کا قیام عمل میں آیا کمپیوٹر کے لئے باضابطہ استاذ اور فنڈ نہیں ہونے کی وجہ سے باضابطہ کورس نہیں چلایا جاسکا، البتہ کمپوزنگ وغیرہ کی ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے، اور اس شعبہ سے طلبہ اس حد تک استفادہ کررہے ہیں۔

مدرسہ میں استاذ کے لئے کل بیس ۲۰ عہدے منظور ہیں ان میں سات عہدے ابھی بھی خالی ہیں۔محکمہ سے مسلسل مراسلت کے باوجود بحالی کی کاروائی نہیں ہوسکی۔اس کی وجہ سے تعلیم کے انتظام میں دشواری ہوتی ہے۔

مدرسہ میں لائبریری ہے لیکن لائبریرین کا عہدہ منظور نہیں ہے۔جسکی وجہ سے لائبریری کا فائدہ کماحقہ طلبہ کو نہیں پہنچ پاتا ہے۔اس میں ہاسٹل تو موجود ہے لیکن اس میں گنجائش بہت ہی کم ہے۔ہاسٹل میں جگہ کی کمی کی وجہ سے طلبہ کی تعداد پر بھی اثر پڑتا ہے، مدرسہ میں کسی قسم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے۔تعلیم فری، ہاسٹل فری، آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔حکومت کی جانب سے کنٹجنسی میں صرف پچیس ہزار روپے ملتے ہیں۔اس میں ہاسٹل کا انتظام، بجلی کا انتظام، پانی کا انتظام، صفائی کا انتظام غرض تمام انتظام اسی سے متعلق ہیں فنڈ کی کمی کی وجہ سے کوئی متبادل انتظام نہیں کیا جاسکتا ہے۔جس کی وجہ سے اور بھی دشواری ہے۔

ادارہ میں طلبہ کو تعلیم کی جانب متوجہ کرنے کیلئے کوئی فنڈ نہیں ہے۔اسکالرشپ کا انتظام نہیں ہے۔سالانہ وظیفہ ملتا تھا، وہ بھی بند ہوگیا ہے۔اس طرح سے طلبہ کے لئے کوئی بھی کشش کا

سامان نہیں ہے۔

گورننگ باڈی کے آج کی میٹنگ خاص اہمیت رکھتی ہے۔آج کی میٹنگ میں صرف دو ایجنڈے ہیں۔

(۱) ایک مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے احاطے میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام سے سلسلہ میں حکومت کے ذریعہ لئے گئے فیصلے پر غور وخوض۔

(۲) مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی میں ضم کر دینے کی حکومت کے فیصلے پر غور وخوض۔

اس سلسلہ میں ہمارے پاس رہنمائی کے لئے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کا وقف نامہ موجود ہے۔اس سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

یہاں اس کا تذکرہ مناسب ہے کہ پورے ہندوستان میں صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ ہے، جس میں BES CLASS 1 اور BES CLASS II پوسٹ ہے اور اس کی وجہ سے پورے ملک میں اس ادارے کا وقار بلند ہوا ہے۔ویسے ہمیشہ سے اس مدرسہ میں پرنسپل کا عہدہ گزیٹیڈ گریڈ کا رہا ہے۔اس ادارہ کا اپنا تشخص ہے اور اس تشخص کی وجہ سے ملک بیرون ملک میں یہ ادارہ مشہور ہے۔

آخر میں آپ تمام حضرات کا خیر مقدم کرتا ہوں اور میٹنگ میں شرکت کیلئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نوٹ:۔ گورننگ باڈی کی مٹینگ میں منظور تجویز کی وجہ سے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے احاطہ میں نہیں ہوسکا۔مٹینگ کی تجویز پروسیڈنگ بک میں موجود ہے۔

ابوالکلام قاسمی شمسی

(۲) شیش محل ہاسٹل پر بالائی منزل تعمیر ہوجانے سے طلبہ کے قیام کیلئے مزید گنجائش نکل آئی ہے۔

کلمات خیر مقدم وسپاس نامہ

بموقع افتتاح اردو کتاب میلہ
بذریعہ عزت مآب آر. ایس. گوئی، گورنر صوبہ بہار

عزت مآب!

اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں موقع عنایت کیا کہ آج مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے تاریخ ہال میں ہم آپ کا استقبال اور خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم اس موقع کو اپنے لئے قابل فخر اور باعث مسرت سمجھتے ہیں۔

عالی مقام!

آپ ایک کلیدی عہدہ پر فائز ہیں۔ آپ کو عزت اور شرف حاصل ہے۔ آپ صوبہ بہار کے گورنر ہیں۔ صوبہ بہار کی ترقی کے ساتھ صوبہ بہار کے تعلیمی اداروں کی ترقی سے بھی آپ کو خصوصی دلچسپی ہے۔ اردو زبان وادب سے آپ کو محبت ہے۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں اردو کتاب میلہ کا افتتاح اس کا مظہر ہے۔

عالی جناب!

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ ایک قابل فخر ادارہ ہے۔ یہ ادارہ اپنی خدمات اور باضابطہ تعلیمی نظام کی انفرادیت کی وجہ سے ملک اور بیرون ملک مشہور ہے۔ صوبہ بہار کے تعلیمی میدان میں اس ادارہ کا اہم رول ہے۔ اس کے تعلیمی نظام نے صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ کا جال بچھا دیا ہے۔ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، گورنمنٹ طبی کالج اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا اہم رول ہے۔ اس طرح صوبہ بہار میں مسلم اقلیت کے درمیان تعلیمی بیداری میں اس ادارہ نے بھر پور حصہ لیا ہے۔ اس کا انفرادی تعلیمی نظام آج ملک کے دیگر صوبوں کے لئے مشعل راہ ہے اور ملک کے ہر صوبے میں مدرسہ بورڈ کا قیام عمل میں آرہا ہے۔

جناب والا!

آپ ہمارے مہمان ہیں۔اس موقع پر آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرتے ہوئے اچھانہیں معلوم ہوتا ہے۔ پھر بھی موقع کوغنیمت سمجھتے ہوئے چند معروضات پیش ہیں۔

صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ ایک مستقل نظام ہے۔ان مدارس میں عالم اور فاضل کی بھی تعلیم ہوتی ہے جو بالترتیب گریجویٹ اور ایم.اے.کے مساوی ہے۔یہ ڈگری اب تک بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ کے ذریعہ دی جارہی ہے،جس کی وجہ سے فارغین مدارس ملحقہ کو ہمہ جہت ترقی کے مواقع حاصل نہیں ہیں۔مدارس ملحقہ کے ہمہ جہت ترقی اور اردو،عربی وفارسی زبان وادب کے فروغ کے لئے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام عمل میں آیا،جواب تک اپنا کام شروع نہیں کرسکی۔مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے ساتھ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ اور دیگر مدارس ملحقہ کی ہمہ جہت ترقی کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔اس سلسلہ میں جناب والا کی خصوصی توجہ مطلوب ہے۔

آخر میں اپنی جانب سے،اساتذہ،طلبہ اور اسٹاف کی جانب سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے اس تاریخی ہال میں آپ کا استقبال اور خیر مقدم کرتے ہیں اور تشریف آوری کے لئے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

"شکریہ"

پیشکش

ابوالکلام قاسمی شمسی

پرنسپل مدرسہ

منجانب: پرنسپل،اساتذہ،طلبہ واسٹاف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

نوٹ:۔مدرسہ کے نوری پارک میں کھانے کا انتظام تھا،اس موقع پر میں نے گورنر صاحب سے یونیورسیٹی کے سلسلہ میں گفتگو کیا،وہ بہت متاثر ہوئے،اور جلد ہی اس یونیورسیٹی کے لئے وی.سی.کی تقرری کردی۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی تعمیر وترقی اور تزئین میں

حصہ لینے والے حضرات کے نام

میری تقرری مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں ۷ارجنوری ۱۹۷۶ء کو ہوئی، میں نے اس ادارہ کے نشیب وفراز کو دیکھا، جب میں نے ۱۹۹۷ء میں پرنسپل کی حیثیت سے چارج لیا تو اس کی تعمیر وترقی کے لئے کوشش شروع کیا۔ اللہ کا فضل رہا کہ مجھے اس میں بہت حد کامیابی حاصل ہوئی۔ حکومت کی سطح سے محکمہ تعمیر عمارت نے بھرپور حصہ لیا، ساتھ ہی ایم.ایل.سی اور ایم.پی حضرات نے بھی۔ محکمہ تعمیر عمارت میں محترم تسلیم الدین صاحب وزیر ہوئے تو ان سے ملاقات کرکے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے سلسلہ میں میمورنڈم پیش کیا، ان کی توجہ سے مدرسہ کے روڈ اور بلڈنگ کی مرمت کا کام کرایا۔ پھر جب محکمہ تعمیر عمارت کے وزیر جناب مناظر حسن صاحب ہوئے، ان کی خدمت میں بھی میمورنڈم پیش کیا، انہوں نے مدرسہ کی تزئین میں بھرپور حصہ لیا، ان کی توجہ سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے ہال میں ٹائلس لگا، اچھی طرح تزئین کاری کی گئی۔ اس طرح مدرسہ کا یہ ہال کانفرنس ہال بن گیا۔ ساتھ ہی انہوں نے مدرسہ کی مین بلڈنگ اور شیش محل ہاسٹل کی تزئین کے لئے بھی رقم کی منظوری دی، جس سے مدرسہ کی مین بلڈنگ اور شیش محل ہاسٹل کے تمام کمروں میں ٹائلس لگانے کا کام ہوا۔ اس کے علاوہ مدرسہ کے ہر طرف خالی زمین کو مسطح کرکے اس کو پلاسٹر کیا گیا۔ پرنسپل کوارٹر کی تزئین کاری ہوئی۔

مدرسہ کے ہاسٹل شیش محل کی حالت بہت خراب تھی۔ مشرقی حصہ کھنڈر بن چکا تھا۔ جناب رام کرپال یادو، ممبر پارلیامنٹ نے سب سے پہلے اس کے لئے تعاون دیا، پھر جناب الیاس حسین صاحب نے پھر پروفیسر جابر حسین صاحب کے فنڈ سے مشرقی حصہ کی تعمیر کا کام مکمل ہوا۔ مین بلڈنگ میں مشرقی بالائی منزل کی تعمیر کا کام نہیں ہوا تھا۔ پروفیسر جابر حسین صاحب نے اپنے فنڈ سے اس کی تعمیر کرائی۔ مدرسہ میں پانی کے لئے بورنگ کا انتظام نہیں تھا، ان سے درخواست کی تو انہوں نے بورنگ لگا دیا۔ جناب ڈاکٹر شمیم احمد صاحب سابق ایم.ایل.سی نے اپنے فنڈ سے لائبریری اور کمپیوٹر روم کے لئے بارہ کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر کرائی۔ جناب رنجن یادو صاحب نے اپنے فنڈ سے مدرسہ میں کمپیوٹر لگا دیا۔ جناب نول کشور یادو نے فرنیچر فراہم

کرایا، جناب پروفیسر اسلم آزاد صاحب نے لائبریری کے لئے کتابیں دیں۔

مدرسہ میں ہاسٹل کی کمی ہمیشہ محسوس کی گئی۔ اس سلسلہ میں میں ہمیشہ غور وفکر کرتا رہا۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر اعجاز علی صاحب سابق ایم پی کی خدمت میں شیش محل ہاسٹل کی بالائی منزل کی تعمیر کے لئے فنڈ فراہم کرنے کے لئے میمورنڈم پیش کیا۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے خوشی سے میری درخواست کو منظور کیا، جس کا تخمینہ تقریباً ۷۵ رلاکھ روپے کا تھا۔ اس رقم کی انہوں نے منظوری دی اور ڈی۔ ایم پٹنہ کو بھیجدیا۔ کچھ قانونی دشواری کی وجہ سے کچھ رقم خرچ نہیں ہوسکی، لیکن شیش محل ہاسٹل کا بالائی حصہ جو ۱۹ رکمروں پر مشتمل ہے وہ بن کر تیار ہوگیا۔ اس کی وجہ سے مدرسہ میں طلبہ کی رہائش اور تعلیم کے لئے سہولت ہوگئی۔

مدرسہ میں پانی جماؤ کا مسئلہ بہت زیادہ اہم تھا، اس کے لئے کوشش کی، اس میں جناب فراق احمد صاحب سابق ڈی۔ ایم۔، جناب میئر افضل امام صاحب اور محکمہ تعمیر عمارت کے تعاون سے پانی نکاسی کا اچھا انتظام کیا گیا، جس کی وجہ سے پانی جماؤ کا مسئلہ بہت حد تک حل ہوا۔ آخر میں سہ منزلہ ہاسٹل کی تعمیر کے لئے بھی محکمہ اقلیتی فلاح سے تعاون حاصل کیا، اوراس کی تعمیر کے لئے محکمہ اقلیتی فلاح سے معاہدہ کیا، حکومت کی منظوری حاصل نہیں ہوسکی، جس کی وجہ سے تعمیر کا کام نہیں ہوسکا اور میں سبکدوش ہوگیا۔ ۶ رنومبر ۲۰۱۲ء کو حکومت کا نوٹیفکیشن جاری ہوگیا اور سہ منزلہ ہاسٹل کی تعمیر کے لئے راستہ ہموار ہوگیا۔ اس کے لئے محکمہ اقلیتی فلاح کے وزیر جناب شاہد علی خاں اور پرنسپل سکریٹری جناب عامر سبحانی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں اوران کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس موقع پر عزت مآب وزیر اعلیٰ نتیش کمار کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کے دور حکومت میں سہ منزلہ ہاسٹل کی تعمیر کا کام ہوگا۔

اس طرح ۱۵ رسالہ مدت میں میں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے لئے بہت سے حضرات سے تعاون حاصل کیا، ان میں سے بہتوں کے نام بھی فوری طور پر یاد نہیں آرہے ہیں۔ بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادانہ کروں، اس لئے میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی تعمیر وترقی میں کسی بھی طرح سے حصہ لیا۔ جناب نصر وارثی صاحب ایڈوکیٹ، جناب علی انور ایم۔ پی، جناب سلیم پرویز صاحب ڈپٹی چیرمین بہار کونسل، جناب تسلیم الدین صاحب، جناب نوشاد احمد صاحب چیرمین اقلیتی کمیشن، جناب مناظر حسن صاحب اور جناب آر۔ سی۔ پی۔ سنگھ کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے بھی ہر موقع پر تعاون کیا۔

باب ۔۴

مدرسہ اکزامینیشن بورڈ، بہار واڑیسہ

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ

مدرسہ اکزامنیشن کمیٹی

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے سرکاری تحویل میں جانے کے بعد ایک اہم مسئلہ امتحانات کا تھا۔ مدرسہ کا امتحان درس نظامیہ کے انداز پر ہوا کرتا تھا، جو مختلف اساتذہ لیا کرتے تھے اوران کے دیئے گئے نمبرات کی بنیاد پر کامیاب اور ناکامیاب کا فیصلہ ہوتا تھا۔ مگر سرکاری ڈگریوں کے لئے یہ ناکافی تھا، اس لئے حکومت نے ۱۹۲۱ء میں ایک عارضی سہ نفری امتحان کمیٹی کی تشکیل کی جس میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیم بہار واڑیسہ کے علاوہ مجلس منتظمہ کے جوائنٹ سکریٹری اور پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کو رکھا گیا۔ ان حضرات نے امتحان کے لئے بارہ ممتحن مقرر کئے، جن میں چھ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے اساتذہ اور بقیہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اساتذہ، کالج کے پروفیسران اور صدر تعلیمات اسلامی بہار واڑیسہ تھے۔ یہ پہلی ایکزامنیشن کمیٹی تھی، اس کے زیر نگرانی پہلا امتحان لیا گیا۔

مدرسہ ایکزامنیشن بورڈ / بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی تشکیل

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے سرکاری تحویل میں جانے کے بعد سرکاری مراعات کے حصول کی غرض سے دیگر مدارس کا الحاق مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ سے ہونے لگا اوران کے امتحانات کی ذمہ داری بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ پر آگئی۔ عارضی ایکزامنیشن کمیٹی کے ذریعہ ان سارے مدارس کے امتحانات منعقد کرانا مشکل تھا اور بانی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا مطالبہ تھا کہ حکومت مدرسہ ایکزامنیشن بورڈ قائم کرے، اس کے پیش نظر باضابط مدرسہ ایکزامنیشن

بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی اور ۴ر اگست ۱۹۲۲ء کو نوٹیفکیشن بھی کر دیا گیا۔ جسٹس سید نور الہدیٰ بانی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ پہلے صدر اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد سکریٹری مقرر کئے گئے۔ دفتر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کی عمارت میں رہا اور مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب عمل میں آیا۔

پھر ۱۹۷۹ء میں ۲۷ر فروری کو آرڈیننس کے ذریعہ مدرسہ ایکزامنیشن بورڈ کو تحلیل کر کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ اس آرڈیننس پر گورنر کی حیثیت سے کرشن بلبھ نارائن سنگھ نے دستخط کئے۔

اس آرڈیننس کے ذریعہ بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو آزاد اور خود مختار ادارہ کی شکل دی گئی۔ مدارس ملحقہ کی اسناد کو کالج اور یونیورسیٹیوں کی اسناد کے مساوی قرار دیا گیا۔ مدارس ملحقہ کے اساتذہ کو تنخواہ کا اسکیل سرکاری اسکول کے اساتذہ کے برابر کر دیا گیا۔ پھر ۲۱ر جنوری ۱۹۸۳ء کو ڈاکٹر اخلاق الرحمان قدوائی نے آرڈیننس کو منسوخ کر دیا اور ایکٹ کو منظوری دی۔ مزید معلومات کے لئے تاریخ مدرسہ بورڈ کا مطالعہ کریں۔

صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ مضبوط اور مستحکم نظام ہے، ایسا مضبوط اور مستحکم نظام ملک کے کسی دوسرے صوبہ میں نہیں ہے۔ بہار کے مدرسہ بورڈ کے تجربہ کو دیکھ کر ملک کے دوسرے صوبہ میں حکومت کی جانب سے مدرسہ بورڈ کو قائم کیا جا رہا ہے۔

بہار میں ۱۱۲۸ر ایسے مدارس ہیں جن کو مالی امداد دستیاب ہے اس کے علاوہ ۹ر مدرسۃ البنات ہے جس کو حکومت نے مالی امداد کے زمرہ میں شامل کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ ۲۴۶۰ر مدارس کو امداد یافتہ مدارس کے زمرہ میں شامل کرنے کے لئے حکم نامہ جاری کیا جا چکا ہے، جس کے تنخواہ کے ادائیگی کی کاروائی جاری ہے۔ ان سبھوں کی بنیاد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی ہے۔ اس لئے یہ سبھی مدارس ملحقہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی کے حصے ہیں اور ان تمام مدارس کے فارغین بھی شمسی ہی کہلاتے ہیں۔

بہار مدرسہ بورڈ کے اسناد پر ملازمت ومراعات

اور مختلف دور حکومت میں ان پر لگائے گئے سوالیہ نشانات

ایک تفصیلی جائزہ

الحاج جسٹس سید نورالہدی (سی آئی ای) نے 1912ء میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی کو پٹنہ شہر میں قائم کیا۔ یہ مدرسہ 1918ء تک پرائیوٹ طور پر ان کی نگرانی میں چلتا رہا۔ مدرسہ کی ترقی، مدرسہ تعلیم کے فروغ اور اس مدرسہ کے فارغین کو سرکاری ملازمت میں بحالی کے مقصد سے انہوں نے اس مدرسہ کو حکومت کی تحویل میں دینے کا پروگرام بنایا۔ بالآخر انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور 1919ء میں الگ وقف نامہ کے ذریعہ اس کو حکومت کی تحویل میں دے دیا۔ اس طرح یکم جنوری 1920ء سے اس مدرسہ کا نظام وانتظام باضابطہ حکومت کی تحویل میں چلا گیا۔ حکومت کی تحویل میں جانے کے بعد اس مدرسہ کے طلباء کے امتحانات کے لئے بانی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی کے مطالبہ پر ایک اکزامینیشن کمیٹی بنائی گئی جس میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی کے چھ اساتذہ اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اساتذہ، کالج کے پروفیسر اور سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز کو شامل کیا گیا۔ امتحانات ہوتے رہے لیکن بانی مدرسہ کے ذہن میں وسیع خاکہ تھا۔ اس کی تکمیل کے لئے وہ کوشاں رہے۔ اس خاکہ کے حصول کے لئے انہوں نے حکومت کے سامنے مدرسہ بورڈ بنانے کی تجویز پیش کی۔ جن کو منظوری مل گئی اور اس طرح 1922ء میں مدرسہ اکزامینیشن بورڈ بہار واڑیسہ کا قیام عمل میں آیا۔ صوبہ بہار واڑیسہ کے مدارس کی ترقی اور علوم وفنون کی ترویج واشاعت کے لئے انہوں نے حکومت کے سامنے مدارس کے الحاق کی تجویز پیش کی۔ اس کو بھی حکومت نے منظور کرلیا۔ اس طرح مدرسہ اکزامینیشن بورڈ سے امتحانات اور الحاق کا کام ہونے لگا۔ مدارس کے الحاق کا فائدہ یہ ہوا کہ صوبہ بہار کے بہت سے مدارس جو پرائیویٹ طور پر چل رہے تھے ان کو مدرسہ اکزامینیشن بورڈ سے الحاق کا راستہ ہموار ہوگیا۔ الحاق کا سلسلہ ابتدا میں سست رہا، لیکن دھیرے دھیرے اس میں تیزی آئی اور بہت سے مدارس ملحق ہوگئے، اس طرح امتحانات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ ایک عرصہ تک مدرسہ اسلامیہ شمس الہدی کی عمارت میں مدرسہ بورڈ کا کام چلتا رہا۔ جب کام کی زیادتی

ہوگئی تو مدرسہ بورڈ کے دفتر کے لئے الگ انتظام کیا گیا۔ مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کے اسناد اور سال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تحتانیہ.......................3 سال

وسطانیہ.......................4 سال

ملا.......................2 سال

مولوی.......................2 سال

عالم.......................2 سال

فاضل.......................2 سال

کل.......................15 سال

ملا کا لفظ جب بے معنی ہوگیا تو اس کو فوقانیہ سے تبدیل کر دیا گیا۔ نیز اڑیسہ کے مستقل صوبہ ہو جانے کے بعد اس کو بہار مدرسہ بورڈ سے الگ کر دیا گیا۔ مذکورہ بالا درجات وسطانیہ تا فاضل کے امتحانات بورڈ کے ذریعہ لئے جانے لگے جن کی مدت 15 سال تھی۔

پرنسپل رپورٹ کے مطابق 1926ء میں بانی مدرسہ الحاج سید نور الہدیٰ کی کوشش سے حکومت نے مدرسہ بورڈ کی سند حاصل کرنے والوں کو مندرجہ ذیل عہدوں پر بحالی کے لئے شرکت کرنے کا اہل قرار دیئے جانے کا اعلان کیا۔ مولوی پاس مندرجہ ذیل عہدوں کے لائق سمجھے جائیں گے۔ 1۔ جونیئر مدرسہ میں مدرس اول کی جگہ (2) انسپکٹنگ مولوی کی جگہ (3) ٹریننگ اسکول اور ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی کی جگہ (4) عربی درس وتدریس کے چند سال تجربہ کے بعد ملا کورس پڑھانے کی جگہ۔

عالم پاس مذکورہ بالا عہدوں کے ساتھ مندرجہ ذیل عہدوں کے لائق سمجھے جائیں گے۔

(1) ملا کورس پڑھانے کی جگہ اور چند سال تجربہ کے بعد مولوی کورس پڑھانے کی جگہ (2) نکاح کے رجسٹرار کی جگہ بشرطیکہ ایسی جگہ موجود ہو۔

فاضل پاس مذکورہ بالا عہدوں کے ساتھ مندرجہ ذیل عہدوں کے لائق بھی سمجھے جائیں گے (1) مولوی وعالم کورس پڑھانے کی جگہ اور چند سال تجربہ کے بعد فاضل کورس پڑھانے کی جگہ (2) انگریزی کالجوں میں لکچرر کی جگہ۔

شعبہ تعلیم میں بحالی کے لحاظ سے مولوی' عالم اور فاضل پاس میٹرک آئی۔اے اور

بی، اے کے برابر سمجھے جائیں گے۔ مگر انہیں عہدوں کے لائق سمجھے جائیں گے جو ان کے علوم وفنون کے مناسب ہوں۔

پٹنہ یونیورسٹی میں مولوی امتحان پاس طلباء کو صرف انگریزی میں میٹرک امتحان دینے کا حق دیا گیا۔ اسی طرح عالم پاس کو بی، اے کے صرف انگریزی امتحان دینے کا حق دیا گیا۔

سکریٹریٹ میں کلرکوں کی بحالی کے لئے جو مقابلہ جاتی امتحان ہوا کرتا تھا اس میں مولوی اور عالم پاس طلباء کو بھی شریک ہونے کا حق دیا گیا۔ اس طرح ٹائپسٹ کے عہدے کے لئے بھی انہیں لائق سمجھا گیا۔ مولوی اور عالم جو صرف انگریزی میں میٹرک یا آئی۔ اے امتحان پاس کر لیں گے۔ وہ ان عہدوں کے لئے منتخب کئے جانے کے اہل قرار دیئے گئے۔ جو جج لوکل سلف گورنمنٹ محکمہ پبلک ورکس اور شعبہ تعلیم کے ماتحت ہیں نیز ڈائریکٹر زراعت صنعت وحرفت رجسٹری انسپکٹر محکمہ جانوران کے ڈائریکٹر دفاتر کے لئے منتخب ہونے کے اہل قرار دیئے گئے۔ اسی طرح پریس اور فارم کے محکمہ میں بھی مولوی اور عالم پاس کو عہدہ پانے کے لئے لائق قرار دیا گیا۔

ان پر عمل درآمد بھی شروع ہوا۔ چنانچہ مدرسہ بورڈ کے عالم پاس فارغین کو انسپلٹنگ مولوی کے عہدے پر تقرری بھی ہوئی۔ مدرسہ بورڈ کی سند پر فارغین حسب اہلیت ولیاقت مذکورہ بالا عہدوں پر بھی بحال ہوتے رہے۔ مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آزادی سے پہلے مدرسہ بورڈ کے فارغین مذکورہ بالا سبھی عہدوں پر اپنی اہلیت اور لیاقت کی بنیاد پر بحال ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ مستند نظامیہ مدارس جیسے دار العلوم دیوبند' دار العلوم ندوۃ العلماء وغیرہ کے فضلاء بھی سرکاری اسکولوں میں بحال ہوتے رہے یہ سلسلہ آزادی کے بعد بھی جاری رہا۔ اس وقت ٹریننگ وغیرہ کی بھی کوئی شرط نہیں تھی۔ آزادی کے بعد تقریبا 1955ء کے بعد سے مدارس کے فارغین کے ساتھ دشواریاں پیش آنے لگیں۔ جب آہستہ آہستہ حکومت نے بہت سے عہدوں کو ختم کر دیا اور باقی ماندہ عہدوں پر بحالی کے لئے جو ضابطہ بنایا گیا اس میں مدارس کے فارغین کی حق تلفی کی گئی اور بہت سے شرائط ایسے شامل کر دیئے گئے کہ مدارس کے فارغین کے لئے دشواری پیش آنے لگی۔ اسکولوں میں بحالی کے لئے ٹریننگ کی شرط لگا دی گئی ۔ اس کی وجہ سے فارغین مدارس کو دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ٹریننگ کی شرط کے بعد مولوی کی سند پر ٹریننگ اسکولوں میں داخلہ ہونے لگا اور ٹریننگ کے بعد پرائمری اسکولوں میں بحالی ہونے لگی۔ جہاں تک ہائی اسکول کی بات ہے تو ہائی اسکول میں گریجویٹ ٹرینڈ کی بنیاد پر بحالی ہوتی تھی۔ عالم گریجویشن کے مساوی تھا اس کے بعد فاضل کے دو

سالہ اضافی تعلیم کو جوڑ کر حکومت نے فاضل کو ٹرینڈ گریجویٹ کے مساوی تسلیم کیا۔ اسی کی سفارش کوٹھاری کمیشن نے بھی کی۔ اس طرح فاضل کو ٹرینڈ گریجویٹ کے مساوی مان کر ہائی اسکولوں میں بحالی ہوتی رہی۔ کبھی کبھی درمیان میں کچھ افسران کی جانب سے کچھ ایسی باتیں ہو جایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے مدارس کے فارغین کے لئے راستے مسدود ہوتے نظر آتے۔ بعض ٹریننگ اسکولوں میں مولوی پر داخلہ نہیں لیا گیا۔ کہیں مدارس کے جملہ اسناد کو میٹرک کے مساوی قرار دے دیا گیا۔ اس طرح نا مساعد حالات سے مدارس کے فارغین دو چار ہوتے رہے۔ یہاں تک کے ہائی اسکولوں میں بحالی کے لئے متعلقہ مضامین میں آنرس کا معاملہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بہار مدرسہ بورڈ کے اسناد پر سوالیہ نشان کھڑا ہوا۔ اب ہائی اسکولوں میں اردو کی عہدہ کے لئے ایسے امیدوار کا انتخاب ہونے لگا جو اردو کے ساتھ آنرس کئے ہوئے ہیں، اس وقت بہار مدرسہ بورڈ کا نصاب تعلیم 15 سالہ تھا۔ اور آنرس کی تعلیم کا بھی انتظام نہیں تھا جبکہ کالج اور یونیورسیٹی کا نصاب تعلیم 17 سالہ تھا اور آنرس کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔ فاضل امتحان بورڈ کے ذریعہ لیا جاتا تھا۔ تو یونیورسٹی کی ڈگری نہیں ہونے کی وجہ سے بھی پریشانی لاحق ہوتی تھی۔ ان تمام دشواریوں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے حساس طلباء کو اس کے لئے آمادہ کیا کہ مدارس کے فارغین کے حقوق کی حفاظت اور ان کو دیئے گئے مراعات کی بازیابی کے لئے کوشش کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے آل بہار مدرسہ اسٹوڈینٹس یونین 1970ء میں قائم کیا، اور اس یونین کے ذریعہ اپنے حقوق کی حفاظت اور انکی بازیابی کے لئے کوششیں شروع کی۔ حکومت نے ان کے مطالبات کو قبول کیا اور ایک کمیٹی کی منظوری دی۔ اس کمیٹی نے نصاب تعلیم کو کالج اور یونیورسٹی کے مساوی بنا کر کے خاکہ حکومت کے سامنے پیش کیا۔ اس کے مطابق بہار مدرسہ بورڈ کا نصاب تعلیم 17 سالہ کر دیا گیا۔ اور اس میں آنرس کو بھی شامل کر دیا گیا۔ جس کا خاکہ حسب ذیل ہے

تحتانیہ۔۔۔۔۔4 سال۔۔۔۔پرائمری

وسطانیہ۔۔۔۔4 سال۔۔۔۔مڈل

فوقانیہ۔۔۔۔۔2 سال۔۔۔۔میٹرک

مولوی۔۔۔۔۔2 سال۔۔۔۔I.A

عالم۔۔۔۔۔3 سال۔۔۔۔بی، اے، آنرس

فاضل۔۔۔۔۔2 سال۔۔۔۔ایم، اے

یہاں اس بات کو ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ انٹر کے دو حصے ہیں ایک سائنس اور دوسرا آرٹس۔ 1976 میں انٹر کی تعلیم کالج میں ہوتی تھی اور اس کا امتحان بھی یونیورسٹی کے ذریعہ لیا جاتا تھا۔ اس کا نام کبھی انٹر رہا اور کبھی پری۔ لیکن انٹر اور پری صرف نام میں فرق کا معاملہ تھا۔ نصاب تعلیم میں بہت حد تک یکسانیت تھی۔ بہار مدرسہ بورڈ کے لئے نصاب تیار کرتے وقت نصاب کمیٹی نے پٹنہ یونیورسٹی کو ماڈل مان کر نصاب تیار کیا۔ بہار مدرسہ بورڈ میں مولوی کلاس میں سائنس کی تعلیم نہیں ہوتی ہے بلکہ صرف آرٹس مضامین کی تعلیم کا انتظام ہے، اس لئے نصاب ساز کمیٹی نے پٹنہ یونیورسٹی کے آرٹس کے مضامین کو سامنے رکھا۔ پٹنہ یونیورسٹی کے آرٹس کو سامنے رکھتے ہوئے مولوی، عالم اور فاضل کا نصاب آرٹس کے مضامین میں تیار کیا۔ جس کو حکومت نے 1978ء میں گزٹ کے ذریعے حسب ذیل طریقہ پر مساوی منظور کیا۔

(1) وسطانیہ.....................مڈل

(2) فوقانیہ.....................میٹرک

(3) مولوی.....................آئی، اے

(4) عالم.....................بی، اے

فاضل کی مساوات کو حکومت نے منظوری نہیں دیا کہ یہ یو جی سی اور یونیورسٹی کا کام ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت کو خاص اہمیت ہے کہ انٹر کے دو شعبے ہیں انٹر آرٹس اور انٹر سائنس چونکہ مولوی میں صرف آرٹس کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ سائنس کے مضامین نہیں پڑھائے جاتے ہیں اس لئے حکومت نے مولوی کو انٹر آرٹس (I.A) کے مساوی منظور کیا ہے۔

اس موقع پر بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے مولوی اور پٹنہ یونیورسیٹی اور مگدھ یونیورسیٹی کے آئی.اے (I. A) کے مضامین ونمبرات کا موازنہ پیش کیا جارہا ہے تا کہ مساوات کا معاملہ پوری طرح واضح ہوسکے۔

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے مولوی کے نصاب کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

دینیات	تین پرچہ	۳۰۰
عربی ادب	دو پرچہ	۲۰۰
مادری زبان اردو	ایک پرچہ	۱۰۰
قومی زبان ہندی	ایک پرچہ	۱۰۰

فارسی ایک پرچہ ۱۰۰

انگریزی دو پرچہ ۲۰۰

منطق وفلسفہ ایک پرچہ ۱۰۰

تاریخ اسلام، سیاسیات، معاشیات، نفسیات وغیرہ میں سے ایک پرچہ ۱۰۰

پٹنہ یونیورسیٹی کے انٹر آرٹس کے مضامین کے لئے میرے پاس مارکس شیٹ موجود ہے اس میں مضامین اور نمبرات کی تفصیل حسب ذیل ہیں۔

انگلش 200

اردو ہندی کمپوزیشن 50+50=100

درج ذیل میں سے کوئی تین مضامین لینا ضروری ہے۔

اردو پرنسپل، عربی، فارسی 200

تاریخ 200

فلاسفی 200

معاشیات 200

پولٹیکل سائنس 200

سائیکولوجی 200

اب مگدھ یونیورسٹی کا مارکس شیٹ میرے سامنے ہے۔ مضامین اور نمبرات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(1) راشٹر بھاشا 100

(2) اردو کمپوزیشن 100

(3) انگریزی 200

(4) موڈرن لنگویز 200

(5) کلاسیکل لنگویز 200

(6) تاریخ 200

(7) معاشیات 200

(8) سائیکولوجی 200

(9) سماجیات 200

(10) فارسی 200

مولوی اور انٹر آرٹس پٹنہ یونیورسیٹی کے نصاب تعلیم کے موازنہ سے ظاہر ہے کہ مولوی کے نصاب تعلیم میں وہ تمام مضامین شامل ہیں جو انٹر آرٹس میں ہیں، اسی یکسانیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت بہار نے مولوی کے نصاب تعلیم کو انٹر آرٹس (I.A.) کے مساوی قرار دیا ہے۔ جہاں تک اخبار میں شائع، معزز پٹنہ ہائی کورٹ میں کیس کے فیصلے کی بات ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کیس کرنے والے نے صحیح انداز میں اپنا کیس درج نہیں کیا یا صحیح طور پر معزز جج کے سامنے اپنے مقدمہ کے لئے کاغذات پیش نہیں کئے اسلئے فیصلہ صحیح نہیں آسکا۔

حکومت کی جانب سے اس کا اعلان کیا گیا ہے کہ مولوی کی بنیاد پر بحالی جاری رہے گی یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ یہ تو مولوی کی بنیاد پر بحالی کا معاملہ ہے۔ مساوات کی بنیاد پر بہت سے دیگر محکموں میں بھی بحالی ہوتی آرہی ہے، اس کے علاوہ دیگر صوبوں میں بھی عام عہدوں پر مدرسہ کے فارغین کی بحالی ہوتی ہے۔ اگر مساوات کا معاملہ حل نہیں کیا گیا تو یہ معاملہ باقی رہ جائے گا۔ جو قابل غور ہے۔ اس کے علاوہ یہ صرف بحالی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد پر بی، اے میں داخلہ بھی لیا جاتا ہے، اس لئے اس کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ اس کی مساوات کو باقی رکھنے کے لئے کوشش کی جائے۔ یہ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے اور مدرسہ بورڈ کی بھی۔ ملک وملت کے قائدین کی بھی۔ ساتھ ہی مدارس سے متعلق تنظیم کی بھی۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا اور معزز ہائی کورٹ کا فیصلہ برقرار رہا تو آئندہ داخلے میں پیچیدگی پیدا ہوسکتی ہے اور بحال شدہ اور داخلہ لئے ہوئے امیدواروں کو بھی دشواری پیش آسکتی ہے، اور اس سے مدارس کے طلباء کا نقصان ہوگا اور اس کا براہ راست اثر مدرسہ کی تعلیم پر پڑے گا۔ نیز اس کا مقابلہ جاتی امتحان پر بھی سیدھا اثر پڑے گا۔

حکومت قابل مبارک باد ہے کہ اس نے بحالی کا کام شروع کیا اس کی وجہ سے بہت سے لوگ روزگار سے منسلک ہوسکے۔ لیکن بحالی ضابطے کے مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کہیں نہ کہیں خامی موجود ہے جس کی وجہ سے امیدواروں کو دشواری پیش آرہی ہے جو گذشتہ برسوں میں پیش نہیں آئی، ان میں سے چند پیش کئے جارہے ہیں۔

(1) گذشتہ بحالی میں ہائی اسکول کے لئے جو بحالی ضابطہ بنایا گیا، اس میں عالم آنرس کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا، جس کی وجہ سے مدارس کے فارغین میں بے چینی اور مایوسی رہی۔ بہت

دوڑ دھوپ کے بعد تنظیم سے منسلک عہدیداران بحالی کے ضابطہ میں اس کو شامل کرانے میں کامیاب ہوئے اور اس طرح عالم آنرس اور ٹریننگ کی سند پر ہائی اسکول میں بحالی ہوئی۔

(2) فاضل کی سند کو ہمیشہ ٹرینڈ گریجویٹ شمار کیا گیا۔ یہاں تک کہ کوٹھاری کمیشن نے بھی اس کو ٹرینڈ ماننے کی سفارش کی۔ اس کمیشن کی سفارش کو منظوری دیتے ہوئے گذشتہ تمام حکومتوں نے فاضل کو گریجویٹ ٹرینڈ تسلیم کیا لیکن گذشتہ سال بحالی میں اس پر سوالیہ نشان لگا کر اسکو N.C.E.R.T سے اس کے ٹرینڈ ہونے کے سلسلے میں پوچھا گیا۔۔ اس نے نفی میں جواب دیا۔

یہاں اس وضاحت کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ عالم آنرس کو حکومت نے بی ،اے آنرس مانا ہے،اس کے بعد دو سال فاضل کی تعلیم ہوتی ہے،اس دو سال کا کوئی فائدہ فارغین کو نہیں حاصل ہو رہا تھا۔ تو تمام حکومت نے رعایت دیتے ہوئے بحالی اور اسکیل میں فاضل کو گریجویٹ ٹرینڈ مان کر فائدہ دینے کی منظوری دی۔ جس کو حکومت نے ختم کر دیا۔ حالانکہ بہار کونسل کے چیئر مین عزت ماب پروفیسر ارون کمار نے اس پر بار بار زور دیا کہ یہ حکومت کا معاملہ ہے۔ حکومت اس پر غور کرے لیکن حکومت نے خود اس پر غور نہ کر کے N.C.E.R.T کا سہارا لے کر فاضل کو ٹرینڈ ماننے سے انکار کر دیا۔ حکومت کو چاہئے کہ اس فیصلے پر نظر ثانی کرے۔

(3)۔2+ میں بحالی کا حق فاضل ٹرینڈ امیدوار کو دیا جانا چاہئے۔ چونکہ عالم آنرس کے بعد مزید دو سال کی تعلیم حاصل کیا اور حکومت کی جانب سے متبادل انتظام نہیں کئے جانے کی وجہ سے حکومت نے ان کے امتحان کا نظم بہار مدرسہ بورڈ کے ذریعہ کرایا، اس لئے ان کی ڈگری کو منظوری دیتے ہوئے 2+ میں بحالی کا حق دینا چاہئے، لیکن اس کو بحالی کے ضابطہ میں شامل نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے مدارس کے فارغین میں مایوسی ہے، حکومت کو ہمدردانہ غور کرتے ہوئے بحالی کے ضابطہ میں شامل کرنا چاہئے۔

جہاں تک مساوات کی بات ہے تو حکومت نے مولوی اور عالم کو آرٹس کے مضامین میں مساوی قرار دیا ہے اور یہ گزٹ کے ذریعہ منظور ہے، اس طرح مولوی انٹر آرٹس (آئی اے)عالم بیچلر آف آرٹس (بی اے) کے مساوی ہے، کارمک وبھاگ نے اس کو اپنے مکتوب نمبر 4226 مورخہ 77-3-11 کے ذریعہ داخلہ اور بحالی دونوں کے لئے مساوی قرار دیا ہے۔

بہت سے حضرات مساوات کے سلسلے میں مضامین کے نمبرات میں کمی بیشی کو دیکھتے ہوئے مساوات کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ کہیں بھی ایسا دیکھنے میں نہیں ملتا ہے۔ بہار اسکول

بورڈ کے مارکس شیٹ کو سامنے رکھئے اور C.B.S.C کے مارکس شیٹ کو۔ دونوں کے مضامین کے نمبرات کا مقابلہ کر کے دیکھئے تو دونوں میں بہت فرق ہے۔لیکن اس کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے مساوی ہیں ۔کوئی مساوات کا مسئلہ نہیں ہے ،آپ یونیورسٹی کے گریجویشن اور M.A کے نصاب تعلیم کا موازنہ کر کے دیکھئے تو ہرایک یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں فرق ہے۔اس کے باوجود بھی ایک دوسرے کے مساوی ہے۔اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ مساوات میں نمبرات کے کم اور زیادہ ہونے کا موازنہ نہیں کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس بات پر توجہ دی جاتی ہے کہ نصاب میں مضامین شامل ہیں یا نہیں۔ ساتھ ہی اس کے پڑھنے سے طلبا میں اس مضمون کی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں ۔اسی اعتبار سے مولوی کا موازنہ انٹر آرٹس سے کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے مولوی کلاس کے نصاب تعلیم میں وہ تمام مضامین شامل ہیں جو انٹر آرٹس میں ہیں، بلکہ اس سے زیادہ ہی مدارس کے طلباء پڑھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ آرٹس کے جملہ مضامین کو پڑھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پٹنہ یونیورسٹی اور دیگر یونیورسیٹیوں کی اکیڈمک کونسل نے بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے عالم وفاضل کے اسناد کی مساوات کو منظوری دیا ہے اور پٹنہ یونیورسٹی کے ساتھ صوبہ بہار کی تقریبا تمام یونیورسیٹیوں میں آرٹس کے مضامین میں داخلہ لیا جارہا ہے۔

جہاں تک مراعات میں حق تلفی کی بات ہے تو اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(1) گذشتہ سرکار میں بحالی اور ملازمت کے لئے بہار مدرسہ بورڈ کے فارغین کو دس فیصد ریزرویشن دیا گیا تھا۔ ریزرویشن والے دس فیصد عہدوں پر مدارس کے فارغین بحال ہوتے تھے اور اسکول وکالج کے طلباء جنرل عہدوں کے ساتھ اردو پر بھی بحال ہوتے تھے۔گذشتہ حکومت کے زمانے میں اردو کے بہی خواہوں نے الگ سے کچھ زیادہ کوٹا حاصل کئے بغیر اسی دس فیصد کو اردو کے نام مخصوص کرادیا اور مدارس کے ریزرویشن کو ختم کرادیا۔

(2) ٹریننگ میں بھی دس فیصد مدارس کے فارغین کے لئے ریزرویشن تھا،ان سیٹوں پر مدرسہ کے فارغین کا داخلہ ہوتا تھا۔اسکول اور کالج کے فارغین کا داخلہ جنرل سیٹ، پر کیا جاتا تھا جنرل سیٹ کے ساتھ اردو کے سیٹ پر بھی داخلہ لیا جاتا تھا۔ٹریننگ میں بھی اردو کے لئے الگ سے کوئی کوٹا میں اضافہ کئے بغیر دس فیصد اردو کے لئے ریزرویشن کرادیا گیا۔اور مدارس کے فارغین کا کوٹا ختم کردیا گیا۔

ہمارے لئے فخر کی بات ہے کہ ہمارے صوبے میں مدارس ملحقہ کا ایک مستقل نظام ہے اسی کو بنیاد بنا کر پورے ہندستان میں مدارس کے لئے بورڈ بنایا جارہا ہے۔ ہمارے مدارس کی تعلیم و اسناد کی شہرت پورے ہندستان میں ہے یقیناً بہار مدرسہ بورڈ نے ہندستان کے وقار کو بلند کیا ہے ۔اس اعتبار سے اس کی ضرورت ہے کہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے اسناد کو بحالی اور دیگر سرکاری مراعات میں زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرائے جائیں تا کہ ہمارے صوبہ بہار کا نام پوری دنیا میں روشن رہے۔

(راشٹریہ سہارا پٹنہ، قومی تنظیم پٹنہ)

مدارس ملحقہ میں تعلیمی بحران

صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ کا مستقبل اور مضبوط نظام ہے۔ ایسا نظام ملک کے دوسرے صوبوں میں نہیں ہے۔ یہ مدارس بہار مدرسہ بورڈ سے ملحق ہیں، اسی وجہ سے مدارس ملحقہ کہلاتے ہیں۔

بہار مدرسہ بورڈ کا قیام ۱۹۲۲ء میں آیا۔ جب مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو ۱۹۱۹ء میں سرکار کی تحویل میں دیدیا گیا۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے طلبہ کے امتحانات کے لئے ایک ایکزامینشن باڈی کا قیام عمل میں آیا، پھر اسی کو توسیع کر کے باضابطہ ۱۹۲۲ء میں مدرسہ ایکزامینشن بورڈ بنادیا گیا۔ یہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی عمارت ہی میں کام کرتا رہا پھر کام بڑھ جانے کی وجہ سے مدرسہ بورڈ کو مدرسہ کی عمارت سے الگ کردیا گیا۔ اب بورڈ الگ ایک ادارہ ہے۔ اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ الگ۔

مدرسہ اکزامینشن بورڈ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی وجہ سے وجود میں آیا۔ اس لئے اس کا نصاب تعلیم بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ ہی کا نصاب تعلیم رہا۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے نصاب تعلیم کو ملک کے بڑے بڑے مشہور علمائے دین نے تیار کیا تھا، اس نصاب تعلیم میں اسلامی اور عصری دونوں مضامین کو شامل کیا گیا۔ اس کی وجہ سے حکومت نے ملازمت کے لئے شروع ہی سے اس کی سند کو منظور کیا۔ پھر ۱۹۷۸ء میں مدرسہ اکزامینشن بورڈ کو تحلیل کر کے بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بنایا گیا۔ اور اس کے اسناد کو باضابطہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی ڈگری کے مساوی قرار دیا گیا۔ مدارس ملحقہ کے تعلیمی نظام کے مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کا نظام تعلیم ۱۹۶۵ء تک بہت اچھا تھا۔ اس میں درس وتدریس کا باضابطہ نظام تھا۔ بورڈ امتحانات وقت پر ہوتے تھے اور وقت پر رزلٹ شائع ہوا کرتے تھے۔ امتحانات ضلع اسکول میں ہوا کرتے تھے، یہاں تک کہ وسطانیہ کا امتحان بھی ضلع اسکول ہی میں ہوتا تھا۔ اس لئے وہی طلبہ امتحان میں شریک ہوتے تھے، جو امتحان میں پاس کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ تعلیمی سیشن درست تھا۔ طلبہ میں پڑھنے کا جذبہ تھا' اساتذہ میں درس وتدریس سے دلچسپی تھی۔ اس طرح مدارس ملحقہ کا تعلیمی نظام اچھا تھا' اس زمانہ میں مجموعی اعتبار سے ہر تعلیمی ادارہ میں پڑھنے پڑھانے کا ماحول تھا۔ اس کے بعد تعلیمی انحطاط کا دور شروع ہوا۔ حکومت کی جانب سے اساتذہ کی تنخواہ کی ادائیگی کا اعلان کیا گیا، عام لوگوں نے مدارس

ملحقہ سے دلچسپی چھوڑ دی کہ اب یہ مدارس سرکاری مدارس ہو گئے۔ یہاں تک کہ اہل خیر حضرات میں سے بھی بیشتر نے چندہ دینا بند کر دیا کہ ان مدارس کو چندہ کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ انہیں یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ ان کے چندہ کا مصرف صرف اساتذہ کی تنخواہ کی ادائیگی نہیں، بلکہ انکے چندہ سے طلبہ کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے مدارس آباد تھے۔ نظامیہ مدارس کے انداز پر مدارس ملحقہ میں بھی جاگیر کا انتظام تھا۔ بڑے بڑے مدارس میں چار سو پانچ سو طلبہ جاگیر میں رہتے تھے۔ فاضل تک باضابطہ طلبہ کی تعلیم کا انتظام ہوتا تھا، رات میں مطالعہ کا رواج تھا، طلبہ دیر رات تک مطالعہ کرتے پھر فجر سے پہلے بیدار ہو کر پڑھتے تھے۔

جب مدارس ملحقہ میں اساتذہ کی تنخواہ کی ادائیگی حکومت کی جانب سے ہونے لگے اور اہل خیر حضرات نے چندہ دینے میں قیل وقال شروع کیا، تو مدارس ملحقہ کے اساتذہ نے بھی اپنے آپ کو آزاد رکھنے میں ہی فائدہ محسوس کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مدارس ملحقہ میں جاگیر کا انتظام ختم ہو گیا۔ طلبہ کی دلچسپی مدارس کی تعلیم سے کم ہونے لگی۔ تنخواہ کی ادائیگی کی وجہ سے ہر کوئی سکریٹری بننے کا خواہشمند ہو گیا، اپنے آدمی کو بحال کرنے کے لئے کمیٹی میں رسہ کشی شروع ہو گئی، دانشوران خاموش وتماشائی بن گئے، گارجین کو کوئی دلچسپی نہیں رہی، اس کا سب سے بڑا اثر تعلیمی نظام پر پڑا۔ اب نہ تو اکثر مدارس ملحقہ میں اساتذہ کے لئے رہنے کا انتظام ہے اور نہ طلبہ کے لئے جاگیر کا انتظام۔ سرکاری جانب سے تنخواہ کی ادائیگی کی جانے لگی۔ تو اب اساتذہ کی جگہ پر اپنے رشتے داروں کو بحال کرنے کی جانب زور بڑھا۔ اس کی جگہ سے حال یہ ہوا کہ ہر کوئی سکریٹری بننے کا خواہش مند نظر آنے لگا، اور اسکے لئے کوشش کرنے لگا کہ اس کا بھائی بھتیجا مدرسہ میں بحال ہو جائے، خواہ وہ جاہل ہی کیوں نہ ہو، سرکاری ملازم ہونے کی زعم میں اساتذہ نے درس وتدریس سے منہ موڑا۔ جاگیر کے نظام کے ختم ہو جانے کی وجہ سے مدارس سنسان ہو گئے۔ گارجین کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی، دانشوروں کی توجہ اس جانب نہیں رہی۔ امتحان دینے کے لئے طلبہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو اسکے لئے چندہ شروع ہوا۔ اسکول کے طلبہ، کالج کے طلبہ، بے پڑھے لکھے طلبہ، کا اہل مدارس فارم پُر کرانے لگے، ساتھ ہی ان کو پاس کرانے کا بھی ٹھیکہ لینے لگے۔ اس کے لئے یہ تحریک شروع کی گئی کہ مدارس ملحقہ کو سنٹر بنایا جائے۔ تاکہ یہ بے پڑھے لکھے طلبہ امتحان میں کامیاب ہو سکیں۔ نتیجہ سامنے ہے۔ جبکہ اس طرح کا مطالبہ پہلے نہیں ہوا کرتا تھا۔ اساتذہ، طلبہ اور گارجین کو اس سے بالکل دلچسپی نہیں ہوتی تھی کہ امتحان کا سنٹر کہاں ہو گا۔ لیکن اب تو حالت ہی مختلف ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔

درمیان میں تعلیمی انحطاط کا دور شروع ہوا تو تعلیم کا سیشن بھی حد سے زیادہ لیٹ رہنے لگا۔ یہاں تک کہ ایسا زمانہ آگیا کہ ایک کاؤنٹر پر داخلہ لیا جاتا تھا اور دوسرے کاؤنٹر پر امتحان کے لئے فارم جمع کیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ تقریباً بارہ برسوں تک جاری رہا۔ آخر بڑی مشکل کے بعد ۲۰۰۰ء میں اس کے سیشن کو اپنی حالت پر لانے میں کامیابی حاصل ہوگئی اور تقریباً ۲۰۰۱ء سے سیشن اپنی حالت پر لوٹ آیا اور پھر درس وتدریس کے لئے جتنی مدت کی ضرورت تھی وہ مدت ملنے لگی۔ اس سے کچھ تعلیمی نظام میں درستگی بھی آئی۔ طلبہ کو دیگر اداروں میں داخلہ کا موقع بھی میسر آیا۔ اسی درمیان مدرسہ بورڈ نے اکیڈمک کلنڈر بھی مرتب کیا اور اس کی منظوری بورڈ کے ذریعہ دی جانے لگی، اور اس اکیڈمک کلنڈر کے ذریعہ امتحانات کے انعقاد ہوتے رہے، یہاں تک کہ ۲۰۰۹ء کا امتحان کا وقت آگیا، ۲۰۰۹ء کے امتحان کے لئے بھی اکیڈمک کلنڈر کو بورڈ کی میٹنگ میں منظوری دی گئی تھی۔ اس کے مطابق رجسٹریشن/پرمیشن، امتحان فارم برائے وسطانیہ، فوقانیہ، ومولوی نامزد مدارس میں جمع کرنے کی آخری تاریخ 8-2-09۔ بورڈ میں جمع کرنے کی تاریخ 12-2-09۔ تاخیری فیس کے ساتھ جمع کرنے کی آخری تاریخ 15-2-09۔ مدرسہ بورڈ میں جمع کرنے کی آخری تاریخ 19-2-09، امتحان کی متوقع تاریخ فوقانیہ ومولوی 31-3-09۔ اور وسطانیہ امتحان کے لئے تاریخ 9-2-09 مقرر کیا گیا۔ بورڈ کی میٹنگ میں اسکو منظوری دیدی گئی، چونکہ الیکشن سامنے تھا اسی وجہ سے آمدورفت اور تمام امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے بورڈ کی میٹنگ میں اس کا فیصلہ کیا گیا۔ فیصلہ کے باوجود بغیر کسی وجہ کے مدرسہ بورڈ نے تاریخ کو بڑھادیا گیا۔ اور 25-5-09 سے امتحان کی تاریخ کا اعلان کردیا۔ جس کی وجہ سے امتحان دہندگان کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

اس موقع پر اس وضاحت کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ بہار مدرسہ بورڈ مذکورہ بالا تاریخ امتحانات کے سلسلے میں اخبار میں اعلان 6-1-09 کو شائع ہوا۔ اس طرح وسطانیہ تا مولوی درجات میں درس وتدریس کا سلسلہ جنوری 2009 سے ہی بند ہوگیا۔ ایسے ہی کچھ حال عالم اور فاضل کا ہے۔ حکومت بہار نے نوٹیفکیشن کردیا کہ عالم وفاضل کا امتحان 2009 سے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی منعقد کرائے گی۔ اس کے مطابق مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی نے امتحان کے لئے عالم وفاضل امتحانات کے لئے مجوزہ تاریخ کا اعلان کیا۔ اس کے مطابق عالم سیشن 2010-2007 سال اول 1-6-09۔ فاضل سیشن 09-2007 پریویس جون 2009۔ عالم سیشن 11-2008 سال اول جون 2009۔ فاضل سیشن 10-2008

جون 2009، عالم سیشن 10-2007 سال ثانی اکتوبر 2009۔ فاضل سیشن 09-2007 اکتوبر 2009، رجسٹریشن فارم جاری کرنے کی تاریخ 24 مارچ 2009 جمع کرنے کی تاریخ مدرسہ میں 09-4-10۔ یونیورسٹی آفس میں 09-4-15 ہے۔ اس سلسلہ میں مورخہ 24 مارچ 2009 کو ورک شاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اور عالم و فاضل کے امتحانات کا اعلان کیا گیا۔ فارم پر کیا گیا۔ اس وقت سے تعلیم بند ہے۔ ابھی تک یونیورسیٹی کے ذریعہ عالم و فاضل درجہ کے امتحانات کا انعقاد بھی نہیں کیا گیا ہے۔ کب امتحان ہوگا اور کب نتیجہ شائع ہوگا، اس سلسلے میں ابھی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

جہاں تک عالم آنرز امتحان کی بات ہے تو یہ پورے طور پر معلق ہے۔ اس امتحان کو بورڈ کے ذریعہ لیا جائے گا یا یونیورسیٹی کے ذریعہ۔ ابتک اس کا فیصلہ ہی نہیں ہوسکا۔ عالم و فاضل امتحانات کو 2009 سے مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کے ذریعہ لئے جانے کا نوٹیفکیشن جاری کردیا ہے۔ اس لئے یونیورسٹی کے ذریعہ عالم آنرز 2009 کا امتحان منعقد ہونا چاہیے لیکن چونکہ عالم پریویس کا امتحان بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ذریعہ لیا جاچکا ہے، ایک سال آنرز کا امتحان باقی ہے۔ یونیورسٹی کا کہنا ہے کہ یہ ایک سال کا آخری امتحان ہے۔ اس کے پریویس کا ریکارڈ مدرسہ بورڈ کے پاس ہے۔ یونیورسٹی کے پاس کوئی رکارڈ نہیں ہے۔ اس لئے اس امتحان کو بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ ہی اس سال منعقد کرائے۔ آئندہ یونیورسٹی کے ذریعہ منعقد کرایا جائے گا۔ اس سلسلے میں مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی سے مکتوب بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو موصول کرایا جاچکا ہے۔ بہار مدرسہ بورڈ کا کہنا تھا کہ اس امتحان کو بورڈ کے ذریعہ منعقد کرانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ اس لئے کہ نوٹیفکیشن ہوچکا ہے۔ اس طرح یہ معاملہ التواء میں پڑا تھا۔ میں نے مدرسہ بورڈ اور مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کی میٹنگ میں تجویز منظور کرائی کی دونوں ادارے سرکار کو صورت حال کی اطلاع دیں تاکہ اس کا فیصلہ ہوسکے۔ توقع ہے کہ اس سلسلہ میں کاروائی کی گئی ہوگی۔ لیکن اب تک اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اگر اس سلسلے میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا تو موجودہ عالم پریویس پاس طلبہ کا بڑا خسارہ ہوگا۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات سامنے ہے کہ موجودہ حالت میں مدارس ملحقہ کا تعلیمی نظام بحران کا شکار ہے۔ فوقانیہ سے مولوی تک کا مارکس شیٹ جاری نہیں ہوا۔ عالم اور فاضل کا امتحان ہی نہیں ہوا۔ عالم آنرز کا امتحان کس ادارہ کے ذریعہ لیا جائے گا کچھ پتہ نہیں۔ اس کی وجہ سے

مدارس ملحقہ کے طلبہ نہ تو کسی یونیورسٹی میں داخلہ لے سکے، نہ وظیفہ کے لئے فارم جمع کرنے کے قابل ہیں اور نہ کہیں بحالی میں درخواست دینے کے اہل ہیں۔اس لئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ اس بحران پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لئے ہر ایک کو ذمہ داری قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ مدرسہ بورڈ، مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی، مجلس منتظمہ، اساتذہ، طلبہ، گارجین اور قائدین ملت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدارس ملحقہ سے اپنی دل چسپی کا مظاہرہ کریں اور مدارس ملحقہ میں تعلیمی ماحول پیدا کیا جائے۔

اس موقع پر اس کی وضاحت کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے کہ مدارس ملحقہ کے فارغین ڈگری کی مساوات سے بھی متاثر ہیں۔ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے مولوی کی سند، آئی، اے، کے برابر ہے۔ لیکن بحالی ضابطہ 2008 میں اس کو صرف اردو کے عہدہ کے لئے خاص کردیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے طلبہ میں مایوسی ہے۔ اور یہ مساوات کی نوٹیفیکشن کے خلاف بھی ہے۔ عالم وفاضل کی سند کی مساوات کو عزت مآب وزیر اعلیٰ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے برقرار تو کردیا گیا۔ لیکن لائبریری سائنس میں عالم آنرز کی بنیاد پر داخلہ لے کر یونیورسٹی کے ذریعہ لائبریری سائنس پاس امیدواروں کی کاؤنسلنگ نہیں کرائی جارہی ہے۔ اور نہ ہی 2+ میں فاضل کی بنیاد پر کاؤنسلنگ کرائی جارہی ہے۔ اس کی وجہ سے مدارس ملحقہ کے فارغین میں مایوسی ہے۔ ساتھ ہی مدارس ملحقہ میں اسکول، کالج اور یونیورسیٹی کے طرح اسکالرشپ کا انتظام بھی نہیں ہے کہ اس کا انتظام کیا جائے۔۔۔۔ پہلے بحالی اور ٹریننگ میں %10 سیٹ مدارس ملحقہ کے امیدواروں کے لئے مخصوص تھی، اس کو بحال کیا جائے۔ تاکہ مدارس کے تعلیم کا فروغ ہو سکے۔ عزت مآب وزیر اعلیٰ، مسلم قائدین اور دانشوران نے ہمیشہ مدارس ملحقہ کی جانب خصوصی توجہ رکھی ہے۔ یہ مدارس ملحقہ کے لئے فال نیک ہے۔ عزت مآب وزیر اعلیٰ نے تمام اسکولوں میں اردو ٹیچر بحال کرنے کا اعلان کر کے قابل فخر کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس سے مدارس ملحقہ کے فارغین کے لئے مزید ملازمت کے مواقع حاصل ہونگے۔ اسی طرح مدارس ملحقہ کے مسائل پر بھی ان کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ مدارس ملحقہ کا یہ نظام بہار میں بہت مضبوط ہے۔ اور ان کی خصوصی توجہ کی وجہ سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ سمیت مدارس ملحقہ کے مسائل حل ہونگے اور یہ حکومت کا قابل فخر کارنامہ ہوگا اور اس کی وجہ سے حکومت بہار کا وقار بلند ہوگا۔ (راشٹریہ سہارا ۱، ۲۰۰۹ء)

(نوٹ) مطالبہ کے بعد لائبریرین کے عہدہ پر بحالی کی گئی۔

مدارس ملحقہ میں تعلیمی اصلاح

صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ کا ایک نظام ہے ایسا مکمل نظام ملک کے دوسرے صوبہ میں نہیں ہے، یہ مدارس حکومت بہار کے لئے قابل فخر سرمایہ ہیں۔

مدرسہ ملحقہ کی تاریخ بہت زیادہ پرانی نہیں، اس کی ابتدائی کڑی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ ہے۔ اس مدرسہ کا قیام ۱۹۱۲ء میں عمل میں آیا، شروع میں ملک کے رواج کے مطابق اس مدرسہ میں بھی درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی رہی، اور اس خدمت کے لئے بانی مدرسہ نے ملک کے جید علماء وفضلاء کی خدمت حاصل کی، مدرسہ ترقی کے منازل طے کرتا رہا، یہاں تک کہ ۱۹۱۹ء میں مدرسہ کو حکومت بہار کی تحویل میں دے دیا گیا، اس طرح یکم جنوری ۱۹۲۰ء سے حکومت بہار کی نگرانی میں مدرسہ نے اپنا کام شروع کیا ہے۔ اس وقت تعلیم کا معیار نہایت ہی بلند تھا، سالانہ امتحان کیلئے ملک کے نامور علماء واساتذہ منتخب کئے جاتے تھے۔ اور ان کی نگرانی میں سالانہ امتحان ہوا کرتا تھا۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے سرکاری تحویل میں جانے کے بعد اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ طلباء کے امتحانات کے لئے ایک مدرسہ بورڈ کا قیام عمل میں لایا جائے اسی مقصد کے تحت ۱۹۲۲ء میں مدرسہ بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔ مدرسہ بورڈ کے قیام کے بعد ضرورت محسوس کی گئی کہ علوم مشرقیہ اور دینی علوم کو مزید فروغ دیا جائے چنانچہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے علاوہ دوسرے مدارس کے مدرسہ بورڈ سے الحاق کی تجویز حکومت کے سامنے پیش کی گئی حکومت نے اس کو منظوری دے دی۔ اور مدارس کا الحاق شروع ہو گیا۔ اس طرح مدرسہ بورڈ جو صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے اکزامنیشن بورڈ کی حیثیت سے ظاہر ہوا تھا، اب باضابطہ مدرسہ اکزامنیشن بورڈ ہو گیا۔ مدرسہ اکزامنیشن بورڈ سے الحاق کا رواج شروع میں بہت کم رہا پھر بھی الحاق کا کام چلتا رہا ۱۹۷۰ء سے پہلے مدارس ملحقہ کی تعداد ۷۰۰ تھی ۱۹۷۸ تک ۳۰۱ مدارس کا الحاق ہوا۔ اس طرح ایک ہزار مدارس مدرسہ بورڈ سے ملحق تھے۔ ۱۹۷۸ء و ۱۹۸۱ء کے درمیان ۳۷۸ مدارس کا مزید الحاق ہوا۔ اس طرح ۱۰۰۰ مدارس کے اساتذہ کی تنخواہ مدرسہ بورڈ کے جانب سے ادا کی جارہی ہے۔ بقیہ ۲۳۴ مدارس کے پیمینٹ کا سلسلہ چل رہا ہے۔

۱۹۸۷ء میں الحاق کا کام پھر شروع ہوا اور اب تو مدارس ملحقہ کی ایک خاصا تعداد ہوگئی ہے۔ مدارس ملحقہ میں مدرسہ بورڈ کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرس بورڈ کا نصاب تعلیم قیام کے وقت سے علوم دینیہ وعلم عصریہ کا مجموعہ رہا ہے، اور اسی کے مطابق طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے۔ آزادی کے قبل تک ان مدارس سے فراغت حاصل کرنے والے حضرات علم وفضل اور دینی شعار کے اعتبار سے دوسرے دینی اداروں ہی کے جیسے ہوا کرتے تھے۔ ملک آزاد ہوا، تعلیم عام ہوئی، لیکن ان کے ساتھ ہی تعلیمی انحطاط بھی شروع ہوگیا، جس سے مدارس بھی متاثر ہوئے۔ پھر آزادی کے بہت دنوں بعد تک مدارس ملحقہ کا تعلیمی معیار بہت حد تک قائم رہا اور ان کے پروردہ بہت حد تک علم وفضل اور شعار ووقار کے امین رہے۔

وقت گذرتا گیا، تعلیمی انحطاط کا جو اثر مدارس ملحقہ پر ظاہر ہوا، اس کے روکنے کے لئے کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا اور اس خرابی کو معمولی خرابی سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا۔ اب نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ اب مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم کو حکومت بہار نے ہر شعبہ میں بحالی وداخلہ کے لئے منظوری دے دی ہے اور اہل مدارس کے لئے بھی کوشش کیا ہے کہ اس سہولت کے پیش نظر مدارس ملحقہ کے دروازے پر ایسے لوگ بھی دستک دینے لگے ہیں جن کا ان اداروں سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے اہل مدارس ابھی تک اس سے بے خبر ہیں۔ انہیں ذرہ برابر اس کا احساس نہیں کہ آخر ہم انہیں امتحان میں شریک کر کے کون سی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم میں تنوع کی وجہ سے توقع تھی کہ طلباء مدارس کے لئے دائرہ عمل وسیع ہوجائے گا اور وہ تعلیمی میدان میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھ سکیں گے، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے اور ایسا لگتا ہے کہ امت مسلمہ کی یہ پود جس کا تعلق مدارس ملحقہ سے ہے، گنتی کے چند برسوں میں علم وعمل کے اعتبار سے بے کار ہو کر رہ جائے گی۔

مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم میں تنوع ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ طلباء تمام مضامین میں کامل ہوجائیں، بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمام علوم وفنون سے واقف ہوں اور پھر ان میں سے جس مضمون میں وہ دلچسپی رکھتے ہوں اس میں وہ زیادہ سے زیادہ حصہ لیکر اپنے آپ کو اس قابل بنالیں کہ وہ علمی میدان میں دوسروں کے مقابلے میں پیچھے نہ رہیں۔

مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم کو حکومت بہار نے برابری کا درجہ دیا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ تعلیمی شعبہ کے علاوہ دوسرے شعبہ جات میں بھی مدارس کے لوگ بحال ہوسکیں اور داخلہ لے

سکیں۔ بہار پبلک سروس کمیشن (BPSC) کے مقابلہ جاتی امتحانات میں مدارس ملحقہ کے عالم پاس طلباء کو شریک ہونے کا حق ہے۔ اس طرح بینک، ریلوے اور دیگر مقابلہ جاتی امتحانات میں بھی مدرسہ بورڈ کے عالم پاس طلبہ شریک ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ عصری تعلیمی اداروں کے امتحانات میں بھی کامیابی حاصل کر کے داخلہ لے سکتے ہیں۔

مدارس ملحقہ کے قدیم نصاب تعلیم میں اس طرح کی کوئی گنجائش نہیں تھی، پھر بھی بہت سے ہونہار طلبہ نے اپنی محنت سے اپنے راستہ کو ہموار کیا اور اسکے ذریعہ انہوں نے کامیابی حاصل کی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج سے ۲۰؍سال پہلے مدارس ملحقہ کی حالت اتنی خراب نہیں تھی جتنی کہ ابھی ہے۔ مدارس ملحقہ کے طلبہ بھی اپنی دلچسپی کے مطابق اپنے مضامین میں بہت حد تک پختہ ہوتے تھے، چونکہ عام طور پر ان کا نظریہ اسکول، کالج ویونیورسیٹی وغیرہ میں بحالی ہوا کرتا تھا، اس لئے ان مضامین پر ان کی توجہ زیادہ ہوا کرتی تھی اور اچھے صاحب صلاحیت فضلاء کی تعداد زیادہ ہوا کرتی تھی۔ وہ جہاں بھی رہتے تھے، شان سے زندگی گذارتے تھے۔ مقابلہ جاتی امتحانات میں بھی کامیابی حاصل کر کے آفیسران کے حلقہ میں شامل ہوا کرتے تھے۔

آج حالت دیگر گوں ہے۔ حقیقت حال کا انکشاف کیا جائے تو اہل مدارس پر گراں گذرتا ہے، لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ اب یہ زخم ناسور بن چکا ہے، جو بربادی ہوئی ہوئی اگر ابھی بھی اس جانب توجہ نہیں کی گئی تو ملت اسلامیہ کو خون کا آنسوں بہانا ہوگا۔

آج تو ہماری صلاحیت کی واقفیت سبھوں کو ہوگئی ہے۔ ہمارا بھرم کھل چکا ہے، مقابلہ کے امتحانات میں بھی ہم سے کتابوں کے سوالات کے بجائے یہ پوچھا جاتا ہے کہ فلاں درجہ میں آپ نے کون سے کتابیں پڑھی ہیں، لیکن ہمیں اس کی بھی خبر نہیں ہے۔

یہ بات کتنی افسوسناک ہے کہ ہمارے اکثر طلباء کسی بھی مضمون میں اچھے نہیں۔ عربی واسلامی علوم وفنون کو تو رہنے دیجئے، وہ مضمون جن سے دنیاوی اعتبار سے انہیں زندگی بھر کام لینا ہے ان مضامین کا بھی یہی حال ہے۔ آج تعلیمی معیار کا یہ حال ہوتا جاتا ہے کہ ہمارے طلباء نہ تو اردو میں اچھے ہیں نہ فارسی میں۔ مشکل سے کچھ طلباء ایسے نکلیں گے جن کے اوپر بھروسہ کیا جاسکتا ہے اور یہی طلباء ان مدارس کے بھرم کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ علوم عصریہ کے تعلیمی اداروں کا مقابلہ کر کے ہم اپنے جی کو خوش کر لیتے ہیں یہ صرف جی خوش کرنے کی بات ہے، یہ مقابلہ اس وقت صحیح نتیجہ پیدا کرے گا جب آپ ان اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد اور ان سے پاس کرنے

والے طلبہ کی تعداد کا تناسب نکالیں گے اور پھر موازنہ کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ عربی ادب، فارسی ادب اور اردو ادب ان کی اپنی چیزیں نہیں، پھر بھی ان مضامین میں جس حد تک ہوتے ہیں، غنیمت ہیں۔ اس کے برعکس یہ مضامین تو مدارس کے اپنے مضامین ہیں ان میں طلبہ مدارس کو ۷۵ فیصد اچھا اور ۱۵ فیصد ان سے کچھ کمزور اور ۱۰ فیصد کم سے کم کام چلانے کے لائق ہونا چاہئے۔

مدارس ملحقہ کی حالت افسوسناک ہے۔ اب ان سے صرف نظر کرنا ان اداروں کو برباد کرنا ہے۔ اس لئے ان اداروں کو مفید بنانے کے لئے ملت اسلامیہ کو سوچنا ہوگا اور اس کی ذمہ داری تمام لوگوں پر ہے۔ عوام پر بھی اور گارجین پر بھی۔ اراکین مدارس پر بھی ہے اور طلباء واساتذہ مدارس پر بھی اور اسکی ذمہ داری، بہت حد تک مدرسہ بورڈ اور مدارس ملحقہ کی تنظیموں پر بھی ہے۔

عوام کی ذمہ داری:۔ مدارس ملحقہ عوام کی چیز ہے یہ ایک اقلیتی تعلیمی ادارہ ہے، مسلم عوام نے ان اداروں کو قائم کیا ہے۔ اس کے اخراجات اکثر عوامی چندہ ہی سے پورے ہوتے ہیں۔ عوام کا ان اداروں پر پورا حق ہے اس لئے انہیں مدارس کے سلسلے میں چاق وچوبند ہونا چاہئے۔ جہاں کہیں بھی ادارہ ہو، عوام کو اس کی نگرانی کرنی چاہئے۔ طلباء کی تعلیم اور تربیت پر زور دینا چاہئے۔ کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ارباب مدارس کے ساتھ اصلاح کیلئے کوشش کرنی چاہئے۔ مدارس کی کمزوریوں پر تنقید وتبصرہ ہو، لیکن تنقید برائے نقص نہ ہو بلکہ تنقید برائے اصلاح ہو اور جو مناسب حل ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ عوام کی تان مدرسہ ومسجد پر ہی جا کر ٹوٹتی ہے، یہ نہایت غلط ہے۔ آپ کو اپنی ذمہ داری نہایت ہی ذمہ دارانہ طور پر نبھانا ہے، تاکہ ادارہ زیادہ سے زیادہ ترقی کر سکے۔

گارجین:۔ طلبہ کو باصلاحیت بنانے میں گارجین کا اہم رول ہوتا ہے۔ گارجین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم وتعلم کے سامان مہیا کرائیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بچوں کے لئے تعلیم کا ماحول فراہم کریں۔ بچے کچھ دیر تک مدرسہ یا تعلیمی اداروں میں رہتے ہیں اور اکثر وقت ان کا گھر پر گذرتا ہے، اگر گھریلو ماحول کو تعلیمی ماحول نہیں بنایا گیا تو طلبہ کی تعلیمی ترقی کماحقہ نہیں ہو سکے گی۔ گارجین کی ذمہ داری ہے کہ بچوں میں کسی بھی طرح کا نقص یا خرابی نظر آئے تو اس جانب توجہ دیں اور بچوں کی تعلیم پر ہر وقت توجہ دیں۔

اراکین: مدارس ملحقہ کے تعلیمی ماحول پر اثر انداز ہونے والی چیزوں میں سے ایک اراکین مدرسہ کی دلچسپی لینا بھی ہے۔ اکثر وہ آپسی رسہ کشی کے شکار نظر آتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ

سکریٹری شپ کیلئے آپس میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔ اراکین و سکریٹری حضرات ابھی تک مدرسین کا استحصال کر رہے ہیں۔ جب کہ انہیں اس جانب توجہ دینی چاہئے کہ مدارس سے افراد پیدا کئے جائیں، جو ہر میدان میں کام آسکیں۔ مدرسہ و مدرسین پر توجہ ان کا بنیادی فریضہ ہے۔ تعلیمی جائزہ ان کا طریقہ ہونا چاہئے۔ تعلیم میں جہاں کہیں بھی خرابی نظر آئے اس پر اراکین مدرسہ کی توجہ ہونی چاہئے۔ آپسی جھگڑے کے اثر سے ادارہ کو دور رکھنا چاہئے۔

اساتذہ:۔ اساتذہ کا مقام بہت بلند ہے اور ان کی شان عظیم ہے۔ طلبہ کو تعلیم و تربیت کا دارومدار بہت حد تک اساتذہ پر ہے۔ انہیں مثالی ہونا چاہئے۔ ایک اچھے استاذ کے لئے ایک اچھے کردار کا حامل اور کردار ساز ہونا بھی ضروری ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان میں تعلیم و تربیت کا جذبہ ہونا چاہئے۔ ان کے اوپر ملت اسلامیہ کے نونہالوں کا دارومدار ہے۔

طلبہ کی تعلیم و تربیت میں مدارس کے اساتذہ کا رول دوسرے اداروں کے مقابلہ میں مثالی رہا ہے۔ انہوں نے بڑے بڑے علماء وقت اور فضلائے زمانہ کو پیدا کیا ہے۔ آخر آپ اتنے بے فیض کیوں ہو گئے۔ آپ بھی ایک استاذ کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں، اگر اساتذہ مدارس اس کے لئے تیار ہو جائے کہ ہر سال میں ایک طالب علم کو خوب قابل و باصلاحیت بنا کر دیں گے تو تیرہ سو مدارس سے کم سے کم تیرہ سو باصلاحیت افراد نکلیں گے۔ اس طرح کمیت و کیفیت میں اضافہ ہوگا اور پھر ان اداروں کا نقشہ بدل جائے گا (انشاءاللہ)

اللہ کے فضل و کرم سے اساتذہ مدارس کی تنخواہ بہت اچھی ہے۔ آپ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیجئے۔ آپ کو تنخواہ کے وقت پر نہ ادا ہونے کا شکوہ ہے۔ اس سے زیادہ شکایت آپ کو اپنی ذات پر ہونی چاہئے کہ آپ اپنی تنخواہ کو مناسب انداز پر بجٹ کے مطابق خرچ نہیں کرتے ہیں۔ آپ اپنی تنخواہ ایک ہی دفعہ بینک سے نکال کر خرچ کر لیتے ہیں۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو آئندہ تنخواہ چھ ماہ بعد ملے گی تو آخر آپ کے ساتھ پریشانی کیوں نہ لاحق ہوگی۔ اگر آپ آئندہ چھ ماہ کے بجٹ کو سامنے رکھ کر اپنی تنخواہ کے روپیہ کو خرچ کریں تو پھر پریشانی کا سوال نہیں۔ آپ اس جانب توجہ دیجئے تا کہ آپ کو یکسوئی حاصل ہو سکے۔

طلباء:۔ طلبہ مدارس ملحقہ پر بھی بہت ساری ذمہ داری ہے۔ وہ مدارس ملحقہ کے لئے بہت بدنامی کا ذریعہ بن چکے، اب مزید بدنامی سے ادارہ کو بچانا چاہئے۔ طلبہ کو نئے سرے سے میدان عمل میں آنا چاہئے اور اپنے اندر تعلیم و تربیت کا جذبہ پیدا کر کے پھر سے مدارس ملحقہ کی شان

ووقار کو بڑھانے کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ میں تو طلبہ سے اکثر کہتا ہوں کہ جس مضمون سے آپ کو دلچسپی ہے اسی مضمون پر آپ اپنی توجہ صرف کیجئے تاکہ اس میں ایک باکمال شخصیت بن کر لوگوں کے سامنے آیئے۔ یہ بھی ایک بڑی بات ہوگی۔ آپ جہاں کہیں بھی رہیں، مدارس کے فرزند تو کہلائیں گے۔ آپ احساس کمتری میں کیوں مبتلا ہیں۔ آپ اپنے آپ کو مدرسہ پروڈکٹ کہلانے میں شرماتے کیوں ہیں، یہ تو آپ کے لئے فخر کی بات ہے کہ آپ کے پاس دین ودنیا دونوں ہی ہے۔ آپ اس سے فائدہ حاصل کیجئے۔

مدرسہ بورڈ:۔ مدارس ملحقہ میں تعلیمی اصلاح کی ذمہ داری مدرسہ بورڈ پر بھی ہے۔ مدرسہ بورڈ کے ذریعہ مدارس کی بدعنوانی کو بہت حد تک روکا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے مدرسہ بورڈ کو مندرجہ ذیل ذمہ داریوں کا ثبوت دینا ہوگا:۔

(الف) اساتذہ مدارس کو تنخواہ کے اعتبار سے فارغ البال کیا جائے، ان کی تنخواہ کی ادائیگی وقت پر اور مناسب انداز میں کی جائے تاکہ وہ یکسو ہوکر تعلیم وتربیت کے لئے کام میں لگے رہیں۔

(ب) امتحانات کے وقت اور طریقہ امتحانات میں اصلاح کی جائے، وقت پر امتحانات لئے جائیں اور وقت پر رزلٹ شائع کیا جائے، تاکہ طلباء کو پڑھنے کا موقع مل سکے۔ جہاں تک مراکز امتحانات کی بات ہے تو تجربہ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ جب سے مدارس ملحقہ مراکز امتحانات ہونے لگے، لوگ کہتے ہیں کہ ٹیبل کرسی سب نے مدرسہ بورڈ کا امتحان پاس کرلیا ہے اور اس طرح مدارس ملحقہ کو ایک مذاق کی چیز بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جب مدارس ملحقہ کے مراکز ضلع اسکول ہوا کرتے تھے۔ ہر کس وناکس کو بغیر پڑھے لکھے اس طرح کے امتحانات میں شریک ہونے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ اب تو معاملہ دوسرا ہی ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر بہت سے لوگ بے زار ہوں گے اور اس کو مدارس کے لئے توہین کی بات تصور کریں گے اور اسی خیال نے مدارس ملحقہ کو مراکز بنایا ہے، لیکن مدارس کے ناسور کے آپریشن کے لئے میرے خیال میں یہ ضروری ہے کہ امتحانات کے مراکز کو مدارس سے ختم کردیا جائے اور اس کا انتظام ایسی جگہ کیا جائے جو اہل مدارس کے دسترس سے باہر ہو۔

(ج) سال کے شروع میں طلبہ کی تعداد جن مدارس میں زیادہ ہو۔ تحقیقات کرائی جائے۔ کچھ مدارس ایسے بھی ہیں جو ایک سو طلبہ کو ایک امتحان میں شریک کراتے ہیں۔ ایسے مدارس

کو دیکھا جائے کہ وہ ایک امتحان میں ایک سوطلبہ کو شریک امتحان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یا نہیں؟ تا کہ غلط طریقہ سے مدارس کے دروازہ پر دستک دینے والوں کی بھیڑ ختم ہو سکے۔

ٹیم مدارس:۔مدارس ملحقہ میں تعلیمی اصلاح کی ذمہ داری مدارس سے تعلق رکھنے والی تنظیموں پر بھی ہے۔ان تنظیموں کا اس مسئلہ میں باہم اشتراک عمل ہونا چاہئے۔اس سلسلے میں مدرسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن بہار، پٹنہ کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔اس کے لئے ایسوسی ایشن کے اراکین و بہی خواہاں کو میدان عمل میں آنا چاہئے۔اس سلسلے میں مدارس کے دورے کئے جائیں۔ وہاں کے لوگوں اور ذمہ داروں سے مل کر مدارس کے سلسلے میں ایک بیداری پیدا کی جائے۔ ہر ضلع میں ضلع بھر کے مدارس کے اساتذہ کو جمع کر کے کانفرنس منعقد کی جائیں اور اس میں منظور تجویز کے مطابق مختلف علاقہ کے مدارس سے ٹیم تیار کر کے مدارس کی تعلیم کے جائزہ کے لئے بھیجا جائے اور اس کام میں مدارس ملحقہ سے تعلق رکھنے والی تمام تنظیموں کو شریک کار بنایا جائے۔توقع ہے کہ اس طریقہ سے مدارس میں پھیلی تعلیمی کمزوری دور ہو جائے گی۔

بہر حال مدارس ملحقہ کا معاملہ اب انتہا کو پہنچ چکا ہے۔لہذا اس تحرک کو آگے بڑھانے میں ہم لوگ اپنی ذمہ داری کا ثبوت پیش کریں۔

(الشمس ۸۸ء)

(نوٹ): موجودہ حالت میں اساتذہ کی تنخواہ کی ادائیگی مدرسہ بورڈ سے نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ تنخواہ کی ادائیگی ڈی.ای.او کے ذریعہ کی جارہی ہے۔ساتھ ہی ماہانہ پیمنٹ بھی ہو رہا ہے۔

سکریٹری رپورٹ

مدرسہ کنونشن

۲۸/۲۹ر نومبر ۱۹۸۴ء

بمقام

شری کرشن میموریل ہال، پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر عالی مقام عزت مآب ڈاکٹر اخلاق الرحمن قدوائی، گورنر بہار و مغرز حاضرین!

اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ موقع عنایت فرمایا کہ ہم آج مدرسہ کنونشن کے اس عظیم اجتماع میں آپ کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ اس وقت کو ہم اپنے لئے قیمتی اور مبارک سمجھتے ہیں۔ اور آپ حضرات کی زحمت فرمائی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم بالخصوص مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی کے ممنون ہیں کہ انہوں نے سفری زحمت گوارہ فرمائی اور اپنا قیمتی وقت دے کر جلسہ کی شرکت قبول فرمائی۔ اسی کے ساتھ ہم عزت مآب ڈاکٹر اخلاق الرحمن قدوائی، گورنر بہار کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے جلسہ کے افتتاح کی دعوت کو منظور فرمایا۔ اور اس میں شرکت کر کے ہماری عزت افزائی کی۔

حضرات کرام!

بہار ایک قدیم اور اہم تاریخ حیثیت کا حامل ہے۔ یہ صوفیاء اور بزرگان دین کی جائے پیدائش ہے۔ یہ علماء فقہاء اور مشائخ کا مسکن رہا ہے۔ اس ریاست میں بڑے بڑے علماء کرام اور مشائخ عظام پیدا ہوئے۔ جنہوں نے خانقاہوں اور مدارس کے ذریعہ علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں خاص طور پر حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ صوبہ بہار میں مدارس دینیہ کا ایک مربوط نظام ہے۔ اس ریاست میں دو قسم کے مدارس ہیں۔ ایک آزاد مدارس۔ یہ وہ مدارس ہیں جو حکومت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اور صرف عوامی امداد کے ذریعہ ان کے اخراجات پورے ہوتے ہیں۔ ان مدارس میں درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ دوسرے مدارس ملحقہ۔ مدارس ملحقہ سرکاری نگرانی میں

ہیں۔اوران کے اساتذہ کوصرف تنخواہیں حکومت کی جانب سے دی جاتی ہیں دیگر اخراجات عوام پورا کرتی ہے۔ان مدارس میں مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کانصاب تعلیم رائج ہے۔

مدارس ملحقہ کی تاریخ مدارس اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے شروع ہوتی ہے۔اس مدرسہ کا قیام ۱۹۱۲ء میں عمل میں آیا۔الحاج سید نورالہدیٰ مرحوم اس مدرسہ کے بانی تھے۔۱۹۱۹ء میں بانی مدرسہ نے اس کوحکومت کی تحویل میں دے دیا۔حکومت کے کنٹرول میں جانے کے بعداس مدرسہ کے طلبہ کے امتحانات کے لئے بانی مدرسہ کے ایماء پرحکومت بہار نے مدرسہ اکزامنیشن بورڈ قائم کیا۔اس طرح ۱۹۲۲ء میں مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔مدارس دینیہ کی ترقی وفروغ کے لئے حکومت نے بورڈ سے مدارس کے الحاق کی تجویز منظور کی۔اس طرح مدارس ملحقہ کی تعداد بڑھتی گئی۔یہاں تک کہ آج ان کی تعداد ۱۳۰۵ ہے۔ان مدارس کے علاوہ اور بھی مدرسے ہیں،جنہیں ابھی الحاق نامہ نہیں ملا ہے۔مدارس دینیہ کا یہ مربوط نظام صرف صوبہ بہار میں نظر آتا ہے۔ملک کے دوسرے صوبے ابھی اسی نہج پر چلنے کا پروگرام بنارہے ہیں۔اوراس طرح کے مطالبے کئے جارہے ہیں۔

سامعین کرام!

مدارس ملحقہ ایک شاندار ماضی کے حامل ہیں۔ان اداروں نے بڑے بڑے جید علماء اور مشائخ خطیب اور مصنفین،ادباءاورشعرا پیدا کئے۔ان مدارس کے فارغین نے زندگی کے ہر شعبہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔لیکن آج ہم جس دور سے گذررہے ہیں۔یہ تعلیمی انحطاط کادور معلوم ہوتا ہے۔یہ کیفیت جملہ تعلیمی اداروں میں نمایاں ہیں۔ایسامحسوس ہوتا ہے کہ اس بلاسے ہمارے دینی مدارس بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔اوراس سیل رواں کارخ مدارس ملحقہ کی طرف بھی ہوچکا ہے۔اس کا احساس مدارس سے تعلق رکھنے والے ہر دردمند دل کو ہے اور ہونا چاہئے۔

محترم حضرات!

مدارس کوسابقہ حالت پرلانے کا احساس،ان کی افادیت اورمعنویت کومضبوط اورموثر بنانے کا خیال،تعلیمی اور تربیتی معیار کوبلند کرنے کا جذبہ ابنائے قدیم اور مدارس سے متعلق دیگر تنظیموں کوکچوکے لگاتاررہا۔اسی احساس کے پیش نظر ۵ اپریل ۸۴ءکومقتدر ابنائے قدیم اساتذہ اورطلبہ کے نمائندگان نے ایک اجتماع میں ''مدرسہ کونشن'' کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔

یہ ہے کنونشن کے انعقاد کا پس منظر۔ ہمیں قوی امید ہے کہ یہ عظیم الشان کنونشن مدارس ملحقہ کے رخ کو بدلنے میں ضرور اہم رول ادا کرے گا۔ اور مدارس کے اساتذہ، طلبہ اور مجلس منتظمہ کے ذمہ داران ایک نئے امنگ اور حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھیں گے۔

حضرات کرام!

مدارس ملحقہ کی تعداد ۱۳۰۵ ہے۔ ان مدارس میں تقریباً ۱۰ ہزار اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور تقریباً ۴ لاکھ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح مدارس ملحقہ کے گرد بہت سے مسائل گھومتے ہیں۔ مدارس کی تعلیم و تنظیم سے متعلق مسائل۔ ابنائے قدیم کے مسائل۔ اساتذہ کے مسائل۔ طلبہ اور ملازمین کے مسائل۔ ان مسائل میں سے چند پیش خدمت ہیں۔

(۱) حکومت بہار نے ۱۹۸۲ء میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی قائم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس کے لئے ایک خاکہ ساز کمیٹی بھی بنائی گئی۔ خاکہ ساز کمیٹی نے اپنی رپورٹ بھی بل کی شکل میں جمع کردی ہے۔ اس کے باوجود اب تک مجوزہ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کا قیام عمل میں نہیں آسکا ہے۔ حکومت جلد اس پر توجہ دے۔ اور عربی وفارسی یونیورسیٹی قائم کرے۔

(۲) حکومت بہار نے مدرسہ بورڈ کے قدیم نصاب پر مبنی اسناد کی مسادات کے مسئلہ کو ابتک حل نہیں کیا ہے۔ جس سے ہزاروں سند یافتگان مدارس متاثر ہیں۔ حکومت قدیم نصاب پر مبنی اسناد کو بھی اسکول وکالج کے اسناد کے برابر تسلیم کرے۔

(۳) ۲۷۸ مدارس ۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۰ء کے مابین بورڈ سے ملحق ہوئے۔ اور یہ الحاق مدرسہ بورڈ نے انکوائری کرانے کے بعد دیا تھا۔ لیکن ان مدارس کے اساتذہ کو تنخواہ ادا نہیں کی جارہی ہے۔ حالانکہ ان مدارس سے طلبہ ہر سال شریک امتحان بھی ہورہے ہیں۔ ان مدارس کے اساتذہ کو گذشتہ چھ برسوں سے تنخواہ نہ دینا بے انصافی ہے۔ ایسے اساتذہ کی تعداد ۱۶۵۶ ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ان اساتذہ کو ۱۹۸۱ء ہی سے تنخواہ دی جائے۔

(۴) ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۸ء کے مابین ۴۹ مدرسوں کو ترقی درجات کا مرتبہ دیا گیا اور اس بنا پر ان مدارس کے طلبہ شریک امتحان بھی ہورہے ہیں۔ مگر حکومت ترقی درجات کی بنیاد پر اساتذہ کی تنخواہیں نہیں دے رہی ہے۔ جس کی وجہ سے چھ سو سے زیادہ اساتذہ وعملہ گذشتہ دس برسوں سے تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے فاقہ کشی کے شکار ہیں۔ ترقی درجات کی بنیاد پر ان مدارس کے

اساتذہ وعملہ کو تنخواہیں ادا کی جائیں۔

(۵)۔اسکول کی تعلیم کی نگرانی کے لئے بلاک سے کمشنری کی سطح تک مختلف افسران ہیں۔یہ سلسلہ سب انسپکٹر سے شروع ہوکر آر ڈی ڈی ای تک پہنچتا ہے لیکن اس کے برعکس مدرسہ بورڈ کا صرف ایک آفس پٹنہ میں ہے۔مقامی سطح پر مدارس کی نگرانی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ تعلیمی اصلاح کی ہر کوشش رائیگاں جاتی ہے۔امتحانات،ادائیگی تنخواہ،ملاحظہ،انکوائری وغیرہ سارے خدمات مرکزی آفس ہی سے متعلق ہیں۔جس کی وجہ سے نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔اور کوئی کام وقت پر نہیں ہو پاتا۔امتحانات میں غیر معمولی تاخیر ہوتی ہے۔اور پیمنٹ وقت پر نہیں ہو پاتا۔اس لئے یہ ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً ملاحظہ،تنخواہوں کی بروقت ادائیگی اور تعلیمی اصلاح کے لئے ہر ضلع اور کمشنری میں مدرسہ بورڈ کی شاخیں قائم کی جائیں۔

حکومت نے پورنیہ میں ایک شاخ قائم کرنے کا اعلان کیا۔لیکن اس پر اب تک عمل نہیں ہوسکا۔اس کی ضرورت ہے کہ کام میں تیزی لائی جائے۔اور رجلد اس شاخ کو قائم کیا جائے۔

(۶) مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے خودمختار بنائے جانے سے پہلے بورڈ میں ایک عہدہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن (اسلامک) بہار کا تھا۔مدرسہ بورڈ میں یہ عہدہ نہایت ہی اہم تھا۔یہ عہدہ مدارس اسلامیہ کیلئے نہایت اہمیت رکھتا تھا نیز اقلیتی کردار کا ضامن تھا۔مدرسہ بورڈ کی خودمختاری کے ساتھ اس منصب کو اس بنیاد پر ختم کر دیا گیا کہ ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن (اسلامک) قائم کیا جائے گا۔اس سلسلہ میں ابتدائی کارروائی بھی شروع ہوئی۔لیکن اب تک ڈائر کٹوریٹ قائم نہیں ہوسکا مدارس کے بنیادی اقلیتی کردار کی حفاظت اور بقاء وتحفظ کے لئے ضروری ہے کہ ڈائرکٹوریٹ آف ایجوکیشن (اسلامک) کا قیام عمل میں لایا جائے۔

(۷) صوبہ بہار میں صرف ایک سرکاری مدرسہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ ہے۔مدارس کی تعلیم کے فروغ کے لئے مزید سرکاری مدارس کا قیام ضروری ہے۔اس لئے ہر سب ڈویزن اور ضلع میں مولوی اور عالم معیار کے سرکاری مدارس قائم کئے جائیں،اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے مسائل پر توجہ بھی وقت کا اہم تقاضا ہے۔

(۸) مدارس ملحقہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو جو وظیفے دیئے جاتے ہیں ان کی تعداد اور شرح اسکول وکالج کے مقابلہ میں دونوں ہی نہایت قلیل ہیں۔حالاں کہ بحیثیت طالب علم

دونوں برابر ہیں اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ مدارس کے طلبہ کے اسکالرشپ ووظائف کی شرح، تعداداور رقم میں اسکول وکالج کی شرح، تعداد اور رقم نافذ کیا جائے۔

(۹)۔ پرائمری مڈل اور سکنڈری اسکولوں میں کام کرنے والے سندیافتگان مدارس کو صرف دوطرح کی تنخواہ ملتی ہے۔ ہائی اسکول میں بی اے ٹرینڈ کی اور مڈل و پرائمری میں میٹرک پاس کی۔ ہائی اسکول اور مڈل اسکول میں انہیں کوئی ترقی نہیں دی جاتی ہے۔ پرائمری تا سکنڈری اسکولوں میں سندیافتگان کو پروموشن اور سلیکشن گریڈ نہیں دیا جاتا ہے، یہ سراسر بے انصافی ہے۔ پرائمری تا سکنڈری اسکولوں میں مدرسہ کے سندیافتگان کے لئے سنسکرت و جنرل اسکول والوں کی طرح ترقی و سلیکشن گریڈ نافذ کیا جائے۔

(۱۰) مدارس کے اساتذہ کو چوتھی نظر ثانی تنخواہ کی ادائیگی کی جارہی ہے۔ مگر اس نظر ثانی شدہ تنخواہ میں حفاظ اور علوم عصریہ کے سندیافتگان کے ساتھ بعض سطحوں پر بے انصافی ہوئی ہے۔ جس کا ازالہ ضروری ہے۔ نیز کمیشن نے دس سال مکمل ہونے پر پہلی اور چوبیس سال پر دوسری ترقی کی سفارش کی ہے۔ اور اسے حکومت نے تسلیم کرلیا ہے۔ یہ رعایت اور حق اساتذہ وملازمین مدارس کو بھی ملنا چاہیے۔

(۱۱)۔ پرائمری وہائی اسکولوں میں اب غیر تربیت یافتہ کی تقرری بند کردی گئی ہے۔ جب کہ مدرسہ والوں کے لئے کوئی مستقل ٹریننگ کالج نہیں ہے۔ وہ جنرل ٹریننگ کالجوں میں ہی ٹریننگ حاصل کرتے ہیں۔ اب تک ٹریننگ کالجوں میں مدرسہ والوں کے لئے صرف ۱۰ نشستیں مخصوص ہیں۔ مگر اب مدرسہ والوں کی روزافزوں تعداد اور آبادی کے تناسب میں اضافہ کے باعث یہ تناسب قطعی ناکافی ہے۔ اور جب تک ٹرینڈ نہ ہوجائے، ملازمت نہیں ملتی۔ اس لئے مدرسہ والوں کو پسماندہ تسلیم کرتے ہوئے خاص رعایت ملنی چاہیے اور ٹریننگ کے داخلہ اور ملازمت میں کم از کم ۲۰ فیصد نشستیں مدرسہ والوں کے لئے مخصوص ہونی چاہیے۔

(۱۲) اسکول، کالج اور دیگر سرکاری اداروں کے ساتھ ساتھ اقلیتی تعلیمی اداروں میں بھی سہ افادی اسکیم لاگو ہے۔ تنخواہ سے ۱۰ فیصد رقم وضع کر کے G.P.F. کی رقم، گریچویٹی اور پنشن کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ یہ اسکیم نہایت ہی مفید ہے۔ اس اسکیم کا نفاذ مدارس ملحقہ میں بھی ہونا چاہیے۔

حضرات اساتذہ کرام، ذمہ داران مدارس اور طلبائے عزیز!

آپ حضرات نے ہماری آواز پر لبیک کہا ہے۔اور آپ حضرات نے کثیر تعداد میں کنونشن میں شرکت کی زحمت فرمائی ہے۔آج یہ موقع ہمارے لئے غنیمت ہے۔اس لئے اب ہم بالخصوص آپ کی جانب متوجہ ہیں۔امید ہے کہ آپ ہماری باتوں کو غور سے سنیں گے۔

مدرسہ کنونشن مدارس کے لئے فال نیک ہے۔اس عظیم کنونشن میں آپ اپنے لئے لائحہ عمل متعین کرنے کی زحمت فرمائیں۔

محکمہ تعلیم اور حکومت سے متعلق مسائل کے حل کیلئے آپ کی مختلف تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔انشاءاللہ یہ مسائل حل ہو کر رہیں گے،لیکن اصل مسئلہ مدارس کے بقاء اور وجود کا ہے،اگر آپ کے سارے مطالبات پورے بھی ہو جائیں اور مدارس اپنی افادیت سے محروم ہو جائیں،تو یہ سب سے بڑی محرومی ہوگی،اس لئے یاد رکھئے کہ مدارس کی مکمل ذمہ داری آپ پر ہے۔اساتذہ،طلبہ اور اراکین ہی مدارس کی روح ہیں۔آپ کے بغیر مدارس کا تصور ہی ناقص ہے۔

آپ حضرات ہم سے زیادہ جانتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ کا وجود ہی تعلیم سے ہے۔اور ہماری تعلیم کی بنیاد دین ہے۔اگر ہم نے خدانخواستہ تعلیم کی طرف سے ذرہ برابر کوتاہی برتی یا اپنے بنیادی مقاصد سے دور ہو گئے تو پھر ہمارے یہ مدارس بے روح ہو کر رہ جائیں گے۔اور ہماری آئندہ نسل تباہ ہو کر رہ جائیگی۔

آج دنیا تباہی کے کنارے کھڑی ہے۔اس ایٹمی دور میں دنیا کا ہر فرد خائف ہے۔آج دنیا کو اس تعلیم کی ضرورت ہے،جو تعلیم آپ کے پاس ہے۔اور وہ تعلیم خداترسی، انسانیت نوازی کی تعلیم ہے۔آپ اس کو عام کر کے دنیا کو تباہی سے بچالیجئے۔

آج ہم سبھوں کو اپنا جائزہ لینا چاہئے۔اساتذہ کو استاذ ہونے کی حیثیت سے،طلبہ کو طلبہ ہونے کی حیثیت سے اور اراکین کو ذمہ داران مدارس ہونے کی حیثیت سے،اس طرح ہم سبھوں کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہونا چاہئے۔تاکہ ہمارے مدارس پھر اپنا مقام حاصل کرلیں،جسکی ہم تمنا کرتے ہیں۔

پھر ہم کنونشن میں شرکت کرنے والے علمائے کرام مشائخ عظام اور زعمائے ملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی،حضرت مولانا سید شاہ عون احمد قادری،حضرت مولانا شاہ اسرارالحق صاحب،حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی،حضرت مولانا ابوالعرفان ندوی، حضرت مولانا محمد رابع الحسنی،حضرت مولانا مقتدیٰ حسن ازہری،حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

اور حضرت مولانا ارشد القادری کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ بالخصوص حضرت امیر شریعت مولانا سید منت اللہ رحمانی کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ہماری ہر موقع پر راہ نمائی فرمائی اور انہی کی توجہ کی وجہ سے حضرت مولانا علی میاں جیسی شخصیت کا ہم کنونشن میں خیر مقدم کرنے کا شرف حاصل کر سکے۔ ساتھ ہی آپ تمام حاضرین کرام کے بے حد شکر گذار ہیں کہ آپ نے کنونشن میں شرکت کی زحمت فرمائی۔

ہم ایک بار پھر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندوی اور عزت مآب ڈاکٹر اخلاق الرحمن قدوائی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم اراکین مدرسہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور مدرسہ اسٹوڈینٹس یونین اور اپنے رفقائے کار کا شکریہ ادا نہ کریں۔ جنہوں نے قدم قدم پر ہماری معاونت کی۔ ساتھ ہی ساتھ ہم جملہ مدارس ملحقہ کے اساتذہ، طلبہ بالخصوص پرنسپل واساتذہ، طلبہ وملازمین مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ اور حلقہ صحافت کے ممنون ہیں کہ انہوں نے کنونشن میں بھرپور حصہ لیا اور کامیابی کے لئے ہر ممکن تعاون دیا۔

آخر میں ہم ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں--------شکریہ

ابوالکلام قاسمی شمسی

۲۸ر نومبر ۱۹۸۴ء (مطبوعہ)

(نوٹ): مدارس کی تحریک کو سمجھنے میں معاون ہی نے کی وجہ سے اس سکریٹری رپورٹ کو شائع کیا گیا ہے، اس میں حالات کے اعتبار سے تبدیلی آئی ہے۔ جس کی نشاندہی اور مضامین وبیانات میں موجود ہے۔

مدارس کی منظوری حکومت کا تاریخی کارنامہ

مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی، پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ نے اپنے پریس ریلیز میں کہا کہ صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ کا ایک مستقل نظام ہے اور یہ مدارس حکومت بہار کے وقار کو بلند کرتے ہیں۔ مدارس ملحقہ میں سے ۲۴۵۹ ایسے مدارس ہیں جن کو بہار مدرسہ بورڈ کے ذریعہ الحاق نامہ جاری کیا گیا۔ لیکن ان مدارس کے اساتذہ و ملازمین کی تنخواہ کی ادائیگی نہیں کی جا سکی۔ مدارس کے اساتذہ، ابنائے قدیم اور مسلم تنظیموں کی جانب سے ہمیشہ مطالبہ کیا جاتا رہا کہ ان مدارس کے اساتذہ و ملازمین کی تنخواہ کی ادائیگی کی جائے۔ جب وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے ایک اہم فیصلہ کے ذریعہ غیر مالیاتی تعلیمی نظام کو ختم کرنے کا اعلان کیا تو اس پر اہل مدارس کی جانب سے بھی درخواست کی جانے لگی۔ اس جانب اقلیتی کمیشن کے چیرمین جناب نوشاد احمد صاحب نے خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ اور وزیر اعلیٰ نے اپنی فراست اور مسلم اقلیت سے دلچسپی کا مظاہرہ کیا ۔ ۲۴۵۹ مدارس اور ۳۰۰ سنسکرت پاٹھ شالہ کو گرانٹ دینے کی منظوری عطا کردی۔ اس کے ساتھ ہی اقلیت کالجوں کے اساتذہ اور ملازمین کو پنشن دینے کا تاریخی فیصلہ کیا۔ اور ان اداروں کیلئے کابینہ کے ذریعہ گرانٹ کی منظوری بھی کرادی۔

مولانا قاسمی شمسی نے عزت مآب وزیر اعلیٰ کے فیصلہ کو ایک تاریخی اور انقلابی فیصلہ قرار دیتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ ساتھ ہی بہار ریاستی اقلیتی کمیشن کے چیرمین جناب نوشاد احمد کو بھی مبارکباد دیا ہے کہ وہ ہر وقت مسلم اقلیت کے مسائل کو حل کرانے کیلئے کوشاں رہتے ہیں، ان کی کوششوں سے بالخصوص مسلم اقلیتوں کے مسائل حل ہوتے ہیں۔

(قومی تنظیم پٹنہ، راشٹریہ سہارا پٹنہ)

نوٹ:۔ تنخواہ کی ادائیگی کیلئے انکوائری و کارروائی جاری ہے۔

باب۔۵

بہار طبی اسکول، پٹنہ

گورنمنٹ طبی کالج، پٹنہ

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں ابتدا میں طب کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔اس کے لئے حکیم عبدالقیوم بحال تھے۔بانی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ جسٹس سید نورالہدیٰ نے کوشش کی کہ الگ سے طبی کالج کا قیام عمل میں آئے۔چنانچہ ۱۹۲۵ء میں طبی اسکول قائم کرنے کی تحریک شروع ہوئی اور طبی اسکول کا قیام عمل میں آیا، جس کے محرک جسٹس سید نورالہدیٰ تھے۔پھر ۱۹۲۶ء میں طبی اسکول کے قیام کے لئے حکومت بہار نے اعلان کیا اور اس کے لئے گورنمنٹ باڈی کی تشکیل کی جس کے چیرمین پٹنہ ڈویژن کے کمشنر ڈبلوبی ہیکوک بنائے گئے اور ممبران میں جناب سید نورالہدیٰ (آئی سی آئی.) حکیم محمد ادریس، خان بہادر سید محمد اسماعیل، حکیم سید مظاہر احمد اور حکیم عبدالکریم کے نام شامل کئے گئے۔مسٹر ایس.ایم.شریف بارایٹ لا اس کے ممبر سکریٹری تھے جو جسٹس سید نورالہدیٰ کے بھانجے تھے،جن کے نام پر موجودہ شریف کالونی واقع ہے۔گورنمٹ باڈی کی پہلی مٹینگ کمشنر پٹنہ ڈویژن کے چیمبر میں ہوئی۔پہلی مٹینگ میں یہ تجویز رکھی گئی کہ عوام کی خاطر ایک طبی کالج گورنمنٹ کی طرف سے پٹنہ میں قائم کیا جائے۔اس تجویز کے ساتھ یہ فیصلہ بھی ہوا کہ اسلامی مدارس سے آنے والے طلباء کی داخلہ فیس اور تعلیمی فیس معاف ہوگی، ان کے علاوہ دیگر ذرائع سے آنے والے طلباء سے جملہ فیس لی جائے گی۔کرسی،میز اور ڈیسک کی جگہ چوکی استعمال کی جائے گی۔اس طرح اسکول کے قیام کے لئے حکومت کی طرف سے ۲۸۔۱۹۲۷ء میں جو پہلا بجٹ منظور ہوا تھا 15164 روپے تھا۔

طبی اسکول کے قیام کے سلسلہ میں جن اہم شخصیات نے اہم رول ادا کیا ان میں جسٹس سید نورالہدیٰ، سید شریف بارایٹ لا، حکیم رشیدالنبی، حکیم قطب الدین، حکیم محمد ادریس، حکیم سید مظاہر احمد، حکیم محمد صالح، سر فخرالدین وزیر تعلیم بہار، سر گنیش دت سنگھ وزیر لوکل سیلف، حکیم عبدالقیوم، حکیم عبدالحمید اور حکیم محمد اجمل خاں کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

جب حکومت بہار سے طبیہ اسکول کی تجویز منظور ہوگئی تو حکیم مولانا ابوالبرکات، عبدالرؤف قادری داناپوری کو پرنسپل شپ کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا اور اپنے نام کے بجائے حکیم محمد ادریس کا نام پیش کیا، اس طرح ۲۶؍جون ۱۹۲۶ء کو محلہ بھکنا پہاڑی کے مکان ہولڈنگ نمبر ۴۰ میں طبی اسکول کا قیام عمل میں آیا۔۲۶؍جولائی ۱۹۲۶ء میں حکیم خواجہ رضوان احمد جیسے باکمال شخص کو پروفیسر بنایا گیا۔ایک عرصہ تک یہ طبی درس گاہ بھکنا پہاڑی میں چلتا رہا، بعد میں

رمنہ روڈ میں منتقل ہوا۔ جنوری ۱۹۳۴ء میں کدم کنواں میں منتقل کر دیا گیا اور ۱۹۴۳ء میں طبی اسکول کو طبی کالج بنا دیا گیا۔ اور آج یہ کالج شاندار خدمات انجام دینے میں مصروف ہے۔ اس ادارے کے فارغین پورے ملک میں اپنی صلاحیتوں کا سکہ منوا رہے ہیں۔ گورنمنٹ طبی کالج کے سلسلہ میں حکیم سید منظر احسن کی تحریر یقیناً ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جس میں موصوف کالج کو دور اول دور دوم اور دور سوم میں تقسیم کر کے شروع سے آخر تک کے اساتذہ واسٹاف کا نہایت تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

دور اول ۱۹۲۶ء سے ۱۹۵۱ء تک محیط ہے جو حکیم محمد ادریس سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرا دور ۱۹۵۱ء سے حکیم عبدالاحد پر شروع ہو کر ۱۹۷۱ء تک جاتا ہے۔ تیسرا دور حکیم محمد اشرف کریم سے ۱۹۷۱ء میں شروع ہوتا ہے اور ۱۹۸۱ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد جناب حکیم علیم الدین بلخی ندوی صاحب، حکیم محمد شمیم صاحب پرنسپل مقرر کئے گئے، ان کے بعد حکیم محمد شہاب الدین صاحب ۱۲/۹/۱۹۹۱ء سے پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے جو ابھی تک اسی عہدہ پر فائز ہیں۔

طبی کالج میں بی. یو. ایم. ایس سے پہلے پری طب کا شعبہ ہے، جس میں مدارس کے فارغین کا داخلہ ہوتا ہے۔ گذشتہ برسوں میں گورنمنٹ طبی کالج کے پری طب میں مدارس کے فارغین کا داخلہ بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے مدارس کے فارغین میں نہایت ہی مایوسی تھی۔ اس کے لئے میں نے پرنسپل کی حیثیت سے کوشش کیا اور بہار مدرسہ بورڈ کے اسناد کو پری طب میں داخلہ کے لئے سی بی آئی. ایم کے ذریعہ منظور کرایا اور پھر محکمہ صحت کے وزیر جناب ڈاکٹر شکیل احمد اور اس کے ڈپارٹمنٹ کے کمشنر، ڈائریکٹر اور دیگر آفیسران سے رابطہ قائم کیا۔ امارت شرعیہ کے دفتر میں امیر شریعت حضرت مولانا نظام الدین صاحب کی صدارت میں مٹینگ ہوئی جس میں پری طب میں مدارس کے طلبہ کے داخلہ کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی، جس کے نتیجہ میں پھر سے پری طب میں مدارس کے فارغین بالخصوص بہار مدرسہ بورڈ کے امیدواروں کا داخلہ لینے کا حکم جاری ہوا۔ اس طرح کئی شیشن کا داخلہ پری طب میں ہوا۔ درمیان میں پھر رکاوٹ پیش آئی تو میں نے پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ ہونے کی حیثیت سے سی. بی آئی. ایم کے ذریعہ بہار مدرسہ بورڈ کے اسناد کی منظوری کی کاپی پرنسپل گورنمنٹ طبی کالج کو فراہم کرایا جس کی وجہ سے انہیں داخلہ لینے میں سہولت ہوئی۔ اس طرح مدارس کے فارغین کا داخلہ پری طب میں جاری ہے۔

طبی کالج کے سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے ''تاریخ طب'' اور ''بہار میں یونانی طب کا ارتقاء'' مفید ہے۔ ساتھ ہی کالج کے ویب سائٹ کا بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

باب-۶

ادارہ تحقیقات عربی وفارسی، پٹنہ

ادارہ تحقیقات عربی وفارسی، پٹنہ

ادارہ تحقیقات عربی وفارسی کا پورا نام INSTITUTE OF POST GRADUATE STUDIES AND RESEARCH IN ARABIC AND PERSIAN LEARNING ,BIHAR, PATNA ہے۔اس کی تحریک بھی مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ سے چلی، یہ ادارہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں قائم ہے۔ پہلے اسکا دفتر مدرسہ کے شعبہ سینئر کے بالائی منزل میں تھا، جب بالائی منزل ٹوٹ گیا اور مشرقی حصہ کی تعمیر کا کام نہیں ہوا اور گنجائش کی کمی ہوگئی تو اس کے دفتر اور کلاس کو مدرسہ کے شعبہ جونیر میں منتقل کردیا گیا۔شعبہ سینئر کے بالائی منزل کے صرف دو کمرے لائبریری کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ ادارہ ابھی شعبہ جونیر کے بالائی منزل میں چل رہا ہے۔

ادارہ تحقیقات عربی وفارسی کا قیام ۱۹۵۵ء میں عمل میں آیا اس میں عربی وفارسی زبان وادب کی تعلیم وتدریس ہوتی ہے، ساتھ ہی اس میں ریسرچ کا شعبہ بھی ہے، جس میں اسکالر عربی وفارسی میں تحقیقات کا کام کرتے ہیں۔ڈپلوما ان عربی وفارسی کا بھی انتظام ہے۔حکومت بہار نے اس ادارہ میں جدید عربی وفارسی کے درجات شروع کرنے کی بھی اجازت دی ہے اور یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ۱۹۷۵ء میں بی.اے اسپیشل انگریزی کی تعلیم کی منظوری ملی۔حکومت بہار نے اردو، فارسی اور عربی اساتذہ کی ٹریننگ کی بھی منظوری دی ہے۔ٹریننگ مکمل ہونے کے بعد Dip. in Ed کی سرٹیفکیٹ دی جاتی ہے۔اس ٹریننگ نے راہ نمائی کا کام کیا ہے۔دوسرے صوبوں نے بھی اس کو پسند کیا اور اپنے صوبہ میں اس طرح کی ٹریننگ کا انتظام کیا،لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہوئی کہ اساتذہ کی کمی کی وجہ سے یہ شعبہ بند ہے۔حکومت بہار کی جانب سے اس ادارہ کے ذریعہ ٹریننگ حاصل کرنے والے افراد کی بحالی بھی نہیں کی جارہی ہے۔ اس سلسلہ میں کوشش کی ضرورت ہے، تاکہ یہ کامیاب شعبہ پھر سے جاری ہوسکے اور اس کے ذریعہ ٹریننگ حاصل کردہ افراد کو ٹرینڈ مانتے ہوئے دیگر تعلیمی اداروں میں ان کی بحالی کی جائے۔

اس ادارہ کا ایک اہم کام عربی وفارسی زبان وادب پر تحقیقی کام کرنے والے طلبہ کی

راہنمائی بھی ہے،اس کے لئے گورنمنٹ کی جانب سے دوطرح کے اسکالرشپ منظور ہیں:
(۱) پی.ایچ.ڈی کے لئے (۲) کامل کے لئے۔

اس ادارہ سے بہت سے ریسرچ اسکالر نے پی.ایچ.ڈی اور کامل کیلئے تحقیقی کام کیا اور پی.ایچ.ڈی اور کامل کے لئے ڈگری حاصل کی۔

اس ادارہ کا ایک اہم کام عربی وفارسی مخطوطات اور ریسرچ ورک کی اشاعت بھی ہے۔اس کے لئے حکومت کی جانب سے رقم دی جاتی ہے۔اب تک تقریباً ۳۸ر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

اس ادارہ کے لئے تین کمیٹیاں ہیں:
(۱) جنرل کاؤنسل (۲) ایڈوائزری بورڈ (۳) ایڈوائزری کمیٹی

گورنمنٹ آف بہار اس ادارہ کے لئے چانسلر ہیں۔وزیر تعلیم حکومت بہار اس کے صدر ہوتے ہیں۔جنرل کاؤنسل کے ممبران پانچ سال کے لئے منتخب ہوتے ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے شیش محل ہاسٹل میں سے ۱۵ر کمرے اس ادارہ کو ہاسٹل کے طور پر استعمال کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔اس ہاسٹل میں ادارہ تحقیقات کے طلبہ رہتے ہیں۔

اس ادارہ میں ڈائریکٹر کا عہدہ سب سے اہم ہے،جو تعلیمی اور انتظامی امور کی نگرانی کرتے ہیں۔ڈائریکٹر اس ادارہ کے تمام شعبہ جات اور آفس کے نگراں ہوتے ہیں،ساتھ ہی اس ادارہ کی جانب سے جو کتابیں شائع کی جاتی ہے اس کے ایڈیٹر بھی ہوتے ہیں۔

اس ادارہ میں رجسٹرار کا عہدہ بھی منظور ہے۔سینئر پروفیسر رجسٹرار کے عہدہ پر فائز کئے جاتے ہیں۔

اس ادارہ میں ایک لائبریری بھی ہے،جس میں عربی،فارسی،تاریخ اسلام اور دیگر مضامین کی تقریباً ۱۵۰۰۰ر اہم کتابیں ہیں۔اس ادارہ کا سالانہ سمینار بھی ہوتا ہے۔اس کے علاوہ کتابوں کے اجراء اور مشاعرہ کا پروگرام بھی منعقد ہوتا ہے۔

اس ادارہ کے ڈائریکٹر کے نام حسب ذیل ہیں:
(۱) ڈاکٹر سید احمد
(۲) ڈاکٹر سید حسن

(۳) پروفیسر ایس. ایس. اے رحمان

(۴) ڈاکٹر ایس. اے حیدر

(۵) پروفیسر اے. ایف. جیدر

(۶) ڈاکٹر ایم. صدیقی

(۷) پروفیسر اے. ایف حیدر

(۸) پروفیسر اطہر شیر

(۹) ڈاکٹر شمس الحق شمسی

(۱۰) ڈاکٹر حسن رضا خاں

ڈاکٹر حسن رضا خاں ڈائریکٹر اور پروفیسر محمد اعجاز احمد رجسٹرار کی نگرانی میں یہ ادارہ ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔

ادارہ تحقیقات عربی وفارسی کے سلسلہ میں مزید معلومات کیلئے اس ادارہ کے تعارت نامہ کا مطالعہ کریں۔

ادارہ تحقیقات عربی وفارسی کے طلبہ شیش محل ہاسٹل (جسٹس نورالہدیٰ ہاسٹل وندوی ہاسٹل) میں رہتے ہیں، اس لیے میں نے ان کو ہمیشہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے طلبہ کی طرح سمجھا مختلف ضرورتوں کے وقت میں نے ان کی رہنمائی کی تقرری کا عمل ہو، ٹریننگ کا مسئلہ ہو، کوئی مشورہ کی بات ہو ہر موقع پر میں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ تقرری کے وقت میں جو بھی دشواری آئی تو وزراء، ممبران اسمبلی وکونسل اور دیگر افسران سے مل کر ان کو حالات سے واقف کرایا اور تقرری کے لیے راستہ ہموار کر اس کو حل کرانے میں پیش پیش رہا اور اللہ کے فضل وکرم سے اس میں کامیابی بھی ملی۔

ادارہ تحقیقات میں ٹریننگ کا شعبہ بھی ہے، یہ حکومت بہار کے ذریعہ قائم کیا ہوا ہے اس سے ٹرینگ کرنے والوں کو ڈیپ ان ایڈ کی سند دی جاتی ہے، جب تقرری کا عمل شروع ہوا تو محکمہ تعلیم نے اس ادارہ سے ٹریننگ کی ڈگری حاصل کئے ہوئے امیدواروں کو ٹرینڈ ماننے سے انکار کر دیا تو امیدواروں کے ساتھ میں نے بھی بہت کوشش کی ہر جگہ ملاقات کر کے اس کی حیثیت کو واضح کیا لیکن اس میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی، اس سلسلہ میں کوشش جاری رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ گورنمنٹ کے ذریعہ قائم کردہ اس ادارہ کے ٹرینڈ امیدوار اپنے حق سے محروم نہ رہ سکیں۔

باب ۔ ۷

مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی

مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کو

زمین پر اتارنے کی ضرورت

مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کا قیام 1992ء میں عمل میں آیا۔اس کے ساتھ دیر کنور سنگھ یونیورسٹی آرہ، بی این منڈل یونیورسیٹی مدھے پورہ، جے پرکاش یونیورسیٹی چھپرہ کا قیام بھی عمل میں آیا۔موخرالذکر تین یونیورسٹیاں وجود میں آگئیں۔لیکن مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کا اب تک زمین پر وجود نہیں، یہ یونیورسٹی ابھی تک حکومت کے فائل میں چل رہی ہے۔اس یونیورسٹی کو زمین پر اتارنے کے لئے میٹنگ تو ضرور ہوئی، ان میں نہایت ہی اہم تجاویز بھی منظور کی گئیں، لیکن بدقسمتی کی بات یہ رہی کہ ان تجاویز پر کوئی عمل درآمد نہیں ہوا اور اس طرح یونیورسٹی زمین پر اتر نہیں سکی۔جب تک وی سی رہے۔میٹنگ وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔جب ان کی مدت ختم ہوگئی تو صرف بیلی روڈ پر اس کا بورڈ نظر آتا ہے۔مہینوں یہ سلسلہ جاری رہا۔مورخہ 20.01.2008 کے اخبار میں خبر شائع ہوئی کہ نئے وی سی نے جوائن کرلیا ہے۔خدا کرے یونیورسٹی کے لئے فال نیک ثابت ہو۔ویسے اس یونیورسٹی کو زمین پر اتارنے کے گذشتہ برسوں میں منعقد یونیورسٹی کی میٹنگ میں منظور کی گئی تجاویز کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اگر حکومت ان تجاویز کے لئے نوٹیفکیشن جاری کرے تو یہ یونیورسٹی فوراً کام کرنے لگے گی۔اس لئے اس موقع پر میٹنگ میں منظور کی گئی تجاویز کا خلاصہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ یونیورسٹی کو زمین پر اتارنے میں درپیش دشواریوں پر غور کرنے میں آسانی ہو اور یونیورسیٹی کو وجود میں لانے کے لئے حکمت عملی کو طے کرنے میں سہولت ہو۔

مورخہ 27.05.2007 کو ڈائریکٹر ہائر ایجوکیشن کے دفتر میں میٹنگ ہوئی۔اس میں ڈائریکٹر ہائر ایجوکیشن، وائس چانسلر مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی، سکریٹری مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ جناب حسن وارث ڈپٹی ڈائریکٹر سکنڈری ایجوکیشن حاضر تھے۔اس میٹنگ میں مندرجہ ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔تجاویز کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(1) مدرسہ بورڈ سے ملحق 22 مدارس جہاں عالم سطح کی تعلیم ہوتی ہے اور 12 مدارس جہاں فاضل سطح کی تعلیم ہوتی ہے یعنی کل 34 مدارس کو بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے منتقل کرکے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کے ساتھ وابستہ کردیا جائے۔ یونیورسیٹی ان مدارس کے عالم اور فاضل کی ڈگری کی منظوری یو جی سی نئی دہلی سے حاصل کرے گی۔

(2) یہ بھی فیصلہ لیا گیا کہ فی الحال مذکورہ بالا 34 مدارس کی قانونی نگرانی بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ساتھ ہی رہے گی۔ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی صرف ان اداروں کے طلبہ/طالبات کے عالم اور فاضل درجات کا نصاب تعلیم بنائے گی اور امتحانات کا انعقاد کرائے گی۔

(3) فی الحال مذکورہ بالا 34 مدارس کا الحاق مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کو منتقل کردیا جائے۔ یونیورسٹی ان اداروں کا معائنہ کراکر مطمئن ہوجائے کہ بہار یونیورسٹی ایکٹ کے الحاق کے شرطوں کو پورا کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر ان شرطوں میں کسی طرح کی کمی ہوتی تو ایسی حالت میں مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی ایسے اداروں کو ایک مقررہ مدت دے کر مجوزہ شرطوں کے سلسلہ میں کاروائی کے لئے وقت دیگی۔

(4) اس سلسلہ میں سکریٹری بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ نے بتایا کہ مذکورہ فیصلے کے سلسلہ میں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے منظوری حاصل کرنا مناسب ہوگا۔

(5) یہ بھی فیصلہ لیا گیا کہ مدرسہ بورڈ کے عالم سطح کے طلبہ/طالبات کو بہار سرکار نے بی اے کے برابر کی منظوری دی ہے، عالم اور اوپر کے ڈگری یافتہ طلبہ/طالبات کو مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کے ذریعہ اردو ٹیچر کی حیثیت سے بی ایڈ ٹریننگ دینے اور ڈگری عطا کرنے کے سلسلہ میں بھی سفارش کی گئی۔

اس کے بعد مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کی میٹنگ مورخہ 05.06.2006 کو عزت مآب وزیر تعلیم کے دفتر میں ہوئی۔ اس میٹنگ میں عزت مآب وزیر تعلیم، ایجوکیشن کمشنر، وی سی مولانا مظہر الحق یونیورسٹی، رجسٹرار مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی، پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، سکریٹری مدرسہ بورڈ، ڈپٹی سکریٹری مدرسہ بورڈ، ڈپٹی ڈائریکٹر سکنڈری ایجوکیشن صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی، صدر شعبہ عربی پٹنہ یونیورسٹی نے شرکت کی۔

اس میٹنگ میں ایجوکیشن کمشنر نے انکشاف کیا کہ بہار یونیورسیٹی ضابطہ کے مطابق

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کو جاری کرنے کے لئے نوٹیفکیشن جاری ہونا ضروری ہے اس کے بغیر یونیورسیٹی غیر قانونی ہے۔

اس سلسلہ میں اس وضاحت کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ بہار یونیورسیٹی ضابطہ میں اس یونیورسیٹی کے ساتھ قائم ہونے والی دیگر یونیورسٹیوں کے ساتھ اس طرح کی قید نہیں ہے۔ جبکہ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے ساتھ اس طرح کی شرط لگادی گئی ہے۔ میٹنگ میں حاضر تمام ممبران نے کمشنر صاحب سے درخواست کی کہ جلد نوٹیفکیشن جاری کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔

وزیر موصوف نے میٹنگ میں اس خیال کا اظہار کیا کہ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے احاطہ میں قائم کیا جائے اور عربی وفارسی ریسرچ انسٹی چیوٹ اور مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کو اس میں ضم کر دیا جائے، ممبران کے ساتھ پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ نے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ وقف نامہ کی روشنی میں ان دونوں کو یونیورسٹی میں ضم کر دینے سے ان کا تشخص ختم ہو جائے گا۔

وزیر محترم نے میٹنگ میں اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ یونیورسیٹی کی ایک میٹنگ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں کی جائے اور ممبران کو ہدایت دی کہ جلد میٹنگ کر کے اس یونیورسیٹی کو زمین پر اتارنے کی تجویز منظور کی جائے تاکہ یونیورسیٹی کے کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔ پھر بہت سی ضروری گفتگو کے بعد میٹنگ ختم ہوگئی۔ وزیر موصوف کے انداز سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یقیناً ایک دو مہینہ میں یونیورسیٹی زمینی سطح پر کام کرنا شروع کر دے گی۔ چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق مورخہ 07.06.2007 کو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے پرنسپل چیمبر میں یونیورسیٹی کی میٹنگ وی.سی. پروفیسر شرف عالم کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میں ان کے علاوہ موجودہ وی.سی. پروفیسر قمر احسن، سابق رجسٹرار مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی، مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی، پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ، جناب حبیب الرب ڈپٹی سکریٹری مدرسہ بورڈ اور جناب گوپال جی ڈپٹی ڈائریکٹر ہائر ایجوکیشن نے شرکت کی، میٹنگ میں مورخہ 27.05.2007 میں منظور کردہ تجاویز کی توثیق کی گئی اور مشورہ دیا گیا کہ محکمہ تعلیم مذکورہ بالا تجاویز 1 سے 3 کے سلسلہ میں ضروری کاروائی کرتے ہوئے ضروری نوٹیفکیشن جاری کردے تاکہ فوری طور پر یونیورسیٹی کو جاری کیا جاسکے۔ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ لیا گیا کہ تجویز پر ضروری کاروائی

کرتے ہوئی مدرسہ بورڈ تجویز 1، 2 اور 3 کے سلسلہ میں تجویز کی منظوری سے جلد از جلد محکمہ کو مطلع کرے۔ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کے ذریعہ عالم رفاضل نصاب تعلیم کو شروع کرنے کے لئے طریقہ کار پر غور کیا گیا اور جن تجاویز پر اتفاق ہوا اس کا خلاصہ پیش ہے۔

تجویز۔ 1 (الف) جو طلبہ مولوی امتحان سال 2006 میں کامیاب ہوں گے، ان کا رجسٹریشن مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کے ساتھ سال اور عالم کے طالب علم کی حیثیت سے 2006 سے ہوگا۔

(ب) اس طرح عالم فائنل (آنرز) سال 2006 امتحان پاس کئے امید وار یونیورسٹی کے سال اول فاضل کے طالب علم کی حیثیت ان کا داخلہ لیا جائے گا۔

(ج) سیشن 7-2006 کے بعد مدرسہ بورڈ صرف وسطانیہ، فوقانیہ اور مولوی سطح کے امتحانات کا ہی انعقاد کرائے گا۔

(ہ) جو طلبہ رطالبات سال اول عالم اور سال اول فاضل کے طالب علم کی حیثیت سے 2006 میں مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی سے رجسٹریشن کرائیں گے۔ ان سبھی مدارس رادارے کو پروویزنل حیثیت سے یونیورسٹی سے الحاق حاصل کرنا ہوگا۔ چونکہ فوری طور پر تعلیم متاثر نہ ہو اس کے لئے مدرسہ بورڈ عالم رفاضل سطح تک مدارس اور امتحانات کے لئے الحاق لینے والے مدارس کی لسٹ رانتظامی اصول وضوابط یونیورسٹی کو حاصل کرائے گا تا کہ یونیورسٹی اپنی سطح پر ایسے مدارس کو معائنہ کے بعد الحاق رمنظوری دے سکے گی۔

(د) مستقل الحاق ملنے تک عالم رفاضل سطح کے سبھی مدارس کے اساتذہ کی ملازمت کی شرطیں، مدارس کا انتظام اور انتظامی نگرانی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے موجودہ شکل میں ہی بنا رہے گا۔

تجویز 2۔ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی میں کوئی بھی تعلیمی اور غیر تعلیمی عہدہ منظور نہیں ہے، اس سلسلہ میں ضروری عہدوں کی شناخت کر عہدوں کی منظوری کے لئے حکومت کو بھیجا گیا تھا، اس کی منظوری دی جائے۔

تجویز 3۔ گورنمنٹ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے سینئر سیکشن کو مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کو کنسٹی چیوئنٹ بنانے کا فیصلہ حکومت کے ذریعہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ یہ موجودہ انتظامیہ اور انتظامی نگرانی کو برقرار رکھتے ہوئے ہی کیا جائے اور اس سلسلہ میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے گورننگ باڈی کی حالت حسب سابق برقرار رہے۔

تجویز4۔ گورنمنٹ عربی وفارسی ریسرچ انسٹی چیوٹ کو بھی اس کی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے کنسٹی چیوئنٹ یونٹ بنایا جائے۔

تجویز5۔ غور کیا گیا کہ موجودہ حالت میں مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی سرکاری عمارت 3 پولوروڈ سے کام کر رہی ہے اسے مستقل جگہ دلانے کے مقصد سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں موجود زمین یونیورسیٹی کے دفتر اور مختلف اکائیوں کے قیام کے لئے ناکافی ہے۔ بلکہ بعد میں قانونی پیچیدگی بھی آئے گی۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ وقف قانون اور مخصوص شرطوں کی بنیاد پر صوبائی حکومت کو منتقل کیا گیا تھا، جس کے لحاظ سے اس کے وقف نامہ میں درج زمین اور جائداد کا استعمال صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی ترقی کے لئے ہی کیا جائے گا۔ایسی حالت میں اس کی جائیداد پر یونیورسٹی کے نام سے کوئی بھی عمارت کی تعمیر ممکن نہیں ہے۔

ضرورت کے مطابق عمارت اور زمین کی کمی کی وجہ سے اس یونیورسیٹی کو یوجی سی نوٹیفکیشن 12(B) کے مطابق منظوری نہیں مل سکے گی۔

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کو ویرچند پٹیل مارگ پر موجود سلطان پیلیس کو دینا مناسب معلوم ہوتا ہے،اس عمارت میں یونیورسٹی کی ضرورت کے مطابق عمارت اور زمین موجود ہے۔مختلف تنظیموں اوراداروں کے ذریعہ بھی سلطان پیلس میں اس یونیورسٹی کو منتقل کرنے کی مانگ کی جاتی رہی ہے۔ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ سابق گورنر و چانسلر عزت مآب ایم راماجوئس نے بھی اس عمارت کو زمین کے ساتھ اس یونیورسٹی کو دینے کی خواہش جتائی تھی۔موجودہ متبادل انتظام کے لئے فوری طور پر اس یونیورسٹی کو بیلی روڈ پر واقع مکان 5 کو دینا مناسب ہوگا۔محکمہ فروغ انسانی وسائل نے اپنے مکتوب کے ذریعہ اس سلسلہ میں ضلع مجسٹریٹ پٹنہ کو اس یونیورسٹی کی ترقی کے لئے زمین شناخت کرنے کی ہدایت دی تھی۔اس سلسلہ میں کاروائی کرنے کی ضرورت ہے۔

واضح ہو کہ نئی قائم شدہ چانکیہ نیشنل یونیورسٹی کے قیام کے لئے زمین الاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔اس لیے اس اہم مجاہد آزادی اور ملک کی تعمیر میں حصہ لینے والے مجاہد آزادی مولانا مظہر الحق کے نام پر قائم اس یونیورسٹی کو ضرورت کے مطابق زمین الاٹ کرنا انصاف کا تقاضہ ہے۔

اس سلسلہ میں واضح ہو کہ تجویز 1، 2 اور 3 کے سلسلہ میں بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ذریعہ منظوری نامہ محکمہ تعلیم اور مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کو موصول کرایا جا چکا ہے۔

مذکورہ بالا تجاویز پر غور کرنے سے یہ واضح ہے کہ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے دفتر کو الجھاؤ میں ڈالے بغیر فی الحال اس یونیورسیٹی کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے درس وتدریس کے کام کو جاری کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ فی الحال عالم اور فاضل کے 34 مدارس، مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ اور عربی وفارسی ریسرچ انسٹی چیوٹ کے اسٹیبلشمنٹ (استھاپنا) جہاں ہے ابھی وہیں رکھتے ہوئے ان تمام اداروں کے امتحانات اور نصاب تعلیم کو اس یونیورسیٹی کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور ان میں درس وتدریس کا کام شروع کر دیا جائے اس سلسلہ میں حکومت کو نوٹیفکیشن جاری کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ یونیورسیٹی جلد از جلد زمین پر اتر کر اپنا کام کر سکے۔ یہ موجودہ حکومت کا قابل فخر کارنامہ ہوگا۔

(راشٹر سہارا پٹنہ ۵ رفروری ۲۰۰۸ء)

(نوٹ:) موجودہ وقت میں عالم وفاضل کے 118 مدارس مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی سے ملحق ہیں اور عالم وفاضل کے امتحانات یونیورسیٹی کے ذریعہ لئے جاتے ہیں۔

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی

مقاصد۔ تجزیہ۔ مشورے

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کا قیام ۱۹۹۲ء میں عمل میں آیا۔ ۱۹۹۲ء میں اس یونیورسٹی کے ساتھ ویر کنور سنگھ یونیورسٹی آرہ، بی این منڈل یونیورسٹی مدھے پورہ، جے پرکاش یونیورسٹی چھپرہ کو بھی قائم کیا۔ ان میں مؤخرالذکر تین یونیورسٹیوں نے اپنے اپنے مقام پر کام کرنا شروع کردیا، لیکن عربی وفارسی یونیورسٹی کو اس سال زمین پر اتارنے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں جو اس یونیورسٹی کے قیام کے مقاصد کا دوسرا حصہ ہے۔

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۲۲ء میں بہار اسٹیٹ مدرسہ اکزامنیشن بورڈ نے کام کرنا شروع کیا اور اس کے ذریعہ امتحانات لئے جانے لگے۔ اس میں عالم اور فاضل کے امتحانات بھی شامل ہیں۔ پھر حکومت نے مدرسہ کے تعلیم کے فروغ اور اسکی جدید کاری کے لئے مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کو تحلیل کر کے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ قائم کیا اور اس کے ذریعہ دی جانے والی اسناد اور ڈگری کو ۱۹۷۸ء میں گزٹ کے ذریعہ مساوات کا درجہ دیا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

تحتانیہ وسطانیہ	۸ سال	مڈل	فوقانیہ	۲ سال	میٹرک
مولوی	۲ سال	آئی اے	عالم	۳ سال	بی اے آنرز کے ساتھ

فاضل کی ڈگری کے مساوات کو حکومت نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ یہ یونیورسٹی کا کام ہے۔ یونیورسٹی کے قیام کے ساتھ یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ پھر کارمک وبھاگ نے اپنے مکتوب کے ذریعہ داخلہ اور پے فکسیشن میں اس کی منظوری دے دی اور اسی کے مطابق بہار کی یونیورسٹیوں نے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے اسناد اور ڈگریوں کو مساوات کا درجہ دیا اور آج بھی اس پر عمل ہو رہا ہے۔ عالم اور فاضل کی ڈگری جو بالترتیب بی اے اور ایم اے کے مساوی ہے اس ڈگری کو حکومت کی منظوری سے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ جاری کرتا رہا ہے، محض اس لئے کہ اس کے لئے کوئی یونیورسٹی نہیں تھی۔ اس کی وجہ سے مدارس کے فارغین کو طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا رہا۔ اس کی ڈگریوں کو کسی یونیورسٹی سے جاری نہیں ہونے کی وجہ سے انہیں خاطر خواہ فائدہ

نہیں ہوا اور وہ صرف محکمہ تعلیم کے تحت ادارہ میں ہائی اسکولوں کی بحالی تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اس کے علاوہ وہ اگر کسی دوسرے صوبہ میں انٹرویو دینے گئے تو انہیں یہ کہہ کر چھانٹ دیا گیا کہ یہ ڈگری بورڈ کے ذریعہ جاری ہے۔ یونیورسیٹی کے ذریعہ جاری نہیں ہے۔ اس طرح انہیں مایوسی ہی مایوسی حاصل ہوتی رہی۔ ان دشواریوں نے انہیں اس کے لئے مجبور کیا کہ وہ یونیورسیٹی کا مطالبہ کریں۔ اس کے لئے نمونہ سنسکرت یونیورسیٹی موجود تھی۔ سنسکرت اور اور اس کے ادارے کی ترقی کے لئے حکومت کامیشور سنگھ سنسکرت یونیورسیٹی قائم کر چکی ہے۔

فارغین مدارس نے اسی انداز پر عربی وفارسی یونیورسیٹی کے قیام اور اس سے عالم اور فاضل کو جوڑنے کا مطالبہ شروع کیا۔ بالآخر حکومت نے ان کے مطالبہ منظور کرتے ہوئے عظیم مجاہد آزادی مولانا مظہر الحق کے نام پر "مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی" کو قائم کیا۔ اس موقع پر اس بات کی وضاحت کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ حکومت کے محکمہ تعلیم میں سنسکرت اور مدرسہ دونوں ہمیشہ ایک ساتھ رہے ہیں۔ سنسکرت کے فروغ کے لئے حکومت نے کامیشور سنگھ سنسکرت یونیورسیٹی قائم کر دیا، لیکن مدرسہ کی جدید کاری اور عربی وفارسی کے فروغ کے لئے یونیورسیٹی کے قیام کا مطالبہ ہوتا رہا اس لئے اسی انداز پر یہ یونیورسیٹی قائم کی گئی۔ اسی لئے مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسیٹی کے لئے کامیشور سنگھ سنسکرت یونیورسیٹی دربھنگہ کو نمونہ کے طور پر رکھنا خاص اہمیت کا حامل ہے۔ سنسکرت یونیورسیٹی کا قانون اور ضابطہ یونیورسیٹی لا میں موجود ہے۔ اسی انداز پر مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے لئے کام کیا جائے تو ایک معیاری یونیورسیٹی دیگر یونیورسیٹیوں کی طرح وجود میں آئے گی۔ اس موقع پر سنسکرت یونیورسیٹی کے فیکلٹیز کا مطالعہ خاص اہمیت رکھتا ہے، اس لئے اس کو پیش کیا جا رہا ہے:

(۱) فیکلٹی آف وید (۲) فیکلٹی آف درشن (۳) فیکلٹی آف اسٹرولوجی (۴) فیکلٹی آف آیوروید (۵) فیکلٹی آف پوران (۶) فیکلٹی آف لیٹریچر لنگویسٹک (۷) فیکلٹی سوشولوجی۔

اس یونیورسیٹی کے ذریعہ دی جانے والی ڈگری کا نام شاشتری اور اچاریہ ہے۔ مذکورہ بالا مطالعہ کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کیلئے مندرجہ ذیل فیکلٹیز کو جاری کر کے اس یونیورسیٹی کو آگے بڑھایا جائے تو یہ یونیورسیٹی مثالی ہوگی۔

(۱) فیکلٹی آف دینیات: اس کے تحت مندرجہ ذیل ڈیپارٹمنٹ ہونگے:۔

(الف) تفسیر (ب) حدیث (ج) فقہ واصول فقہ

(۲) فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز (۳) فیکلٹی آف انٹر ریلیجن اسٹڈیز

(۴) فیکلٹی آف لٹریچر اینڈ لنگویسٹک:۔اس کے تحت مندرجہ ذیل ڈیپارٹمنٹ ہوں گے:۔(الف) عربی (ب) فارسی (ج) ہندی

(۵) فیکلٹی آف آرٹس:۔اس کے تحت مندرجہ ذیل ڈیپارٹمنٹ ہوں گے:۔

(الف) سوشولوجی (ب) ایکونومکس (ج) ہسٹری (د) سیوکس

(۶) فیکلٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی

(۷) فیکلٹی آف میڈیسین:۔اس کے تحت مندرجہ ذیل ڈیپارٹمنٹ ہوں گے: (الف) یونانی (ب) آیوروید (ج) ہومیوپیتھی (د) ایلوپیتھی۔مذکورہ بالا تمام مضامین سے مدرسہ ایجوکیشن کو جوڑ دیا جائے تو مدرسہ کے تعلیم میں انقلاب آجائے گا۔

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے لئے مذکورہ بالا فیکلٹیز کی تشکیل سے ایک باضابطہ یونیورسیٹی کا خاکہ ابھر کر سامنے آئے گا اور یہ یونیورسیٹی اس اعتبار سے نہایت ہی اہم ہوگی کہ مسلم اقلیت کے تمام ادارے اس سے منسلک ہوسکیں گے۔مدارس تمام فیکلٹی سے ملحق ہوسکیں گے۔اس طرح مدارس کے طلباء مذکورہ بالا فیکلٹی میں سے جس میں چاہیں گے،داخلہ لے سکیں گے۔ان کے لئے نصاب تعلیم کو اسی انداز پر مرتب کرنا ہوگا۔جس کی شروعات سابق وی سی پروفیسر شرف عالم صاحب نے کی تھی۔جب کہ مسلم مائنوریٹی ادارے کے تمام مضامین اپنے اپنے متعلق فیکلٹی سے ملحق ہوں گے۔طبی کالج،میڈیکل کالج،پارا میڈیکل کالج،یونانی،آیورویداور موڈرن میڈیسین سے ملحق ہوں گے۔ایسے ہی ٹکنیکل انسٹی چیوٹ اور سائنس اینڈ ٹکنالوجی کے ادارے فیکلٹی آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی سے ملحق ہوں گے۔زبان وادب کے شعبے اپنے متعلق فیکلٹی سے ملحق ہوں گے۔اس طرح مسلم اقلیت کے لئے اس یونیورسیٹی کے ذریعہ ایک وسیع تعلیمی میدان ہوگا اور تعلیمی میدان میں ترقی کے مزید وسائل حاصل ہوسکیں گے۔

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے ذریعہ کام کی شروعات کی گئی ہے۔یہ ایک مستحسن قدم ہے،لیکن یہ پیش نظر رہے کہ یونیورسیٹی اپنے قیام کے مقاصد کو حاصل کر سکے۔

عزت مآب وزیر اعلیٰ کا بیان قابل ستائش ہے انہوں نے اعلان کیا کہ مدارس کو اس یونیورسیٹی سے جوڑنے کے لئے بورڈ آف اکزامینیشن کی تشکیل کر کے عالم اور فاضل کے امتحانات منعقد کرائے جائیں گے۔اس موقع پر اس جانب خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کہ اس یونیورسیٹی کے

قیام کا مقصد ہی مدارس اور عربی وفارسی کا فروغ ہے۔ اس لئے اس یونیورسیٹی کو اسی انداز پر ترقی دے کر ایک مثالی یونیورسیٹی بنانے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے اقدامات سے مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی ایک مثالی یونیورسیٹی بنے گی، اس سے ریاست بہار کا نام پوری دنیا میں روشن ہوگا اور اس کا سہرا ہر دلعزیز وزیر اعلیٰ نتیش کمار کے سر ہوگا۔

نوٹ:۔ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے نصاب تعلیم کمیٹی کی میٹنگ میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل کی حیثیت سے میں نے شرکت کی، اس میٹنگ میں نصاب تعلیم اور ڈگری کے نام کے سلسلہ میں تجویز آئی۔ میں نے ڈگری کے نام کے لئے عالم وفاضل ہی کو برقرار رکھنے کی تجویز پیش کی اور بتایا کہ مدارس کی ڈگری عالم/فاضل کے نام سے پوری دنیا میں رائج ہے، اس سے مدارس کا تشخص بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے ڈگری کا نام عالم/فاضل ہی رکھا جائے۔ ممبران میں سے بعض نے یہ سوال اٹھایا کہ اس کو یو. جی. سی سے منظوری نہیں ملی گی۔ میں نے کمیٹی کو واقف کرایا کہ سنسکرت یونیورسیٹی کی ڈگری کا نام اچارج اور ساشتری ہے، اس کو یو. جی. سی. نے منظوری دی ہے، تو پھر عالم/فاضل کو منظوری کیوں نہیں ملے گی۔ میری بات سے یہ خدشہ دور ہو گیا اور ڈگری کا نام عالم/فاضل قبول کر کے تجویز منظور کی گئی۔

جہاں تک نصاب تعلیم کی بات ہے تو عالم/فاضل کا نصاب جو بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ میں جاری تھا، اسی کو برقرار رکھنے کی تجویز پیش کی۔ اس کو بھی کمیٹی نے منظور کر لیا۔ صرف کتاب کے نمبرات میں کمی کی گئی اور ان کتابوں کو تین سال میں تقسیم کر دینے کی تجویز منظوری کی گئی۔ مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسیٹی کے نصاب تعلیم میں تفصیل موجود ہے۔

موجودہ حالت میں یونیورسیٹی نے بہت سے پروفیشنل کورس جاری کئے ہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے اصل ادارے مدارس ملحقہ ہی ہیں۔ یونیورسیٹی کو اصل مقاصد کی طرف توجہ دے کر عربی وفارسی زبان وادب کے فروغ کے لئے مدارس کی جانب توجہ کی ضرورت ہے۔

چونکہ یہ یونیورسیٹی سنسکرت یونیورسیٹی کے انداز پر قائم کی گئی ہے۔ اس لئے اس کا انداز سنسکرت یونیورسیٹی کے مطابق ہونا چاہئے، جس کا تذکرہ مذکورہ بالا مضامین میں کیا گیا ہے، تا کہ یہ یونیورسیٹی ایک مثالی یونیورسیٹی بن سکے۔

فی الحال مولانا مظہر الحق عربی وفارسی کے وی. سی. پروفیسر ڈاکٹر شمس الضحیٰ ہیں، جو مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے ابنائے قدیم میں سے ہیں۔

باب۔۸

متفرقات

سی بی ایس ای نظام تعلیم بہار کے اسکول اور مدارس میں ایک تجزیاتی مطالعہ

سی بی ایس ای سنٹرل بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن کا مخفف ہے۔ یہ نظام تعلیم مرکزی حکومت کے ذریعہ تیار کردہ ہے۔ اور ملک کے تمام ریاستی حکومت نے اس نظام تعلیم کو قبول کیا ہے۔ اور اس طرح اب سی بی ایس ای پیٹرن پر ہائی اسکول تک کے اداروں میں تعلیم دی جاتی ہے اور اسی کے مطابق امتحانات منعقد کرائے جارہے ہیں۔

سی بی ایس ای نظام تعلیم کو مرکزی حکومت نے مرتب کیا ہے، جس میں صرف ۵۰۰ نمبرات کے مضامین ہیں، جس کی وجہ سے تمام مضامین کو پڑھانے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ پہلے ریاستی حکومت آزادانہ طور پر ریاست کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے نصاب تعلیم مرتب کراتی تھی۔ اب مرکزی نظام تعلیم کے ماتحت اپنا نصاب تعلیم مرتب کرانے کا کام انجام دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں اس میں دشواری پیش آرہی ہے۔ پہلے ریاستی حکومت کے ذریعہ بنائے گئے نصاب تعلیم کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی اس نصاب تعلیم کو ریاستی حکومت کے ذریعہ تیار کیا جاتا رہا ہے چونکہ اس نصاب تعلیم کو صوبہ میں تیار کیا جاتا تھا، اس لئے اس میں صوبہ میں بسنے والے ہر مذہب کے لوگوں کے مذاہب اور جذبات کی رعایت کی جاتی تھی۔ ان کے زبان کی حفاظت، ثقافت اور کلچر کی حفاظت، دین ودھرم کی رعایت، غرض نصاب تعلیم کو مرتب کرتے وقت تمام باتوں کو ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اور اسی کے اعتبار سے مضامین اور نمبرات بھی متعین کئے جاتے تھے۔ جیسے صوبہ بہار کو سامنے رکھئے۔ صوبہ بہار کی ریاستی حکومت کے ذریعہ مرتب کردہ نصاب تعلیم پر نظر ڈالئے۔ اس نصاب تعلیم میں مسلم سماج کے زبانوں کی رعایت پوری طرح کی گئی، اردو زبان کو مادری زبان شمار کرتے ہوئے اس کو لازمی مضمون کی زمرہ میں رکھا گیا، مسلم سماج کا تعلق دیگر دو زبانوں سے بھی ہے۔ یہ ان کی ثقافتی زبان ہے، ایک فارسی اور دوسرے عربی۔ عربی وفارسی میں سے اول الذکر ایک قدیم زبان ہے۔ قرآن وحدیث عربی زبان ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر، فقہ اور عقائد کی کتابیں عربی میں ہیں۔ اس

طرح عربی زبان سے ان کا رشتہ بہت مضبوط ہے۔ ثانی الذکر فارسی زبان یہ ثقافتی زبان ہے یہ ہندوستان کی سرکاری زبان رہ چکی ہے۔اس میں ایک بڑا علمی ،اور ثقافتی ورثہ موجود ہے۔ ان دونوں زبانوں کی وجہ سے اردو زبان میں پختگی آتی ہے۔اس طرح فارسی زبان سے بھی مسلم سماج کا رشتہ مضبوط ہے۔ اسلئے اختیاری لازمی کے گروپ میں عربی وفارسی میں سے کوئی ایک مضمون اوراکسٹرا میں ان دونوں میں سے کوئی ایک زبان رکھنے کی اجازت ہوتی تھی۔اوراس کے لئے باضابطہ 100 نمبرات مقرر کئے جاتے تھے، یہ مجموعی نمبرات میں شامل کئے جاتے تھے، یہی نہیں بلکہ ہراسکول میں اردو، فارسی اورعربی کے اساتذہ بحال کئے جاتے تھے۔غرض ہر اسکول میں اردو فارسی اورعربی کی باضابطہ تعلیم ہوتی تھی۔ ہائی اسکول میں ان تینوں مضامین کے طلبہ ہوتے تھے۔ اور ہر مسلم طالب علم لازمی مضمون میں اردو اور اختیاری میں فارسی یا عربی اور اکسٹرا میں عربی یا فارسی رکھتا تھا۔اوران کے دونوں نمبرات مجموعی نمبرات میں شامل ہوکر نتیجہ شائع کیا جاتا تھا۔ جب یہی طلبہ ہائی اسکول سے پاس کرکے کالج اور یونیورسٹی میں جاتے تھے۔تو وہاں بھی اردو لازمی مضمون اورفارسی یا عربی کو اختیاری مضمون کے طور پر لیا کرتے تھے۔اس طرح کالج اور یونیورسٹی میں اردو کے شعبہ کے ساتھ فارسی اورعربی کے شعبے بھی ہرے بھرے رہتے تھے۔اردو کے لکچرر/پروفیسر بھی بحال ہوتے تھے۔اور فارسی اورعربی کے بھی۔یہی سلسلہ آج تک جاری رہا۔

میں نے ۱۹۷۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ابھی میٹرک کا مارکس شیٹ میرے سامنے ہے۔ مارکس شیٹ کے مطابق مضامین اورنمبرات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

لازمی مضامین

(۱)	قومی زبان ہندی:	۱۰۰
(۲)	مادری زبان اردو:	۱۰۰
(۳)	انگلش i۔	۱۰۰
(۴)	انگلش ii۔	۱۰۰
(۵)	مطالعہ سماج:	۱۰۰
(۶)	سائنس:	۱۰۰

اختیاری مضمون

(۷)	معاشیات:	۱۰۰

(۸) فارسی: ۱۰۰

(۹) تاریخ: ۱۰۰

اضافی مضمون

(۱۰) عربی: ۱۰۰

(۱۱) مجموعی نمبرات: ۱۰۰۰

مذکورہ بالا تفصیلات کو دیکھئے، طلبہ اردو، فارسی، عربی تینوں مضامین پڑھتے تھے اور تینوں کا امتحان دیتے تھے۔ اور تینوں مضامین کے نمبرات مجموعی نمبرات میں شامل کرنے کے بعد نتیجہ شائع کیا جاتا تھا۔ اس نصاب تعلیم میں 1000 نمبرات کے مضامین نصاب میں شامل تھے۔

یہی حالت آئی اے میں بھی رہی، آئی اے میں نے ۱۹۷۸ء میں پاس کیا۔ مارکس شیٹ میرے سامنے ہے۔ اس میں مضامین اور نمبرات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

راشٹریہ بھاشا: ۱۰۰

ورناکولر: ۱۰۰

انگلش: ۱۰۰

موڈرن لنگویج: ۲۰۰

کلاسیکل لنگویج: ۲۰۰

پولیٹیکل سائنس: ۲۰۰

سوشولوجی: ۲۰۰

ٹوٹل: ۱۱۰۰

آئی اے میں 1100 نمبرات کے مضامین نصاب تعلیم میں شامل تھے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہے کہ طلبہ کو ہندی، انگریزی، اردو، فارسی اور عربی تمام زبانوں کو پڑھنے کا موقع میسر آتا تھا۔ اور ان مختلف زبانوں کی واقفیت سے ان میں آگے کی تعلیم کو جاری رکھنے میں آسانی ہوتی تھی۔ ساتھ ہی مذکورہ بالا تمام مضامین کے اساتذہ اسکول اور کالج میں بحال ہوتے تھے۔ اس طرح ملازمت کے مواقع بھی حاصل ہوتے تھے۔ مذکورہ بالا تمام شعبے آباد رہتے تھے۔

سنٹرل بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن (C.B.S.E) کا نصاب تعلیم مرکز میں لاگو

ہے۔اس نصاب تعلیم میں صرف 500 نمبرات پر مشتمل مضامین کو شامل کیا گیا۔ یہ نصاب تعلیم ممکن ہے مرکزی حکومت کی ضرورت کے مطابق ہو لیکن ریاست میں مذکورہ بالا ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا سب سے بُرا اثر زبان پر پڑا ہے۔ سی بی ایس ای کے نصاب تعلیم میں مضامین اور نمبرات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔اس میں درج تمام مضامین لازمی ہیں۔

(۱) انگریزی: ۱۰۰ نمبر

(۲) لنگویج میں کوئی دو زبان ۱۰۰ نمبر۔اس میں سے ایک زیادہ نمبرات والے مضمون کو ۱۰۰ کا مان کر ڈویژن میں شامل کیا جائے گا۔اور کم نمبر والے ایک مضمون کو مجموعی نمبرات کے بعد مارکس شیٹ کے نمبر شمار ۶ میں درج کر دیا جائے گا۔اس نمبر کا شمار نہیں ہوگا۔صرف مارکس شیٹ میں درج ہوگا۔

(۳)	حساب:	۱۰۰
(۴)	سائنس:	۱۰۰
(۵)	سوشل سائنس:	۱۰۰
	ٹوٹل:	۵۰۰

سی بی ایس ای کا مذکورہ بالا نظام تعلیم ریاستی ضرورت کے مطابق نہیں ہے۔اس لئے ریاستی حکومت نے اپنے طور پر نصاب تعلیم میں کچھ ترمیم کر کے بہار سکنڈری بورڈ میں لاگو کیا، گرچہ یہ ترمیم بھی صرف اعتراض سے بچنے کی ایک کوشش ہے۔جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

بہار بورڈ کلاس x-ix (+2)

(۱) مادری زبان: ۱۰۰۔جیسے اردو، ہندی، بنگلہ، میتھلی وغیرہ

(۲) دوسری ہندوستانی زبان: ۱۰۰۔اس میں مندرجہ ذیل تین زبان؛ میں سے کوئی ایک زبان کو رکھا جاسکتا ہے۔

سنسکرت، راشٹریہ بھاشا، متبادل انگریزی

(۱) حساب:	۱۰۰
(۲) سائنس:	۱۰۰
(۳) سوشل سائنس:	۱۰۰
کل:	۵۰۰

اختیاری مضامین: عربی، فارسی، Eco، ہوم سائنس وغیرہ، اس مضمون کا نمبر نہیں جوڑا جائے گا لیکن مارکس شیٹ میں نمبر درج رہے گا۔

کلاس: xi-xii

(۱) پہلی زبان: ۱۰۰۔اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ

(۲) دوسری زبان: ۱۰۰۔(الف) ہندی ، ۵۰ نمبر سب کے لئے (ب) اختیاری (۵۰ نمبر) اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ اس میں فارسی/عربی نہیں ہے۔

ریاستی حکومت نے سی بی ایس ای نصاب تعلیم کو ہائی اسکول میں لاگو کیا۔ اس میں درج نکات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ درجہ ۹ر اور ۱۰ر میں کوئی طالب علم جس کی مادری زبان ہندی ہے اس کو پانچ پرچے کا امتحان دینا ہے۔ اس کے نمبرات ۵۰۰ ہوں گے۔ اس کی مادری زبان ہندی ہے۔ اس نے (۱) کے مطابق ہندی ۱۰۰ کا لیا۔ اور نمبر (۲) کے مطابق ایک ہندوستانی زبان کو لینا ہے۔ اس نے سنسکرت ۱۰۰ کا لے لیا۔ بقیہ نمبر ۳/۴/ اور ۵ر کے مطابق حساب سائنس اور سوشل سائنس 100+100+100 لے لیا۔ اس طرح زبان میں اس کو ہندی اور سنسکرت یعنی مادری اور ثقافتی دونوں زبانوں کو پڑھنے کا موقع ملا۔ دونوں مضامین لازمی ہیں۔ اس لئے دونوں کے نمبرات مجموعی نمبرات میں شامل ہوں گے۔ اور انہیں ڈویزن ملے گا۔ اب ایک اس طالب علم کو دیکھئے جس کی مادری زبان اردو ہے۔ نمبر (۱) کے مطابق اس نے مادری زبان اردو ۱۰۰ نمبر کا لیا۔ نمبر ۲ کے مطابق تین زبانوں یعنی سنسکرت، راشٹریہ بھاشا اور متبادل انگریزی میں سے کوئی ایک رکھنا ہے۔ اس لئے یہاں راشٹریہ بھاشا ہندی رکھنا اس کی مجبوری ہے۔ جو ۱۰۰ نمبر کا ہے۔ اس کے بعد اس نے حساب، سائنس، سوشل سائنس 100+100+100 رکھا۔ 500 نمبرات مکمل ہو گئے۔ اب اختیاری مضمون میں عربی، فارسی ہے۔ یہ اختیاری ہے یہ اختیاری لازمی ہوتا تو اس کا نمبر شمار ہوتا اور طلبہ پڑھنے پر مجبور ہوتے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ اگر اس کو لازمی کیا جاتا تو مجموعی نمبرات 600 ہو جائیں گے جبکہ صرف 500 کے پانچ مضامین کو پڑھنا ہے۔ اسلئے طلبہ/ طالبات عربی، فارسی نہیں لیتے ہیں۔ اگر لیتے بھی ہیں تو بڑی مشکل سے، چونکہ ان کے نمبرات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس طرح مسلم طلبا و طالبات کو فارسی/عربی زبان سے دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی کچھ حال درجہ گیارہویں اور بارہویں کا ہے۔ اس میں نمبر (۱) کے مطابق کسی نے پہلی زبان ۱۰۰ نمبر کا اردو رکھ لیا۔ تو ۲ کے (الف) کے مطابق ہندی 50 نمبر کا رکھنا لازمی ہے۔ اس نے 50 نمبر کی

ہندی رکھ لیا۔اسکے بعد (ب) میں اختیاری مضمون میں عربی/ فارسی ہے ہی نہیں، کہ مسلم طلبہ اس کو رکھیں گے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ میں سے کسی ایک زبان 50 نمبر کا رکھنا اس کی مجبوری ہے۔اس طرح درجہ گیارہویں اور بارہویں میں مسلم طلبہ کو عربی/ فارسی زبان پڑھنے سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کا نتیجہ سامنے ہے کہ جب نیچے ہی درجہ میں طلبہ فارسی/عربی ثقافتی زبان کو نہیں پڑھیں گے، تو کالج اور یونیورسٹی میں کہاں سے طلبہ ملیں گے۔ چنانچہ اخبار میں بیان آچکا ہے کہ کسی مضمون میں دس طلبہ سے کم ہوں گے وہاں اس ڈیپارٹمنٹ کو بند کردیا جائے گا۔ یہ تلوار اردو/ فارسی/عربی تینوں ڈیپارٹمنٹ پر لٹک رہی ہے۔ کسی وقت بھی اس شعبوں میں سے جس میں طلبہ کم ہوں گے ان کو بند کردیا جائے گا۔اس طرح اس کی زد میں بہت ممکن ہے اردو زبان بچ جائے لیکن فارسی اور عربی ڈیپارٹمنٹ پوری طرح آئیں گے۔ ہائی اسکول میں پہلے اردو،عربی، فارسی کے اساتذہ الگ الگ اساتذہ بحال ہوتے تھے۔ پھر اس میں کمی کردی گئی۔ایک استاد اردو کے اور ایک استاد فارسی/عربی کے بحال کئے جانے لگے۔ موجودہ حالت میں عربی کے لئے استاذ کی بحالی نہیں ہوتی ہے۔ کسی کسی اسکول میں فارسی کے عہدے ہیں، چند سال میں طلبہ کی کمی کی وجہ سے یہ عہدے بھی ختم ہوجائیں گے۔ یہی کچھ حال کالج اور یونیورسٹی کا ہوگا۔طلبہ کی کمی کی وجہ سے سارے ڈیپارٹمنٹ ختم ہوجائیں گے۔ نہ ڈیپارٹمنٹ رہے گا، نہ پروفیسر ،لیکچرر بحال ہوں گے۔مذکورہ بالا تفصیل کے مطالعہ سے آپ نے محسوس کیا کہ سی بی ایس ای نظام تعلیم کے لاگو ہونے کے بعد اسکول میں فارسی،عربی زبانوں کی تعلیم ختم ہورہی ہے اس کی وجہ سے مسلم طلبہ اپنی مذہبی اور ثقافتی زبان سے دور ہوتے جارہے ہیں، ساتھ ہی ان زبانوں میں بحالی کے مواقع بھی ختم ہوتے جارہے ہیں۔

اب مدارس ملحقہ پر نظر ڈالئے صوبہ بہار میں مدارس ملحقہ کا مستقل نظام ہے۔ان مدارس ملحقہ کی بنیاد مدرسہ اسلامیہ شمس الھدیٰ ہے، جو صوبہ بہار کی راجدھانی پٹنہ میں واقع ہے۔اس مدرسہ کو بانی مدرسہ الحاج سید جسٹس نورالھدیٰ نے اپنے والد کے نام پر قائم کیا۔اور ۱۹۱۹ء میں اس مدرسہ کو سرکاری تحویل میں دیدیا۔اس کا نصاب تعلیم شروع ہی سے دینی اور عصری مضامین پر مشتمل رہا۔اور اس کا نصاب تعلیم مدرسہ اکزامنیشن بورڈ میں لاگو کیا گیا۔اس کا نصاب تعلیم مدارس کے سلسلہ میں بہت مقبول ہوا۔ چونکہ اس کو ملک کے مشاہیر علمائے کرام اور دانشوران نے مدون کیا تھا۔اسی مدرسہ کی وجہ سے ۱۹۲۲ء میں بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ قائم ہوا۔ مدارس کی تعلیم کے

فروغ اور اسناد کو ملازمت کے لئے منظوری کے پیش نظر صوبہ کے مدارس کو بہار مدرسہ بورڈ سے ملحق کرنے کی منظوری دیدی گئی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۷۸ء میں مدرسہ اکزامنیشن بورڈ کو تحلیل کر کے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کر دیا گیا اور اس کی نصاب کو جدید تر کر دیا گیا، اسلامی اور مشرقی علوم وفنون کے ساتھ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے جملہ مضامین کو اس میں شامل کر دیا گیا۔ اور اس طرح اس کے اسناد کو باضابطہ گزٹ کے ذریعہ داخلہ اور بحالی کے لئے مساوی قرار دیا گیا۔ اس طرح بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے اسناد کے مساوات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

وسطانیہ: مڈل

فوقانیہ: میٹرک

مولوی: آئی اے

عالم: بی اے

یہ مساوات داخلہ میں بھی ہے۔ اور بحالی میں بھی، اس کا نصاب تعلیم جدید تر ہے۔

انسان فطری طور پر جلد باز واقع ہوا ہے۔ اسکے سامنے کوئی تبدیلی آتی ہے تو اس سے وہ فوراً متاثر ہوتا ہے۔ ایسا ہی کچھ معاملہ نصاب تعلیم کے ساتھ بھی ہے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ تجربہ محکمہ تعلیم میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہر دو چار سال پر انداز تعلیم اور نصاب تعلیم میں تبدیلی ہوتی ہے۔ جب اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں تبدیلی ہوتی ہے تو یہ آواز اٹھنے لگتی ہے کہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے نصاب تعلیم میں بھی ترمیم کی جائے۔ اور اس کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے مطابق بنایا جائے۔ حالانکہ مشورہ دینے والوں کو اس پر دھیان دینا چاہیے کہ دونوں ادارے الگ الگ ہیں، مدارس کی تعلیم کا تقاضہ کچھ اور ہے۔ اور اسکول کی تعلیم کا تقاضہ کچھ اور۔ دونوں کے مقاصد الگ الگ ہیں۔ سی بی ایس ای کے نصاب تعلیم کے لاگو ہونے کے بعد ایسا ہی معاملہ سامنے آیا، ایک جانب سے یہ آواز آئی کہ مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم کو بھی سی بی ایس ای کے انداز پر کر دیا جائے۔ جب میں نے جائزہ لیا تو یہ محسوس ہوا کہ سی بی ایس ای کے نصاب تعلیم کو بہار مدرسہ بورڈ کے نصاب تعلیم پر منطبق کرنے میں دشواری ہے۔ چونکہ دونوں کی ضرورت الگ ہے۔ دونوں کے مقاصد الگ ہیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بہار مدرسہ بورڈ کا نصاب تعلیم مقابلۃً بہت بہتر ہے۔ اس کو حکومت نے مساوات کا درجہ بھی دیا ہے۔ اس کے ذریعہ تمام مضامین کو

اچھی طرح درس وتدریس کے مواقع بھی ہیں۔ بہار مدرسہ بورڈ کے نصاب تعلیم میں عصری مضامین سی بی ایس ای سے زیادہ ہیں، مساوات میں مجوزہ نمبرات کا موازنہ نہیں کیا جاتا ہے۔ بلکہ مضامین کو دیکھا جاتا ہے۔ ساتھ ہی اس پر نظر ہوتی ہے کہ اس کے پڑھنے والے طلبہ میں معیار پیدا ہوگا کہ نہیں، یہی وجہ ہے ریاستی حکومت نے بھی پورے طور پر مرکزی نصاب کو لاگو نہیں کیا ہے تو پھر کوئی مجبوری بھی نہیں ہے کہ بہار مدرسہ بورڈ کے نصاب کو بھی سی بی ایس ای کے مطابق کیا جائے۔

سی بی ایس ای کے نصاب تعلیم کا مطالعہ آپ اسکول کے ضمن میں کر چکے۔ اس نصاب تعلیم کو لاگو ہونے کے بعد اسکول میں عربی، فارسی کا جو حشر ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اگر مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم کو سی بی ایس ای کے مطابق کیا جائے تو عربی/فارسی کے ساتھ اسلامیات اور دینیات کو بچانا مشکل نظر آتا ہے۔ پھر مدارس ملحقہ کا کیا حشر ہوگا۔ آپ خود اندازہ کرلیں۔

یہاں اس حقیقت کی وضاحت کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے نصاب تعلیم کو جو بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ میں جاری کیا گیا، بانی مدرسہ کی کوشش سے انگریز حکومت نے اس کے اسناد کو منظوری دی تھی۔ اس منظوری کے اعتبار سے فاضل سند رکھنے والے کی ہائی اسکول میں بحالی ہوتی تھی۔ خواہ وہ کوئی فاضل ہو۔ فاضل حدیث ہو، فاضل فقہ ہو، فاضل تفسیر ہو، فاضل عربی ہو، فاضل فارسی ہو، فاضل اردو ہو، ہائی اسکول میں بحالی کے لئے صرف فاضل پاس کی ضرورت ہوتی تھی۔ یہ سلسلہ تقریباً ۱۹۷۵ء تک جاری رہا۔ پھر حکومت نے یہ شرط لگائی کہ ہائی اسکول میں اردو کے عہدہ پر اردو آنرس کے ساتھ فاضل اردو پاس کی بحالی ہوگی، فارسی کی جگہ پر فارسی آنرس کے ساتھ فاضل فارسی پاس کی بحالی ہوگی۔ اس کے لئے بہار مدرسہ بورڈ کے نصاب تعلیم میں ۱۹۷۸ء میں تبدیلی کی گئی، اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ صرف فاضل اردو میں پڑھنے والے طلبہ رہ گئے، اس کے بعد کچھ فاضل فارسی میں۔ چونکہ ہائی اسکول میں انہیں دونوں کے ذریعہ بحالی ہوتی ہے۔ حدیث، تفسیر، فقہ، عربی ادب کی ہائی اسکول یا کسی سرکاری ادارہ میں کوئی عہدہ نہیں ہے اس لیے حدیث، تفسیر، مضامین میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو ملازمت نہیں ملے گی۔ اسلئے ان مضامین میں طلبہ داخلہ نہیں لیتے ہیں اسکے نتیجہ میں فاضل حدیث، تفسیر، فقہ، عربی ادب، وغیرہ کی تعلیم مدارس ملحقہ میں نہیں ہوتی ہے۔

بہار مدرسہ بورڈ کا نصاب تعلیم بہت اچھا ہے۔ آرٹس کے مضامین میں مدارس کے لئے اس سے بہتر نصاب تعلیم نہیں مدون ہوسکتا ہے۔ اس میں مناسب انداز پر تعلیم کا انتظام ہو جائے، تو

طلبہ ہر میدان میں نمایاں کارنامے انجام دیں گے۔ جہاں تک سائنس کی بات ہے تو فوقانیہ تک سائنس نصاب میں شامل ہے اس کو مولوی میں لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے نصاب تعلیم کو تیار کرتے وقت اس کی رعایت ضروری ہے کہ مدارس کا اپنا تشخص باقی رہے۔ نصاب تعلیم کو مشتہر کیا جائے اور صوبہ کے مشاہیر علمائے کرام اور دانشوران سے مشورہ طلب کیا جائے پھر اس کو مکمل کیا جائے تا کہ نصاب تعلیم میں کوئی کمی نہ رہے۔

جہاں تک اسکول میں عربی رفارسی کی بات ہے تو اس کے لئے ریاستی حکومت سے اپیل کی ضرورت ہے کہ بہار اسکول بورڈ کے نصاب تعلیم میں فارسی/عربی کو لازمی مضامین کے گروپ میں شامل کیا جائے۔ تا کہ سنسکرت کی طرح مسلم طلبہ بھی اپنی مذہبی/ثقافتی زبان سے اپنے رشتہ کو قائم رکھ سکیں، اس کی صورت یہ ہے کہ درجہ آٹھویں اور نویں میں راشٹریہ بھاشا جو ۱۰۰ نمبر کا ہے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ 50 نمبر راشٹریہ بھاشا ہندی کے لئے اور 50 نمبر فارسی رعربی کے لئے، جیسے پہلے ہندی/اردو کمپوزیشن میں 50+50 نمبرات کے دونوں مضامین ہوتے تھے۔ اسی طرح ہندی اردو کے بجائے ہندی/فارسی یا عربی 50+50 نمبرات کے کر دیئے جائیں۔ اور اختیاری مضمون میں سے عربی/فارسی کو خارج کر دیا جائے، اسی طرح گیارہویں اور بارہویں کلاس میں نمبر شمار ۲ میں دوسری زبان کے الف میں ہندی کے لئے 50 نمبر مسلم طلبہ کو بھی پڑھنا ہے۔ (ب) اختیاری 50 میں فارسی/عربی شامل نہیں ہے اسکو شامل کر دیا جائے۔ تو ان دونوں کلاس میں بھی مسلم طلبہ فارسی/عربی 50 نمبر کا لے کر فارسی/عربی کی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ اور 500 نمبر میں اضافہ بھی کرنا پڑے گا۔ یہ کام ریاستی حکومت کے اختیار میں ہے۔ اس کو آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ عزت مآب وزیر اعلیٰ نتیش کمار بڑے مہربان اور ہر دلعزیز ہیں، انہوں نے تمام لوگوں کے حقوق کی رعایت کی ہے۔ ان کے سامنے اس کو پیش کیا جائے۔ اور فارسی/عربی زبان کو ہائی اسکول اور 2+ میں شامل کیا جا سکے۔ توقع ہے کہ حکومت بہار ہمدردانہ غور کر کے اس مسئلہ کو حل کرے گی۔

(قومی تنظیم پٹنہ، راشٹریہ سہارا پٹنہ)

معاصر دینی ادارے اور عصری تقاضے

مطالعہ۔۔۔۔تجزیہ۔۔۔۔مشورے

اسلام ایک انقلابی مذہب ہے۔اس نے ہر شعبہ زندگی میں انقلاب برپا کیا۔اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔اس کے انقلابی اثرات کا سب سے اہم میدان تعلیم ہے۔اس مذہب نے تعلیم پر خصوصی طور پر توجہ دیا اور اس کے حاصل کرنے کو فرض قرار دیا۔زمانہ جاہلیت میں جہاں تعلیم کا رواج بہت کم تھا، مذہب اسلام کے پھیلتے ہی تعلیم کے میدان میں ہر طرح کی ترقی ہوئی۔مسلمانوں میں تعلیم حاصل کرنے کا ذوق وشوق پیدا ہوا اور خود نبی ﷺ نے طلب علم کی ترغیب دلائی اور صفہ پر تعلیم کا انتظام کر کے آپ نے اس کو اور مضبوط کر دیا۔یہ سلسلہ آگے کی طرف بڑھتا رہا۔یہاں تک کہ جب مسلمان دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل گئے تو وقتی حالات اور تقاضوں نے انہیں تعلیم کے موضوع کو وسعت دینے پر مجبور کیا۔چنانچہ انہوں نے ان تمام علوم وفنون کی طرف توجہ کی جن کی انہیں ضرورت محسوس ہوئی۔اب ان کے حلقہ درس اور مدارس میں صرف قرآن وحدیث کی تعلیم کا رواج نہیں رہا بلکہ ان میں فلسفہ، تاریخ، ریاضی، طب، علم نجوم وفلکیات اور دیگر علوم وفنون کی بھی تعلیم دی جانے لگی۔چنانچہ ان اداروں سے جہاں قرآن، حدیث تفسیر وغیرہ علوم وفنون میں ماہر علماء، محدث، مفسر اور فقیہ پیدا ہوئے وہیں بڑے بڑے فلسفی، مورخ، طبیب، ماہر فلکیات اور سائنسداں بھی پیدا ہوئے۔یہ سلسلہ گیارہویں صدی تک جاری رہا۔یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام کے حلقہ درس اور مدارس کے فارغین میں ہر طرح کے حضرات نظر آتے ہیں۔مفسر، محدث، فقیہ، خطیب، مفتی، مورخ، فلسفی اور سائنسداں۔غرض ہر طرح کے افراد اسی حلقہ درس اور مدارس سے پیدا ہوئے۔ان میں عبدالمالک اصمعی، ابراہیم الفرازی، محمد الفرازی، جابر ابن حیان، الکندی، الرازی، الفرغانی، الفارابی، المسعودی، الطبری، ابوالقاسم الزہراوی، یونس ابن اسحاق، الکرخی، البغدادی، ابن خطیب، حسن الرماح، ابن رشد ابن بیطار وغیرہ قابل ذکر ہیں۔یہ سبھی حضرات قرآن وحدیث کے عالم بھی تھے اور علوم عصریہ کے ماہر بھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ گیارہویں صدی ہجری کے بعد علم کو دو خانوں میں تقسیم کر دیا گیا، دینی علوم اور عصری علوم ۔اس کے بعد مدارس اور دینی اداروں کو صرف دینی علوم و فنون کیلئے خاص کر دیا گیا۔ جب کہ عصری علوم وفنون کی بھی ہمیں ہمیشہ ضرورت رہی اور آج بھی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ہمارے مدارس اور دینی ادارے سے صرف علوم دینیہ کے ماہرین پیدا ہونے لگے اور ہم سے وہ علمی ترقی کا دور ختم ہو گیا جس کا ہم نے مظاہرہ فلسفہ، تاریخ، طب، سائنس اور دیگر علوم وفنون میں کیا تھا۔اس کا سب سے خراب اثر یہ ہوا کہ علما تو بہت پیدا ہوئے لیکن عالم سائنسداں، عالم ریاضی داں، عالم ماہر فلکیات اور عالم منجم نہیں پیدا ہوئے۔

ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے بعد انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی۔۱۸۵۷ء کی تحریک میں ناکامی کے بعد علمائے کرام نے محسوس کیا کہ انگریزوں کا مقابلہ قیام مدارس اور مکاتب ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ چنانچہ حضرات علمائے کرام نے قیام مدارس ومکاتب کی تجویز پیش کی اور اس کے مطابق ہزاروں مدارس قائم ہوئے۔اور اس کے ذریعہ جید علماء اور دینی علوم وفنون کے ماہرین پیدا ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کیلئے دینی میدان میں پختہ اور مضبوط کیا اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔یہ علمائے کرام کی دور اندیشی تھی ۔یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں دینی تعلیم کا رواج ، دینی ذہن وفکر اور دینی شعار کی پابندی دیگر ممالک کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔چنانچہ دار العوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، دار العلوم ندوۃ العلماء اور اس طرح کے اداروں نے ہمارے ملک میں جس قدر دینی بنیاد کو مضبوط کیا ہے تاریخ اس کے اوپر شاہد ہے اور پوری دنیا کے مسلمان ان اداروں کی خدمات اور قابل ذکر کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور ان اداروں کے مرہون منت ہیں۔دار العلوم دیوبند اور ان جیسے اداروں کی ضرورت ہمیں پہلے بھی رہی ہے اور آج کے اس دور میں تو اس کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ان اداروں کو اسی انداز پر کام کرنے کی ضرورت آج بھی ہے۔ان مستند اور معیاری اداروں کے علاوہ آج بھی ہمارے درمیان بہت سے مدارس موجود ہیں۔ اس مضمون میں انہیں اداروں کے سلسلے میں چند باتیں تحریر ہیں۔

وقت تیزی سے بدل رہا ہے۔علم وادب کے میدان میں تیز رفتاری سے ترقی ہو رہی ہے۔سائنس اور ٹکنالوجی کا زمانہ ہے اور اس کا تہذیب وتمدن پر تیزی سے اثر ہو رہا ہے۔اسلئے ضروری ہے کہ مدارس کے طلباء بھی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں اور حالات سے پوری طرح باخبر ہوں تاکہ ان میں مدافعت کی طاقت وقوت پیدا ہو سکے۔اس لئے اس کی سخت

ضرورت ہے کہ معاصر دینی تعلیم اور دیگر تعلیمی اداروں کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔لیکن اس کا خیال ضرور رکھا جائے کہ مدارس کی اصلی ہیت کو نقصان پہنچائے بغیر موجودہ نصاب تعلیم میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ وہ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو جائے۔اس نظریہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم صوبہ بہار کے معاصر دینی اداروں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں تین طرح کے دینی تعلیمی ادارے نظر آتے ہیں۔

(۱) مدارس نظامیہ

(۲) مدارس ملحقہ بہار مدرسہ بورڈ

(۳) مدارس ملحقہ وفاق المدارس الاسلامیہ

نمبر (۱) میں درج مدارس نظامیہ ہیں۔ان میں دینی تعلیم دی جاتی ہے۔یہ مدارس آزاد ہیں۔حکومت سے کوئی تعاون نہیں لیتے ہیں۔ان کا نصاب تعلیم چودہ سال پر مشتمل ہے، جن میں آٹھ سال دینی مضامین کے لئے ہے۔عصری مضامین کا کچھ حصہ ابتدائی تعلیم میں شامل ہے لیکن آگے چل کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور خالص دینی مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ان کا کوئی بورڈ نہیں ہے۔ان مدارس میں مرحلہ وار امتحانات کا رواج تو ہے، لیکن سند نہیں دی جاتی ہے۔ایک ہی دفعہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد فضیلت کی سند دی جاتی ہے۔ان مدارس سے جید علماء، مفتی، قاضی جیسے حضرات پیدا ہوتے ہیں۔بنیادی طور پر اس کی رہنمائی دار العلوم دیو بند کے نصاب تعلیم سے ہوتی ہے۔یہ مدارس مسلم سماج کے اہم دینی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ان مدارس نظامیہ کے نصاب تعلیم کو عصری تعلیم سے الگ رکھا گیا ہے اور ان میں دینی مضامین کی ٹھوس تعلیم دی جاتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اداروں کو اسی انداز پر رہنے دیا جائے تا کہ ان اداروں سے حاملین دین پیدا ہوں جو دینی تعلیمی تقاضوں کو پورا کر سکیں۔البتہ جہاں تک ان مدارس نظامیہ میں عصری مضامین کی تعلیم کا سوال ہے تو فضیلت کے بعد ان میں بھی عصری مضامین کا کورس جاری کیا جائے اور فضیلت کے بعد طلباء کو بین مذاہب تقابلی مطالعہ، انگریزی، کمپیوٹر وغیرہ کی ضروری بنیادی تعلیم دی جائے تا کہ وہ تعلیمی میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ساتھ ہی اس کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ معاصر عصری اداروں کے مطابق کے نصاب تعلیم کو بھی 17 سال پر مشتمل کیا جائے اور ان کو بھی مرحلہ وار تقسیم کر دیا جائے اور ہر امتحان میں کامیابی کے بعد سند دی جائے تا کہ درمیان میں چھوڑنے والے طلبہ بھی اس سند سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

نمبر۔۲ میں درج مدارس ملحقہ بہار مدرسہ بورڈ ہیں، جب ہم بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے نصاب تعلیم کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ اس نصاب تعلیم کو مرتب کرتے وقت اس کا خیال رکھا گیا کہ مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیمی سلسلہ ختم کردیتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جو کچھ آگے بڑھتے ہیں اور پھر وہ تعلیمی سلسلہ منقطع کردیتے ہیں اور کچھ ایسے طلباء بھی ہوتے ہیں جو اپنی تعلیم مکمل کرتے ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جو جس مرحلہ تک تعلیم حاصل کرے اس کا فائدہ اسے حاصل ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے اس کے نصاب تعلیم کو مراحل میں تقسیم کیا گیا تحتانیہ، وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی، عالم اور فاضل۔ ساتھ ہی اس کا بھی انتظام کیا گیا کہ ہر مرحلہ کیلئے باضابطہ امتحان ہو اور کامیاب ہونے والے طلباء کو سند بھی دی جائے۔ اس کے ساتھ اس نصاب تعلیم میں اس پر بھی توجہ دی گئی کہ اس کا نصاب تعلیم معاصر تعلیمی اداروں کے برابر ہوں تاکہ طلباء کو زیادہ سے زیادہ مضامین کو پڑھنے کا موقع ملے اور اسے مساوات کا درجہ بھی حکومت سے حاصل ہو تاکہ داخلہ اور تقرری میں سہولت ہو۔ اس میں اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ فوقانیہ (میٹرک) تک جملہ علوم وفنون کو نصاب تعلیم میں شامل کیا جائے اور پھر فوقانیہ پاس طلباء کو یہ موقع فراہم کرایا جائے کہ وہ اپنے لئے مقصد متعین کرے کہ وہ مدرسہ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے یا اسکول اور کالج کی۔ اور پھر وہ اسی کے مطابق آگے کی تعلیم جاری رکھ سکے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے سند یافتگان میں بہت سے وہ ہیں جو فوقانیہ اور مولوی تک تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ملازمت میں چلے جاتے ہیں، بہت سے وہ ہیں جو عالم اور فاضل تک کی تعلیم حاصل کرکے سند حاصل کرتے ہیں۔

نصاب تعلیم 2+3+2+10 یعنی سترہ سال پر مشتمل ہے جو معاصر عصری تعلیمی اداروں کے مساوی ہے۔ اس کی وجہ سے مختلف علوم وفنون کو بھی نصاب تعلیم میں شامل کرنے کی پوری گنجائش موجود رہی ہے اور ہے۔ اس کے نصاب تعلیم میں عصری مضامین شامل ہیں۔ بدقسمتی کی بات یہ رہی کہ اس کے مطابق درس وتدریس کا انتظام بورڈ کے مدارس میں نہیں ہوسکا اور ان اداروں سے ملت کو جتنے فائدہ کی توقع تھی وہ حاصل نہیں ہوا۔ اس کے لئے ملت کے ہر ایک فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدارس ملحقہ میں مضبوط اور معیاری تعلیم کے لئے کوشش کرے۔ جہاں تک نصاب تعلیم کی بات ہے اس میں تنوع ہے اور نصاب تعلیم پرکشش بھی ہے۔

نمبر (۳) میں درج وفاق المدارس الاسلامیہ سے ملحق مدارس ہیں، اس سے تقریباً ۲۵۰ مدارس اسلامیہ ملحق ہیں۔ اس کا نصاب تعلیم چودہ سال پر مشتمل ہے۔ پرائمری پانچ سال، اعدادیہ ایک سال، ثانوی چار سال اور علیا چار سال۔ یعنی مدت تعلیم کل چودہ سال ہے۔ اس کے نصاب تعلیم میں علوم عصریہ کو شامل کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا نصاب تعلیم بھی عصری تقاضوں سے کسی حد تک ہم آہنگ ہے۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وفاق کی مدت تعلیم کو بڑھا کر سترہ سال کیا جائے اور اس کے نصاب تعلیم کو عصری تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مرحلہ وار تقسیم کیا جائے اور ہر ایک کا باضابطہ نام رکھا جائے جیسے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کے نصاب تعلیم میں تحتانیہ، وسطانیہ، فوقانیہ وغیرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور ہر ایک کیلئے سند اور ڈگری دی جائے تاکہ ان ادارہ سے تعلیم حاصل کرنے والے طلباء بھی امتحانات کو پاس کر کے دیگر عصری اداروں کے امتحانات میں حسب ضرورت شرکت کر کے آگے کی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے اس کے نصاب تعلیم میں مزید تنوع پیدا کی جائے اور سائنسی علوم وفنون کی پختہ تعلیم دیکر طلباء کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

جب ہم اس وفاق کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ یہ بھی ایکزامینیشن بورڈ ہے۔ گرچہ اس کے نام سے کہیں بھی اس کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ چونکہ یہ غیر سرکاری ایکزامنیشن بورڈ ہے۔ اسلئے اس کے نام کے ساتھ مروجہ نام کو شامل کر کے اس کو آسان اور عام فہم بنانے کی ضرورت ہے۔ اس طرح اس کے نام کو بہار دینی مدرسہ ایکزامنیشن بورڈ جیسے نام رکھ کر اس کی اسناد کو داخلہ اور سرکاری ملازمت کیلئے منظور کرایا جاسکتا ہے اور یہ اسی طرح کا بورڈ ہوگا جس طرح سے بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ ہے۔ اس کو منظوری بہار سرکار بھی دے سکتی ہے یا اس کو نیشنل اوپین اسکول سسٹم سے بھی منظور کرایا جاسکتا ہے۔ اس طرح اس کی افادیت عام ہوجائیگی۔ یہ ادارے وفاق ہی کے تحت سرکار سے امداد حاصل کئے بغیر اپنی خدمات انجام دیتے رہینگے۔ چونکہ وفاق المدارس الاسلامیہ کا نظام تعلیم پر اس کے ذمہ داروں کا پورا اثر ہے اس لئے ان اداروں میں معیاری اور پختہ تعلیم ہے اور اس کو مزید مستحکم بنایا جاسکتا ہے۔ اس طرح یہ وفاق بہار اسٹیٹ مدرسہ بورڈ کا ایک مضبوط متبادل ہوگا جس کے فارغین دینی اور عصری دونوں مضامین میں پختہ اور مضبوط ہوں گے۔ امارت شرعیہ نے پورے ملک کی بہت سے معاملے میں رہنمائی کی ہے۔ اس نے بہت

سے عصری تعلیمی ادارے بھی قائم کئے ہیں جن میں پختہ اور مضبوط تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔اسی طرح عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کچھ سائنس مدارس کا قیام بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس کیلئے خاکہ بنا کر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔یہ کام مشکل تو ضرور ہے لیکن امارت شرعیہ نے اس طرح کے بہت سے مشکل کام کو انجام دے کر مثال قائم کیا ہے۔اسی طرح سائنس مدرسہ کا قیام بھی امارت شرعیہ کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہوگا جس سے عالم سائنسداں، ماہر فلکیات ونجوم اور مختلف علوم وفنون میں ماہر علماء پیدا ہوسکیں گے اور یہ کام دیگر صوبوں کیلئے بھی مشعل راہ ہوگا۔

(قومی تنظیم پٹنہ، راشٹریہ سہارا پٹنہ)

مدارس کے فارغین اور مقابلہ جاتی امتحانات

ہندوستان میں مدرسہ ایجوکیشن سسٹم بہت مقبول ہے۔ مسلم سماج کا ایک بڑا طبقہ مدارس سے منسلک ہے۔ ان کے بچے/بچیاں مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور مدارس میں تعلیم دلانا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان میں مدارس کا جال بچھا ہوا ہے۔ ان میں تعلیم حاصل کرنے والے اور فارغین کی تعداد بھی بہت ہے۔ جب ہم ملک ہندوستان کا جائزہ لیتے ہیں تو دو طرح کے مدارس سامنے آتے ہیں۔

(۱) مدارس نظامیہ (۲) مدارس ملحقہ

(۱) مدارس نظامیہ ایسے مدارس ہیں جن میں درس نظامی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ حکومت سے امداد نہیں لیتے ہیں۔ یہ آزاد مدارس ہیں۔ ان کا نصاب تعلیم درس نظامی کے مطابق ہے۔ اس میں صرف دینی تعلیم کا انتظام ہے۔ ان میں سے کچھ مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ اکثر مدارس میں عصری مضامین کی تعلیم کے لئے انتظام نہیں ہے۔ ان مدارس کا نصاب تعلیم حکومت سے منظور نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی سرٹیفکیٹ/ڈگری کو حکومت سے ملازمت اور عصری تعلیم اداروں میں داخلہ کیلئے منظوری حاصل نہیں ہے۔ ویسے ان مدارس کے طلبہ اچھی صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ان مدارس کے اسناد کو حکومت کے ذریعہ منظور نہ ہونے کی وجہ سے ان مدارس سے طلبہ و فارغین کسی مقابلہ جاتی امتحان میں شریک ہونے کے اہل نہیں ہیں۔

(۲) مدارس ملحقہ وہ مدارس ہیں جو کسی سرکاری بورڈ سے منظور و ملحق ہیں۔ ان میں حکومت کے ذریعہ منظور نصاب تعلیم کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ ان میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری مضامین کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ جیسے بہار مدرسہ بورڈ، اڑیسہ مدرسہ بورڈ، بنگال مدرسہ بورڈ، الہ آباد بورڈ، بھوپال بورڈ وغیرہ۔ ان کی سند کو حکومت کے ذریعہ منظوری حاصل ہے۔ اس کی وجہ سے ان مدارس کے فارغین طلبہ/طالبات مقابلہ جاتی امتحانات میں شرکت کر سکتے ہیں۔ لیکن نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ ان میں تعلیم کا معیار بہت ہی کمزور ہے۔ جس کی وجہ سے بورڈ کے

مدارس کے فارغین اپنی سند پر مقابلہ جاتی امتحانات میں حصہ نہیں لے پاتے ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں مدارس کے فارغین ہمارے سامنے ہیں۔نظامیہ مدارس کے فارغین صاحب صلاحیت ہوتے ہیں۔اگر ان کی تربیت کی جائے اور کوچنگ وغیرہ کے ذریعہ عصری مضامین کی تعلیم کو مضبوط کردیا جائے تو مقابلہ جاتی امتحانات کو نکال لیں گے۔لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان کی سند و ڈگری ہی اس قابل نہیں کہ یہ کسی مقابلہ جاتی امتحان میں حصہ لے سکیں۔جب کہ بورڈ سے ملحق مدارس کی سند اس قابل ہے کہ وہ مقابلہ جاتی امتحانات میں حصہ لے سکیں لیکن یہ اس مقام پر پیچھے رہ جاتے ہیں کہ ان کے اندر پختہ صلاحیت نہیں ہوتی ہے کہ یہ مقابلہ جاتی امتحان کو نکال سکیں۔اس سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ نظامیہ مدارس کے فارغین کی سند پر اور بورڈ سے ملحق مدارس کے فارغین کی صلاحیت پر بحث وگفتگو کی ضرورت ہے۔

مدارس نظامیہ کی سند کو مساوات کا درجہ حاصل نہیں ہے۔اس لئے ان مدارس کے فارغین مقابلہ جاتی امتحانات میں حصہ لینے کے اہل نہیں ہیں۔لیکن یہاں اس حقیقت کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ مدارس نظامیہ کے اکثر فارغین کسی بورڈ سے امتحانات میں شریک ہوکر سرٹیفکیٹ وسند حاصل کر چکے ہیں۔یا پھر وہ کسی یونیورسیٹی میں تعلیم حاصل کر کے ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔اس طرح مدارس نظامیہ کے اکثر فارغین مقابلہ جاتی امتحانات میں حصہ لینے کے اہل ہیں۔چونکہ بورڈ کی سند کو مساوات کا درجہ حاصل ہے۔بقیہ ایسے فارغین جنہوں نے بورڈ سے امتحانات پاس نہیں کئے ہیں،وہ بھی کسی بورڈ یا نیشنل اوپین اسکول ایجوکیشن سسٹم سے امتحانات دے کر سند حاصل کر سکتے ہیں۔اس کے لئے چند سال مزید درکار ہوں گے۔اسناد کی Equivalency (مساوات) اور معادلہ پر اہل مدارس کو غور رخوض کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

مدارس ملحقہ کے فارغین کی سرٹیفکیٹ کو مساوات کا درجہ حاصل ہے۔اس لئے وہ کسی بھی مقابلہ جاتی امتحانات میں حصہ لے سکتے ہیں۔البتہ اس کے لئے انہیں تعلیم میں پختگی کی ضرورت ہے،تو دقت مدارس نظامیہ کے فارغین کے لئے بھی ہے اور مدارس ملحقہ کے فارغین کے لئے بھی۔

مقابلہ جاتی امتحانات سخت ہوتے ہیں۔ان کے مضامین مدارس کے مضامین سے الگ اور بہت وسیع ہوتے ہیں۔مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیاب ہونے کیلئے کالج ویونیورسیٹی کے

فارغین کو بھی ۱۸ گھنٹہ پڑھنا پڑتا ہے۔تب وہ اس طرح کے امتحانات میں کامیاب ہو پاتے ہیں۔چونکہ اس طرح کے امتحانات میں لاکھوں طلبہ شریک ہوتے ہیں اوران میں کامیاب ہونا پڑتا ہے۔اس لئے مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے لئے طلبہ کو سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔اس سے یہ سمجھ لینا غلط ہے کہ مدارس کے فارغین اس امتحان کو نہیں نکال سکیں گے۔مجھے تو مدارس کے فارغین کی محنت کا پورا اندازہ ہے،اس لئے توقع ہے کہ مدارس کے فارغین مقابلہ جاتی امتحانات میں حصہ لیں گے تو زیادہ اچھا کردکھائیں گے۔

مقابلہ جاتی امتحانات میں B.P.S.C (بہار پبلک سروس کمیشن) کا نصاب تعلیم میرے سامنے ہے۔ اس امتحان میں کامیابی کے بعد صوبہ بہار میں Excise District Education office, Inspector,S.D.O,D.S.P, Registrar،Officer وغیرہ درجہ کے آفیسر بنتے ہیں۔B.P.S.C کے امتحانات دو مرحلہ میں ہوتے ہیں۔ایک P.T (پرائمری ٹسٹ) اور دوسرا Mains (فائنل امتحان) کہلاتا ہے۔

P.T (پرائمری ٹسٹ) میں صرف ایک پرچہ ہوتا ہے۔اس میں دوطرح کے مضامین ہوتے ہیں۔ایک G.K (جنرل نالج) جبکہ دوسرا G.S (جنرل اسٹڈیز) ہے۔دونوں ملا کر 150 سوالات ہوتے ہیں۔یہ سوالات Objective (معروضی) ہوتے ہیں اور 150 نمبرات کے ہوتے ہیں،یہ امتحان دوگھنٹہ کا ہوتا ہے۔یہ امتحان سب کے لئے لازمی ہے۔جو اس امتحان میں پاس ہوگا وہی Mains (فائنل) امتحان میں شریک ہونے کا اہل ہوگا۔P.T میں تاریخ،جغرافیہ،جنرل نالج،حساب،سائنس وغیرہ مضامین کے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔

Mains (فائنل امتحان) میں کل 6 پرچے ہوتے ہیں۔ جو 1200 نمبرات پر مشتمل ہوتے ہیں

(الف) لازمی پرچہ (Compulsory Paper)---دو پرچے (2 papers---G.S (جنرل اسٹڈیز) سے

(۱) G.S (جنرل اسٹڈیز) 1 --- 200 نمبرات

(۲) G.S (جنرل اسٹڈیز) 2 200 نمبرات

ان میں تمام سبجیکٹ مثلاً تاریخ،جغرافیہ،حساب،سائنس،سوشل سائنس وغیرہ سے

مشترکہ طور پہ سوالات پوچھے جاتے ہیں۔

(ب) اختیاری پرچہ---(Optional Paper)---دو پرچے---لنگویج ولٹریچر سے

(۱) اختیاری 1 ---200 نمبرات

(۲) اختیاری 2 ---200 نمبرات

مدارس کے فارغین اردو، فارسی، عربی میں سے کوئی ایک زبان لے سکتے ہیں۔

(ج) اختیاری مضمون --- (Optional Paper) -----دو پرچے---تاریخ، جغرافیہ، معاشیات، اقتصادیات وغیرہ میں سے کسی ایک سے۔

(۱) اختیاری 1---200 نمبرات

(۲) اختیاری 2---200 نمبرات

س طرح کل 6 پرچے ہوئے۔اور ہر ایک 200 نمبرات کے، اس طرح مجموعی نمبرات 1200 ہوئے۔یہ ایک نمونہ ہے۔اسی سے ملتا جلتا امتحان ہر صوبہ میں ہوتا ہے۔

مقابلہ جاتی امتحان (Union Public Service Commission) U.P.S.C کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

یہ مقابلہ جاتی امتحان دو مرحلہ میں لیا جاتا ہے۔پہلا P.T (پرائمری ٹسٹ) اور دوسرا Mains (فائنل امتحان)۔

P.T میں دو پرچے ہوتے ہیں۔ایک پرچہ جنرل اسٹڈیز دو گھنٹہ اور 200 نمبر کا، اس میں معروضی (Objective) سوالات اور Negative Marking ہوتا ہے۔جنرل اسٹڈیز میں مشترکہ سوالات معاشیات، سماجیات، تاریخ، جغرافیہ، سائنس، حساب وغیرہ سے پوچھے جاتے ہیں۔اس میں ہر سبجیکٹ کے سوالات ہوتے ہیں۔

دوسرا پرچہ COmmon Attitude کا ہے۔یہ بھی دو گھنٹہ اور 200 نمبر کا ہوتا ہے۔اس میں Comprehensive Passage سے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔یعنی کئی صفحات پر مشتمل ایک عبارت دے دی جاتی ہے اور اسی عبارت کی بنیاد پر نیچے سوالات دئے جاتے ہیں جس کو پڑھ کر نیچے کے سوالات کے جوابات دیئے ہوتے ہیں۔

P . T (پرائمری ٹسٹ) میں کامیاب ہونے کے بعد ہی کوئی امید وار

Mains (فائنل امتحان) میں شرکت کرسکتا ہے۔

Mains (فائنل امتحان):۔

اس میں مندرجہ ذیل سوالات پوچھے جاتے ہیں۔

(A) پرچہ 1۔۔۔دستور ہند کی ۸ ویں شیڈول میں سے کسی ایک ہندوستانی زبان سے متعلق سوالات 300 نمبرات

(B) پرچہ 2۔۔۔ انگریزی۔۔۔300 نمبرات

(C) پرچہ 3۔۔۔ مضمون نگاری۔۔۔200 نمبرات

(D) پرچہ 4 & 5۔۔۔مطالعہ سماج ۔۔۔اس میں دو پرچے ہر ایک 300+300 نمبرات کے ہوتے ہیں۔

(E) اختیاری (Optional) 1&2

Optional 1:۔ پرچہ 6&7۔۔۔ہر ایک کے دو دو حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک 300+300 نمبرات کے ہوتے ہیں۔

Optional 2:۔ پرچہ 8&9۔۔۔ہر ایک کے دو دو حصے اور ہر ایک 300+300 نمبرات کے ہوتے ہیں۔یعنی Optional Paper کل 1200 نمبرات کے ہوتے ہیں۔

یہ Histoy,Geography,Political Science وغیرہ کے سوالات پر مشتمل ہوتے ہیں۔

Mains امتحان میں پاس کرنے کے بعد Viva ہوتا ہے جس کے 300 نمبرات ہوتے ہیں

مذکورہ بالا دونوں مقابلہ جاتی امتحانات میں اردو زبان میں بھی پرچہ لکھنے کی اجازت ہے۔

مقابلہ جاتی امتحانات پاس کرنے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ساتھ ہی امتحان کو پاس کرنے کیلئے تجربہ کار استاد سے مدد لینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔مقابلہ جاتی امتحانات کو پاس کرنے کیلئے ہر بڑے شہر میں کوچنگ انسٹی ٹیوٹ کھلے ہوئے ہیں جس میں داخلہ لیکر طلبہ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں امتحان کی تیاری کرتے ہیں۔مقابلہ جاتی امتحان بی۔پی۔ایس۔سی،یو۔پی۔ایس۔سی میں P.T کا پاس کرنا ضروری ہے۔اس کے بعد ہی

امیدوار Mains امتحان میں شریک ہوسکتا ہے۔پھر Mains امتحان پاس کرنے کے بعد viva ہوتا ہے۔اس طرح دوتحریری امتحان اور viva پاس کرنے کے بعد ہی امیدوار منتخب قرار دیا جاتا ہے۔

مدارس کے فارغین کو مقابلہ جاتی امتحانات کے لائق بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔لیکن یہ کام صرف کہنے سے پورا نہیں ہوگا، بلکہ اس اہم کام کے لئے ملی تنظیموں کو آگے آنا ہوگا۔ چونکہ مقابلہ جاتی امتحانات کے لئے تیاری ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔اس کیلئے باضابطہ کوچنگ اور امیدوار کی تربیت کی ضرورت ہے۔مدارس کے فارغین عام طور پر غریب فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے جب تک انہیں سہولت فراہم نہیں کرائی جائے گی،وہ مقابلہ جاتی امتحانات میں کامیاب ہونے کے لائق نہیں بن سکیں گے۔اس لئے سہولت کے مسئلے پر بھی بحث ضروری ہے۔

امیدواروں کی تربیت کے سلسلے میں تین اداروں کا تجربہ میرے سامنے ہے۔امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کی جانب سے افتاء اور قضا میں طلبہ کی تربیت کی جاتی ہے۔مرکز المعارف کی جانب سے فارغین مدارس کی تربیت کا انتظام ہے۔اس ادارہ میں انگریزی بول چال کے ساتھ دیگر زبانوں میں بھی تقریر وتحریر کے لئے طلبہ کی تربیت کی جاتی ہے۔اسی طرح رحمانی 30 نمونہ کے طور پر موجود ہے۔اس ادارہ میں IIT کے لئے طلبہ کو تیار کیا جاتا ہے۔ساتھ ہی ریلوے کیلئے بھی کوچنگ کرائی جاتی ہے۔ان اداروں میں داخلہ ٹسٹ لیکر طلبہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔طلبہ کا انتخاب اوران کے قیام وطعام کا انتظام کیا جاتا ہے۔ان کی تعلیم کے لئے ماہر اساتذہ کی خدمت حاصل کی جاتی ہے۔اس طرح طلبہ کی تعلیم وتربیت اوران کی نگرانی پوری طرح کی جاتی ہے۔اس کا نتیجہ سامنے ہے۔یہ تینوں ادارے کامیابی کے ساتھ خدمت انجام دے رہے۔مدارس کے فارغین کومقابلہ جاتی امتحانات میں کامیاب بنانے کے لئے اسی انداز پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔کوئی تنظیم اس کے لئے تیار ہوں تو تجربہ کے طور پر ملک کے ایک دوصوبہ میں مقابلہ جاتی امتحان کی تیاری کے لئے کوچنگ کا انتظام کرے اور مدارس کے فارغین کومقابلہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے لئے کوشش کی جائے۔مجھے پوری امید ہے کہ مدارس کے فارغین دیگر شعبہ میں بھی اپنی کامیابی کا جوہر دکھا کر ملک وملت کی صحیح اور پرخلوص خدمت کریں گے اور مدارس کے نام ووقار کو بلند کریں گے۔

(قومی تنظیم پٹنہ،راشٹریہ سہارا پٹنہ)

میٹرک کے نصاب تعلیم اور امتحان میں
فارسی وعربی کولازمی مضامین کے گروپ میں شامل کرنے کیلئے
حکومت سے اپیل کی ضرورت

فارسی اور عربی دونوں قدیم زبانیں ہیں۔ان دونوں کا تعلق تہذیب وثقافت سے ہمیشہ رہا ہے۔اردو زبان کی پختہ تعلیم کیلئے ان دونوں زبانوں کے مطالعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ہمارے ملک ہندوستان میں ان دونوں زبانوں کی تعلیم پر ہمیشہ خصوصی توجہ دی گئی۔مدارس کے ساتھ اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں ان دونوں زبانوں کی تعلیم کا ہمیشہ انتظام کیا گیا اوران کے لئے الگ الگ اساتذہ کی بحالی بھی ہوتی رہی۔ان کو سنسکرت زبان کے مقابلے میں رکھا گیا اور سنسکرت کے جیسا ان دونوں زبانوں کے ساتھ برتاو کیا گیا۔یہ سلسلہ ۲۰۰۶ تک جاری رہا۔

مرکزی حکومت نے اسکول میں سی۔بی۔ایس۔ای نصاب تعلیم کو اسکول میں نافذ کیا جس میں صرف ۵۰۰ نمبرات کے مضامین کو پڑھنے کی گنجائش رکھی گئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) انگریزی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰ نمبر

(۲) زبان میں سے کوئی دو زبان۔۔۔۔۔۔۱۰۰ نمبر

اس میں سے ایک زیادہ نمبر والی زبان کو ۱۰۰ کا مان کر ڈیویزن میں شامل کیا جائے گا۔ اور کم نمبر والے ایک مضمون کو مجموعی نمبرات کے بعد مارک شیٹ کے نمبر شمار ۶ میں درج کردیا جائے گا۔اس نمبر کا شمار نہیں ہوگا صرف مارک شیٹ میں درج ہوگا۔

(۳) حساب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰ نمبر

(۴) سائنس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰ نمبر

(۵) سوشل سائنس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰ نمبر

ٹوٹل۔۔۔۔۔۔۔۔۱۰۰ نمبر

۲۰۰۷ میں بہار حکومت نے سی۔بی۔ایس۔ای نظام تعلیم کو بہار کے اسکول میں

نافذ کرنے کا پروگرام بنایا۔ سی۔بی۔ایس۔ای کا نصاب تعلیم بہار کے مزاج کے مطابق پورے طور پر نہیں تھا اس لئے اس میں تبدیلی کی گئی اور سی۔بی۔ایس۔ای کے انداز پر نظام تعلیم کو بہار کے اسکول میں نافذ کرایا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کلاس۔۔۔۔ ۹تا۱۰

(۱) مادری زبان۔۔۔۔۔ ۱۰۰نمبر۔جیسے اردو، ہندی، بنگلہ، میتھلی وغیرہ

(۲) دوسری ہندوستانی زبان۔۔۔۱۰۰نمبر۔اس میں مندرجہ ذیل تین زبانوں میں سے کوئی ایک زبان کو رکھا جاسکتا ہے۔

سنسکرت، راشٹریہ بھاشا، متبادل انگریزی

(۳) حساب۔۔۔۔ ۱۰۰نمبر

(۴) سائنس۔۔۔ ۱۰۰نمبر

(۵) سوشل سائنس۔۔ ۱۰۰نمبر

کل۔۔۔۵۰۰نمبر

اختیاری مضمون: عربی، فارسی، ہوم سائنس وغیرہ، اس کا نمبر جوڑا نہیں جائیگا لیکن مارک شیٹ میں نمبر درج رہے گا۔

کلاس ۱۱-۱۲

(۱) پہلی زبان۔۔۔۔۔۔۱۰۰نمبر۔اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ

(۲) دوسری زبان۔۔۔۔۱۰۰ نمبر (الف) ہندی ،۵۰ نمبر سب کیلئے (ب) اختیاری مضمون (۵۰ نمبر) اردو، ہندی انگریزی وغیرہ اس میں فارسی اور عربی شامل نہیں ہے۔

(۳) حساب۔۔۔۔ ۱۰۰نمبر

(۴) سائنس ۔۔۔ ۱۰۰نمبر

(۵) سوشل سائنس۔۔۔ ۱۰۰نمبر

کل نمبرات۔۔۔ ۵۰۰نمبر

ریاستی حکومت نے سی۔بی۔ایس۔ای نظام تعلیم کو ہائی اسکول میں لاگو کیا۔اس میں درج نکات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔درجہ ۹ اور ۱۰ میں کوئی طالب علم جس کی مادری زبان ہندی ہے اس کو پانچ پرچے کا امتحان دینا ہے۔اس کے نمبرات ۵۰۰ ہوں گے۔چونکہ اس کی

مادری زبان ہندی ہے۔اس نے (۱) کے مطابق ہندی ۱۰۰ نمبر کا لیا۔اور نمبر (۲) کے مطابق ایک ہندوستانی زبان کو لینا ہے۔اس نے سنسکرت ۱۰۰ کا لے لیا۔بقیہ نمبر ۳ر۴ر اور ۵ر کے مطابق حساب، سائنس اور سوشل سائنس 100+100+100 لے لیا۔اس طرح زبان میں اس کو ہندی اور سنسکرت یعنی مادری اور ثقافتی دونوں زبانوں کو پڑھنے کا موقع ملا۔دونوں مضامین لازمی ہیں۔اس لئے دونوں کے نمبرات مجموعی نمبرات میں شامل ہوں گے۔اور انہیں ڈویژن ملے گا۔اب ایک ایسے طالب علم کو دیکھئے جس کی مادری زبان اردو ہے۔نمبر (۱) کے مطابق اس نے مادری زبان اردو ۱۰۰ نمبر کا لیا۔نمبر (۲) کے مطابق تین زبانوں یعنی سنسکرت، راشٹریہ بھاشا اور متبادل انگریزی میں سے کوئی ایک رکھنا ہے۔اس لئے یہاں راشٹریہ بھاشا ہندی رکھنا اس کی مجبوری ہے۔جو ۱۰۰ نمبر کا ہے۔اس کے بعد اس نے حساب، سائنس، سوشل سائنس 100+100+100 رکھا۔ 500 نمبرات مکمل ہو گئے۔اب اختیاری مضمون میں عربی، فارسی ہے۔ یہ اختیاری ہے۔ یہ اختیاری لازمی ہوتا تو اس کا نمبر شمار ہوتا اور طلبا پڑھنے پر مجبور ہوتے، لیکن ایسا نہیں ہے۔اگر اس کو لازمی کیا جاتا تو مجموعی نمبرات ۶۰۰ ہو جائیں گے جبکہ صرف ۵۰۰ کے مضامین کو پڑھنا ہے۔اس لئے طلباء رطالبات عربی رفارسی نہیں لیتے۔اگر لیتے بھی ہیں تو بڑی مشکل سے، چونکہ ان کے نمبرات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔اس طرح مسلم طلبا وطالبات کو فارسی رعربی زبان سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، یہی کچھ حال گیارہویں اور بارہویں درجہ کا ہے۔اس میں نمبر (۱) کے مطابق کسی نے پہلی زبان ۱۰۰ نمبر کا اردو رکھ لیا۔تو ۲ کے (الف) کے مطابق ہندی ۵۰ نمبر کا رکھنا لازمی ہے۔اس نے ۵۰ نمبر کا ہندی رکھ لیا۔اس کے بعد (ب) میں اختیاری مضمون میں عربی رفارسی ہے ہی نہیں کہ مسلم طلباء اس کو رکھیں گے۔نتیجہ یہ ہے کہ اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ میں سے کسی ایک زبان ۵۰ نمبر کا رکھنا اس کی مجبوری ہے۔اس طرح درجہ گیارہویں اور بارہویں میں مسلم طلبا کو عربی رفارسی زبان پڑھنے سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کا نتیجہ سامنے ہے کہ جب نیچے ہی درجہ میں طلبہ فارسی رعربی ثقافتی زبان کو نہیں پڑھیں گے، تو کالج اور یونیورسیٹی میں کہاں سے طلبہ ملیں گے۔مذکورہ بالا تجزیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اسکول، کالج اور یونیورسیٹی میں عربی اور فارسی زبان کا مستقبل تاریک ہے۔

خلاصہ یہ کہ 2006 تک میٹرک کے مارک شیٹ میں فارسی اور عربی زبان کے نمبرات کو مجموعی نمبرات میں شامل کر کے نتیجہ شائع کیا جاتا تھا یعنی فارسی رعربی کے نمبرات کے

ساتھ ڈویزن دیا جاتا تھا لیکن 2006 کے بعد یعنی 2007 سے 2010 تک میٹرک کے امتحان میں فارسی رعربی کو اختیاری مضمون کے خانہ میں رکھ دیا گیا اور مجموعی نمبرات سے اسکو باہر کر دیا گیا۔ یعنی فارسی رعربی کے نمبرات کو ڈویزن میں شمار نہیں کیا گیا۔

یہ تو 2010 تک کی بات ہے۔ میٹرک امتحان 2011 کیلئے جاری فارم کی حالت گذشتہ برسوں سے مختلف ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

ابھی میٹرک امتحان 2011 کیلئے رجسٹریشن کا کام جاری ہے۔ رجسٹریشن کا فارم دو طرح کا جاری کیا گیا ہے۔ ایک فارم طلباء کے بھرنے کیلئے ہے اور دوسرا فارم ہیڈ ماسٹر کیلئے ہدایت نامہ ہے۔ ابھی یہ دونوں فارم میرے سامنے ہے۔ ہیڈ ماسٹر کیلئے جو ہدایت نامہ جاری کیا گیا ہے اس میں مضامین کچھ اور ہیں اور طلباء کیلئے جو فارم جاری کیا گیا ہے اس میں مضامین کچھ اور ہیں۔ اس طرح دونوں فارم کے مضامین میں تضاد ہے۔ ہیڈ ماسٹر کے ہدایت نامہ والے فارم میں نمبر شمار 14 میں تین خانے ہیں۔ ایک MIL (مادری زبان) کیلئے، دوسرا SIL (دوسری ہندوستانی زبان) اور تیسرا OPT (اختیاری مضمون) کیلئے۔ MIL میں ہندی، بنگلہ، اردو اور انگریزی لیٹریچر ہے۔ اور SIL میں قومی زبان ہندی، سنسکرت، اردو، انگریزی ہے۔ تیسرے خانہ اختیاری میں FAT,VOC,DNC,ECO,COM,ANK,ARB,PRN,MAI,ADM ہے۔ جبکہ طلباء کیلئے جاری کردہ فارم میں نمبر شمار 14 میں صرف دو خانے ہیں۔ ایک MIL یعنی مادری زبان کیلئے اور دوسرا SIL یعنی دوسری ہندوستانی زبان کیلئے۔ نمبر (۱) مادری زبان میں ہندی، بنگلہ، اردو اور MAI درج ہے۔ اور نمبر (۲) SIL میں سنسکرت، ہندی، عربی، فارسی اور بھوجپوری درج ہے۔ دونوں فارم کے مطالعہ کے بعد یہ بات واضح ہے کہ کسی سازش کے تحت ایسا کیا گیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر کیلئے جاری ہدایت نامہ کے فارم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس میں فارسی رعربی کو 500 نمبر aggregate (مجموعی نمبرات) کے بعد اختیاری مضمون میں دکھایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فارسی رعربی زبان کو امتحان دہندگان لے سکتے ہیں اور وہ اختیاری مضمون کے کالم میں درج کیا جائیگا لیکن اس کا نمبر شمار نہیں کیا جائیگا۔ جبکہ طلباء کے ذریعہ پر کئے جانے والے فارم میں فارسی رعربی کو دوسرے کالم SIL میں دکھایا گیا ہے۔ اسی کالم میں ہندی بھی ہے۔ جو طلباء نمبر (۱) مادری زبان میں اردو لیں گے ان کی یہ مجبوری ہے کہ وہ دوسرے کالم میں ہندی پر کرے اگر وہ ہندی نہیں لے کر فارسی رعربی رکھتے ہیں تو ہندی زبان کے امتحان سے محروم رہ جائنگے۔ اسلئے اردو

کے ساتھ ہندی لینا ان کی مجبوری ہے۔ چونکہ اسی کالم میں فارسی اور عربی کا بھی تذکرہ کردیا گیا ہے اسلئے ہندی لینے کی وجہ سے وہ فارسی رعربی نہیں لے سکتے۔ طلباء کیلئے جاری فارم میں اختیاری مضمون کا تیسرا کالم نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ 2011 کے میٹرک امتحان میں فارسی رعربی کو aggregate سے بھی باہر کردیا گیا ہے۔ یہ فارسی رعربی کے ساتھ گہری سازش ہے۔ ابھی رجسٹریشن کیلئے فارم پر کیا جارہا ہے۔ اسکول میں فارم دستیاب ہے۔ کسی بھی اسکول سے فارم حاصل کرکے اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

محکمہ تعلیم کی جانب سے میٹرک کیلئے جو نصاب تعلیم جاری کیا گیا وہ نصاب تعلیم غیر واضح ہے۔ اس کے واضح نہیں ہونے کی وجہ سے فارسی اور عربی سے تعلق رکھنے والے افراد اس حقیقت تک نہیں پہنچ سکے کہ میٹرک میں سی۔ بی۔ ایس۔ ای نظام تعلیم کے نافذ ہونے کے بعد فارسی اور عربی کا مستقبل کیا ہوگا۔ اسی لئے کسی جانب سے کوئی آواز نہیں اٹھی۔ جب سے یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ فارسی رعربی کو میٹرک کے نصاب اور امتحان میں لازمی مضمون کے خانہ سے نکال کر اختیاری مضمون کے خانہ میں ڈال دیا گیا ہے اور یہ اختیاری بھی ایسا ہے جس کے نمبر کا شمار مجموعی نمبر میں نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت سے اس سلسلہ میں آواز اٹھنے لگی لیکن اس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آسکا۔ یہ حالت تو 2010 کے امتحان تک رہی۔ 2011 کیلئے جو رجسٹریشن فارم جاری کیا گیا ہے جس پر ابھی میٹرک امتحان کیلئے رجسٹریشن کا سلسلہ جاری ہے اس میں تو فارسی رعربی کو بالکل ختم ہی کردیا گیا ہے، اب تو یہ aggregate کے بعد بھی نہیں ہے۔ ایسے موقع پہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس پر توجہ دیں اور ان دونوں زبانوں کو میٹرک کے امتحان میں اسی حالت پر باقی رکھنے کیلئے ہر ممکن کوشش کریں، جو حالت 2006 سے پہلے تھی۔ فوری طور پہ اس بات کی ضرورت ہے کہ حکومت سے اپیل کی جائے کہ رجسٹریشن کیلئے جو فارم طلباء سے پُر کرایا جارہا ہے وہ فارم نامکمل ہے اس کی تصحیح کرائی جائے یا پھر امتحان فارم پُر کرتے وقت اس کی تصحیح کا موقع دیا جائے۔ اگر فوری طور پر ایسا نہیں کیا گیا تو فارسی رعربی زبان میٹرک کے امتحان سے ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیگی اور ہمارے طلباء ثقافتی زبان کی تعلیم سے محروم رہ جائینگے۔ ساتھ ہی فارسی کے تمام عہدے اور شعبے بند ہو جائینگے۔ یہ ذمہ داری اساتذہ کی بھی ہے اور گارجین کی بھی ہے، علماء کی بھی ہے اور دانشوران کی بھی ہے۔ بلکہ بڑی ذمہ داری مسلم تنظیم اور قائدین کی بھی ہے کہ اس جانب خصوصی توجہ دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ حکومت سے فارسی رعربی کو لازمی مضامین کے گروپ میں

لانے کی اپیل کی جائے جس طرح سے سنسکرت کو لازمی مضامین کے گروپ میں رکھا گیا ہے۔اس سلسلہ میں حکومت سے مندرجہ ذیل امور کے لئے اپیل کی ضرورت ہے۔

(۱) فارسی رعربی زبان کو وہی درجہ دیا جائے جو سنسکرت زبان کو دیا گیا ہے۔

(۲) فارسی رعربی زبان کو میٹرک کے نصاب اور امتحان میں لازمی مضامین کے خانہ میں رکھا جائے۔

(۳) فارسی رعربی زبان کو میٹرک کے نصاب میں ۱۰۰ نمبرات کا رکھا جائے۔اگر ۵۰۰ نمبرات سے بڑھانے کی ضرورت ہو تو اس کو بڑھایا جائے اور اس کو ۶۰۰ نمبر کر دیا جائے۔

(۴) اگر اس میں کسی قسم کی کوئی دشواری ہو تو ہندی زبان جس کو ۱۰۰ نمبر کا رکھا گیا ہے اس کو راشٹریہ بھاشا بنا دیا جائے اور راشٹریہ بھاشا ہندی کیلئے ۵۰ نمبر اور فارسی رعربی کیلئے ۵۰ نمبر رکھا جائے تاکہ فارسی رعربی میٹرک کے نصاب تعلیم اور امتحان میں لازمی گروپ میں شامل ہو جائے۔

(راشٹریہ سہارا پٹنہ۔ ۲۸ ستمبر ۲۰۱۰ء)

نوٹ:۔ موجودہ حالت میں عربی رفارسی کو بہار اسکول بورڈ نے ساتواں پرچہ اختیاری مضمون میں شامل کر دیا ہے۔اس کا نمبر مارکس شیٹ میں درج رہے گا، لیکن ڈویژن میں اس کا شمار نہیں کیا جائے گا۔

بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق ایکٹ 2009

مطالعہ اور جائزہ

بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق ایکٹ 2009 کو صدر جمہوریہ نے ۲۶/اگست 2009 کو منظوری عطا کی۔ اس میں کل ٦ باب ہیں۔ باب اول ابتدائی، باب دوم مفت اور لازمی تعلیم پانے کا حق، باب سوم متعلقہ حکومت، لوکل باڈی اور والدین کی ذمہ داریاں، باب چہارم اسکول اور ٹیچروں کی ذمہ داریاں، باب پنجم ابتدائی تعلیم کا نصاب اور اسکی تکمیل، باب ششم بچوں کے حقوق کا تحفظ اور باب ہفتم متفرقات پر مشتمل ہے۔

ایکٹ کے باب اول ابتدائی میں مندرجہ ذیل امور درج ہیں۔

(۱) اس ایکٹ کو بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق ایکٹ 2009 کہا جائیگا۔

(۲) اس ایکٹ کا نفاذ جموں اور کشمیر کو چھوڑ کر پورے ہندوستان پر ہوگا۔

(۳) اس ایکٹ کا نفاذ اس تاریخ سے عمل میں آئیگا جس کا تعین مرکزی حکومت سرکاری گزٹ میں اعلانیہ جاری کر کے کرے گی۔

چنانچہ پارلیامنٹ کے مندرجہ ذیل ایکٹ کو صدر جمہوریہ نے ۲۶ اگست 2009 کو منظوری عطا کر دی۔ اور اس کو گزٹ میں شائع کر دیا گیا۔ اس طرح یہ ایکٹ اب پورے ہندوستان پر نافذ ہو چکا ہے۔

اس ۳ دفعات کے بعد وضاحت درج ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اس ایکٹ میں جب تک سیاق وسباق کے تحت کوئی اور مفہوم مراد نہ لیا جائے۔ مرکزی حکومت سے مراد

(۱) ایسے اسکول کے متعلق جو مرکزی حکومت یا مرکزی علاقہ کے ایڈمنسٹریٹر (جسے قانون سازی کا اختیار نہ ہو) کہ زیر تحویل یا ملکیت والے اسکول۔

مرکزی حکومت۔۔۔ ایسے اسکولوں کے بارے میں جو مذکورہ بالا اسکولوں کے

علاوہ ہواور ذیلی کلاز کے تحت قائم کیے گیے ہوں اور درج ذیل علاقے

(A) کسی ریاست یا ریاستی اتھاریٹی کے تحت قائم کئے گئے ہوں۔

(B) مرکزی حکومت کے تحت علاقے جسے قانون سازی کے اختیارات حاصل ہو۔(مرکز کے تحت علاقے کی حکومت)

اس باب اول کے ابتدائی دفعہ (H) میں مقامی مجاز اتھاریٹی کی تفصیل درج ہے۔

(H) مقامی مجاز اتھاریٹی سے مراد میونیسپل کارپوریشن، میونیسپل کمیٹی یا ضلع پریشد، یا نگر پنچایت یا پنچایت ہے۔اسے خواہ کسی نام سے پکارا جائے۔نیز اس سے وہ دیگر ادارے یا اتھاریٹی بھی مراد ہے۔جسکا اسکول پر کنٹرول ہو یا جسے وقتی طور پر کسی قانون کے تحت ایسا اختیار دیا گیا ہو کہ وہ کسی شہر، قصبہ یا گاؤں میں بطور لوکل باڈی کام کرے۔اس باب اول ابتدائی کے دفعہ (N) میں درج ہے۔

(N) اسکول سے مراد کوئی بھی تسلیم شدہ اسکول ہے جہاں ابتدائی تعلیم دی جاتی ہو جو اس میں مندرجہ ذیل بھی شامل ہیں۔

(۱) ایسا اسکول جسے حکومت نے یا لوکل اتھاریٹی نے قائم کیا ہو یا اس کے کنٹرول/انتظام میں ہو۔

(۲) ایسا اسکول جسے متعلقہ حکومت/لوکل اتھاریٹی سے پوری یا جزوی امداد حاصل ہو۔

(۳) ایسا اسکول جو متعلقہ حکومت یا لوکل باڈی سے کسی قسم کی کلی یا جزوی مالی امداد نہ لیتا ہو۔

اس ایکٹ کے باب دوم میں مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کے حق کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔اس میں درج ہے ۶ سال سے لیکر ۱۴ سال تک کی عمر کے ہر بچہ کو اپنے قریبی اسکول میں مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے یہاں تک کہ وہ ابتدائی تعلیم حاصل کرلے۔

ذیلی دفعہ ۳ کے تحت کسی بچہ کو فیس عطیہ یا خرچہ کے نام پر کوئی رقم ادا نہیں کرنی پڑیگی جس کی وجہ سے اس کی ابتدائی تعلیم کے حصول میں رکاوٹ آئے۔اس باب میں ۳ دفعات ہیں اور اسکے تحت ذیلی دفعات ہیں، جس میں مفت اور لازمی تعلیم حاصل پانے کی حق کی تفصیل درج ہے۔

باب سوم متعلقہ حکومت، لوکل باڈی اور والدین کی ذمہ داریاں میں بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم کے حقوق کو یقین بنانے کے لئے حکومت، لوکل باڈی اور والدین کی ذمہ داریوں کی تفصیل درج ہو۔

دفعہ ۶ ذیلی دفعہ (۱) میں درج ہے۔ ایکٹ پر عمل درآمد کے لیے متعلقہ حکومت یا لوکل باڈی ایسے علاقہ یا جوار میں ایسے اسکول قائم کرے گی جو ایکٹ میں مقرر کئے گئے ہیں، لیکن اس ایکٹ کے نفاذ سے تین سال کے اندر قائم نہیں کئے جاسکے ہوں۔

دفعہ ۷ کے ذیلی دفعہ (۱) میں درج ہے۔۔۔۔ مرکزی حکومت کی مشترکہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس ایکٹ کے دفعات کے نفاذ کے لئے فنڈ فراہم کرائیں اس باب کے دفعہ ۸ میں متعلقہ حکومت کے ضمن میں درج ہیں۔

(A) (متعلقہ حکومت) ہر بچہ کو مفت اور لازمی تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کا بندوبست کریگی۔

(تشریح) لازمی تعلیم سے مراد یہ ہے کہ اس کی فراہمی متعلقہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

دفعہ ۱۰ میں درج ہے۔ والدین و سرپرستوں کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کو قریب کے اسکول میں داخلہ دلائیں تا کہ وہ بچہ ابتدائی تعلیم حاصل کرے۔

باب چہارم اسکول اور ٹیچروں کی ذمہ داریاں اس باب کے خاص دفعات حسب ذیل ہیں۔

دفعہ ۱۲۔ اس ایکٹ کے دفعات کے مقاصد کیلئے ایک اسکول (A) دفعہ ۲ کے کلاز (N) کی دفعہ (۱) کے تحت اسکول میں داخلہ لینے والے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم حاصل فراہم کی جائے گی۔

دفعہ ۱۳۔ جن اسکول کا دفعہ ۲ کے کلاز این کی دفعہ (۴) کے تحت ذکر ہے۔ جو دفعہ (C) کی ذیلی دفعہ (۱) کے تحت مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم کا بندوبست کرتے ہیں ایسے اسکولوں کے ہر بچہ کی تعلیم پر کئے گئے خرچہ کی ادائیگی کی جائیگی، جو ریاست خرچ کرے گا یا وہ سالانہ خرچ جو ہر بچہ سے وصول کیا جائے گا جو بھی کم ہو یہ بندوبست اس انداز سے کیا جائے گا جو ایکٹ کے اندراجات کے مطابق ہو، اس شرط کے ساتھ کہ اس خرچہ کی واپسی (ادائیگی) ہر بچہ پر خرچ کی گئی رقم سے زیادہ نہیں ہوگی جو دفعہ ۲ کے کلاز این کی ذیلی دفعہ (۱) کے تحت اسکول خرچ کریگا۔

دفعہ ۱۸۔ ذیلی دفعہ (۱) کوئی بھی اسکول ماسوائے ان اسکولوں کے جو متعلقہ حکومت یا لوکل باڈی نے قائم کئے ہوں، اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد نہ قائم کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی قائم کرسکتا ہے ماسوائے اس کے کہ وہ ضابطہ کے مطابق اتھاریٹی سے تسلیم کئے جانے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرے۔

(۲) یہ متعلقہ اتھاریٹی ضابطہ کے مطابق مقررہ فارم پر اسکی اسکول کو تسلیم کئے جانے کا

سرٹیفیکٹ اس انداز اور اس مدت کے دوران مقرر کردہ شرائط کے تحت جاری کرسکتی ہے۔اس شرائط کے ساتھ کہ اگر کوئی اسکول دفعہ ۱۹ کے تحت مطلوبہ شرائط کو پورا نہیں کرتا تو اسے تسلیم کیے جانے کا سرٹیفیکٹ نہیں دیا جائیگا۔

ذیلی دفعہ (۵) ایسا اسکول جو تسلیم کئے جانے کا سرٹیفیکیٹ حاصل کئے بغیر چلایا جارہا ہے یا جس اسکول کو تسلیم کئے جانے کی سرٹیفیکیٹ منسوخ کر دیا گیا ہے اگر وہ اسکول چلاتے رہتے ہیں تو منسوخ کئے جانے کی تاریخ سے ہر دن دس ہزار روپیہ یومیہ جرمانہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔

دفعہ ۱۹ میں مندرجہ ذیل امور درج ہیں۔

(۱) کوئی بھی اسکول اس وقت تک دفعہ ۱۸ کے تحت نہ قائم کیا جائے گا جب تک کہ وہ شیڈول میں درج شرائط کو پورا نہ کرے۔

(۲) جو اسکول اس ایکٹ کے نفاذ میں آنے سے قبل قائم کیا گیا تھا اور وہ شیڈول میں درج شرائط کو پورا نہیں کرتا اسے ایکٹ کے نفاذ میں آنے کی تاریخ سے ۳ سال کے اندر اپنے خرچہ پر ان شرائط اور معیاروں کو پورا کرنا ہوگا۔

(۳) اگر کوئی اسکول مقررہ مدت کے اندر مطلوبہ شرائط پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے جو ذیلی دفعہ ۲ کے تحت مطلوب ہیں تو دفعہ ۱۸ کی ذیلی دفعہ (۱) کے تحت مقرر کردہ اتھارٹی ایسے اسکول کو تسلیم کئے جانے کے عمل کو منسوخ کرسکتی ہے یہ کاروائی اس دفعہ کی ذیلی دفعہ ۳ کے تحت کی جائیگی،

دفعہ ۲۷۔ کسی بھی ٹیچر کو غیر تدریسی فرائض کی انجام دہی پر مامور نہیں کیا جائیگا ما سوائے مردم شماری یا تباہی کے بعد ریلیف کے کام کی انجام دہی یا پارلیمنٹ، ریاستی حکومت یا لوکل باڈی کے الیکشن کی ڈیوٹی

دفعہ ۲۸۔کوئی بھی ٹیچر (مرد یا عورت) پرائیوٹ ٹیوشن یا پرائیوٹ تدریسی سرگرمیوں میں ملوث نہیں ہوگا۔

باب پنجم میں ابتدائی تعلیم کے نصاب اور اس کی تکمیل سے بحث ہے، اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں۔

(۱) پرائمری تعلیم کا نصاب اور اس کے معیار کے طریقہ کار کا تعین متعلقہ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ اکیڈمک اتھاریٹی کے ذریعے عمل میں آئے گا۔ یہ اتھارٹی سرکاری نوٹیفکیشن کے تحت قائم کی جائیگی۔

(۲) اکیڈمک اتھاریٹی مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھے گی۔

(الف) دستور ھند میں مندرج اقدار سے مطابقت

(ب) بچہ کی ہمہ جہت ترقی

(ج) جہاں تک ممکن ہوگا بچہ کو اس کی مادری زبان میں تعلیم دی جائیگی

(د) بچہ کو خوف ودہشت اور پریشانی سے محفوظ رکھنا۔

(ہ) پرائمری تعلیم مکمل ہونے تک کسی بچہ کو امتحان پاس کرنے کی ضرورت نہیں

باب ششم میں بچوں کے حقوق کے تحفظ پر بحث ہے۔بچوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے قومی کمیشن ایکٹ 2005 نافذ ہے۔اس کمیشن کو مزید اختیارات دئے گئے ہیں۔ان میں سے چند خاص باتیں یہ ہیں:

(الف) (کمیشن) اس ایکٹ کے تحت بچوں کے حقوق کے معاملات کی جانچ اور نگرانی کریگی، اور اس نفاذ اور بہتر کارگزاری کیلئے سفارش کریگی۔

(ب) بچوں کو مفت تعلیم وغیرہ کے بارے میں موصول ہونے والی شکایات کی جانچ اور ازالہ کرے گی۔

(ج) کوئی بھی شخص جو لوکل باڈی کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہیں وہ اس کے خلاف بچہ کے حقوق کی حفاظت کیلئے ریاستی حکومت، دفعہ ۳۱ کی ذیلی دفعہ ۳ کے تحت مذکورہ اتھارٹی کے روبرو اپیل کرسکتا ہے۔

(۶) مرکزی حکومت ایک نوٹیفیکشن جاری کر کے ایک قومی ایڈوائزری کونسل تشکیل دیگی۔

باب ہفتم میں متفرقات ہے۔اس مین مختلف باتوں کا تذکرہ ہے۔اس باب کی چند اہم باتیں حسب ذیل ہیں۔

(ا) اس دفعات کے موثر نفاذ کیلئے مرکزی حکومت متعلقہ سرکار یا لوکل اتھاریٹی کو جیسی صورت حال ہو اس کے مطابق رہنماہدایت جاری کرسکتی ہے۔

(ج) اس ایکٹ کی دفعات کے نفاذ کیلئے متعلقہ حکومت نوٹیفیکشن جاری کر کے قواعد و ضوابط بنا سکتی ہے۔

(د) ریاستی حکومت کی جانب سے مرتب کردہ قواعد یا نوٹیفیکشن کو برائے منظور ریاستی اسمبلی میں پیش کیا جائیگا۔

اوپر ایکٹ کے دفعات کی اہم باتیں پیش کی گئی اب اس کا مختصر جائزہ پیش ہے۔
اس کے باب اول ابتدائی میں درج ذیل امور درج ہیں۔
(۱) اس ایکٹ کو بچوں کی مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق ایکٹ 2009 کیا جائیگا۔
(۲) اس ایکٹ کا نفاذ جموں اور کشمیر کو چھوڑ کر پورے ہندوستان پر ہوگا۔
(۳) اس ایکٹ کا نفاذ اس تاریخ سے آئیگا جسکا تعلق مرکزی حکومت سرکاری گزٹ میں اعلانیہ جاری کریگی۔

چنانچہ پارلیمنٹ کے مندرجہ ذیل ایکٹ کو صدر جمہوریہ نے ۲۶، اگست ۲۰۰۹ کو منظوری عطا کیا اور اس کو گزٹ میں شائع کر دیا گیا۔ اس طرح یہ ایکٹ اب پورے ہندوستان میں نافذ ہو چکا ہے۔

ابتدائی تعلیم ہر بچہ کا حق ہے۔ باب سوم کے دفعہ ۱۰ کے مطابق والدین وسر پرستوں کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کو قریب کے اسکول میں داخلہ دلوائے تا کہ وہ بچہ ابتدائی تعلیم حاصل کر سکیں۔ بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے قومی کمیشن قائم ہے۔ اس کے لئے اس کمیشن کو مزید اختیارات دیئے گئے ہیں۔ ایکٹ کے مطابق کوئی شخص اسکول میں داخل کئے گئے بچوں کے والدین یا سر پرستوں سے کوئی عطیہ وصول نہیں کریگا۔ نہ بچے کے والدین وسر پرستوں کو جانچ پڑتال کیلئے مجبور کریگا۔ اسکول وہی قابل قبول ہو جو متعلقہ حکومت، لوکل باڈی نے قائم کئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی وہ اسکول قابل قبول ہیں جو ضابطہ کے مطابق متعلقہ اتھاریٹی سے تسلیم کئے جانے کا سرٹیفیکٹ حاصل کرے گا۔

دفعہ ۱۸ کے (۱) کے مطابق کوئی بھی اسکول ماسوائے ان اسکولوں کے جو متعلقہ حکومت یا لوکل باڈی نے قائم کئے ہوں اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد نہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ نہ کوئی قائم کر سکتا ہے ماسوائے اس کے کہ وہ ضابطہ کے مطابق متعلقہ اتھاریٹی سے تسلیم کئے جانے کا سرٹیفیکٹ حاصل کرے۔ چنانچہ حکومت کا اعلان شائع ہو چکا ہے کہ کوئی بھی اسکول اجازت کے بغیر قائم نہیں کیا جائے۔ اس ایکٹ کے مطابق مسلم اقلیت کو بھی اسکول قائم کرنے کے لئے پہلے اجازت حاصل کرنی پڑے گی۔ اجازت کے بعد ہی اسکول قائم کیا جا سکے گا۔

اس دفعہ کے مطابق وہ حق مجروح ہوتا ہے جسکا اختیار اقلیت کو آئین ہند میں دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ادارے قائم کر سکتی ہے۔ اس کو منظوری لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آئین ہند

کے دفعہ ۲۹ کا متن یہ ہے۔

(۱) بھارت کے علاقہ میں یا اس کے کسی حصہ میں رہنے والے شہریوں کے کسی طبقہ کو جس کی اپنی الگ جداگانہ زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو اس کو محفوظ رکھنے کا حق ہوگا۔

اسی طرح ۳۰ کا متن یہ ہے۔

(۱) تمام اقلیت کو خواہ وہ مذہب کی بنا پر ہو یا زبان کی اپنی پسند کی تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔

اس ایکٹ میں اسکول کے لفظ کو ہر جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ تعلیمی ادارے یا اس طرح کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے جس سے اس میں وسعت پیدا ہو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے لیے مرکز اسکول ہی کو مانا گیا ہے یہی نہیں بلکہ اسکول کی تعریف اول ابتدائی ذیلی دفعہ N میں ہے اور وہ یہ ہے۔

اسکول سے مراد کوئی بھی تسلیم شدہ اسکول ہے جہاں ابتدائی تعلیم دی جاتی ہو اس میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

(۱) ایسا اسکول جسے حکومت نے یا لوکل اتھارٹی نے قائم کیا ہو یا اس کے انتظام / کنٹرول میں ہو۔

(۲) ایسا اسکول جسے متعلقہ حکومت لوکل اتھارٹی سے پوری یا جزوی مالی امداد حاصل ہوتی ہو۔

(۳) ایسا اسکول جو متعلقہ حکومت یا لوکل باڈی سے کلی یا جزوی مالی مدد نہ لیتا ہو۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں اب ہمارے پاس چند سوالات ہیں ان کے جوابات ایکٹ کی روشنی میں تلاش کرنا ہے۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ یہ ایکٹ ہمارے لئے کتنا مفید ہے۔ سوالات حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا کوئی غیر سرکاری اسکول کسی بھی طبقے بشمول اقلیت قائم کیا گیا ہو اور اس میں بچے تعلیم حاصل کریں تو وہ ادارہ تعلیم دینے کا مجاز کہلائے گا؟ اور اس میں تعلیم حاصل کرنے والے لازمی تعلیم حاصل کرنے والے کہلائیں گے کہ نہیں؟

(۲) کسی بھی پرائیوٹ (نظامیہ) یا سرکاری مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے والے بچے درجہ آٹھ تک اگر پڑھتے ہیں تو انہیں لازمی تعلیم سے استفادہ کرنے والا سمجھا جائیگا یا نہیں؟

(۳) جو بچے کسی مدرسہ میں حفظ کرتے ہیں اور حفظ کے ساتھ وہ بنیادی دینی تعلیم حاصل کرکے اپنی تعلیم منقطع کردیتے ہیں کیا اس ایکٹ کی بنیاد پر وہ بچے، ان کے گارجین، ایسے مدرسے اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والے سمجھے جائیں گے؟

مذکورہ بالا سوالات کے جوابات کیلئے ایکٹ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ اس ایکٹ کہ نفاذ کے بعد ابتدائی تعلیم کیلئے کوئی غیر سرکاری اسکول نہیں چلے گا۔ اسکول چلانے کیلئے حکومت سے منظوری یا اس سے سرٹیفیکٹ حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ منظوری یا سرٹیفیکٹ حاصل کرنے کے بعد ہی وہ اسکول سرکاری اسکول کہلائے گا۔ اس طرح کوئی غیر سرکاری اسکول اگرچہ اقلیت ہی نے قائم کیوں نہ کیا ہو وہ اسکول تعلیم دینے کا مجاز نہیں کہلائے گا اور اس میں تعلیم پانے والے لازمی تعلیم حاصل کرنے والے نہیں کہلائیں گے۔

ایکٹ کے دفعہ ۱۸ میں درج شرائط کے مطابق اب اقلیتی اسکول بغیر منظوری ر اجازت کے نہ تو قائم کئے جاسکیں گے اور نہ تو چلائے جاسکیں گے۔ بلکہ اس ایکٹ کے نفاذ کے قبل سے جو بھی اسکول قائم ہیں انہیں بھی سرٹیفیکٹ حاصل کئے بغیر چلانا جرمانہ کا سبب ہوگا جیسا کہ باب چہارم کے دفعہ ۱۸ میں مذکور ہے۔ کوئی بھی اسکول ماسوائے ان اسکولوں کہ جو متعلقہ حکومت یا لوکل باڈی نے قائم کئے ہوں اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد نہ قائم کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی قائم کرسکتا ہے۔ ماسوائے اس کے وہ ضابطہ کے مطابق متعلقہ اتھارٹی سے تسلیم کئے جانے کا سرٹیفیکٹ حاصل کرلے جیسا کہ ذیلی دفعہ (۵) میں مذکور ہے۔

ذیلی دفعہ (۵) ایسا اسکول جو تسلیم کئے جانے کا سرٹیفیکٹ حاصل کئے بغیر چلایا جاتا ہے یا جس اسکول کا تسلیم کیے جانے کا سرٹیفیکٹ منسوخ کردیا گیا ہے۔ اگر وہ اسکول چلاتے رہتے ہیں تو منسوخ کئے جانے کی تاریخ سے ہردن دس ہزار روپیہ یومیہ جرمانہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔

یہ پابندی صرف نئے قائم کئے جانے والے اسکول ہی کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ دفعہ ۱۹ کے ذیلی دفعہ (۲) میں درج ہے کہ جو اسکول اس ایکٹ کے نفاذ میں آنے سے قبل قائم کیا گیا تھا اور وہ شیڈول میں درج شرائط کو پورا نہیں کرتا تو اسے ایکٹ کے نفاذ میں آنے کی تاریخ سے ۳ سال کے اندر اپنے خرچہ پر ان شرائط اور معیار کو پورا کرنا ہوگا۔ ذیلی دفعہ (۳) میں مذکور ہے، اگر کوئی اسکول مقررہ مدت کے اندر مطلوبہ شرائط کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے جو ذیلی دفعہ (۲) کے تحت مطلوب ہیں تو دفعہ ۱۸ کی ذیلی دفعہ (۱) کے تحت مقرر کردہ اتھارٹی ایسے اسکول کو تسلیم کئے جانے کے

عمل کو منسوخ کر سکتی ہے۔ یہ کاروائی اس دفعہ کے ذیلی تحت ۳ کے تحت کی جائیگی۔

(۴) ذیلی دفعہ ۳ کے تحت تسلیم کئے جانے کو منسوخ کئے جانے کے بعد کوئی اسکول نہیں چلایا جاسکے گا۔

(۵) اگر تسلیم کئے جانے کا سرٹیفکیٹ منسوخ کئے جانے کے بعد بھی کوئی اسکول چلایا جاتا ہے تو اس پر ایک لاکھ سے زیادہ جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر پھر بھی کوئی اسکول چلایا جاتا ہے تو یومیہ دس ہزار روپیہ جرمانہ کیا جائیگا۔ اس طرح اس ایکٹ کی زد میں اقلیتی اسکول پورے طور پر آئیں گے۔

اس ایکٹ میں ہر جگہ اسکول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نیز اسکول سے مراد کیا ہے اس سے بھی ظاہر ہے کہ لازمی ابتدائی تعلیم کے مراکز اسکول ہی ہیں، اس اعتبار سے بعض ماہرین قانون کا خیال ہے کہ لفظ اسکول کے استعمال سے مدارس خارج ہو گئے ہیں۔ اسطرح یہ ایکٹ مدارس پر لاگو نہیں ہے اس طرح جو مدارس سرکار سے منظور ہیں وہ لازمی تعلیم کے مراکز ہیں۔ ان مدارس میں تعلیم دینے کا مجاز اور اس میں تعلیم حاصل کرنے والے لازمی تعلیم حاصل کرنے والے کہلائیں گے۔ یہاں تک کہ پرائیویٹ (نظامیہ) مدارس کو بھی اختیار ہوگا کہ وہ جس انداز پر چل رہے ہیں ان کو اسی انداز پر چلایا جائے۔ اور اسمیں بنیادی لازمی تعلیم بچوں کو دی جائے ساتھ ہی حفظ کے ساتھ بنیادی تعلیم حاصل کرنے والے لازمی تعلیم حاصل کرنے والے کہلائیں گے، پرائیوٹ نظامیہ مدارس میں تعلیم دلانے والے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے نہیں کہلائیں گے۔

جبکہ بعض ماہرین قانون کا خیال ہے کہ حکومت ابتدائی لازمی تعلیم کے ادارے صرف سرکاری اسکول رمنظور شدہ رسرٹیفکیٹ حاصل کردہ اسکول کو بنانا چاہتی ہے۔ اسلئے اس کا خطرہ ہے کہ آئندہ ان مدارس پر پابندی عائد کردے جو حکومت سے بغیر منظوری رسرٹیفکیٹ حاصل کئے ہوئے چلائے جارہے ہیں۔ اس کے یہ ایکٹ ان پرائیوٹ مدارس کیلئے خطرہ کی گھنٹی ہے۔

چنانچہ اگر اسکول سے مراد تعلیم کی جگہ مراد لیا جائے تو پھر مدارس کو بھی تعلیم دینے کیلئے لوکل اتھارٹی رمتعلقہ حکومت سے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔

چونکہ کوئی غیر سرکاری اسکول کسی طبقہ کے ذریعہ قائم تعلیم دینے کا مجاز نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ اتھارٹی سے سرٹیفکیٹ حاصل نہ کرلے جیسا کہ باب چہارم کے دفعہ ۱۸ میں مذکور ہے۔ کوئی بھی اسکول ماسوائے ان اسکولوں کہ جو متعلقہ حکومت یا لوکل باڈی نے قائم کئے ہوں اس

ایکٹ کے نفاذ کے بعد نہ قائم کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی قائم کرسکتا ہے۔ ماسوائے اس کے وہ ضابطہ کے مطابق متعلقہ اتھاریٹی سے تسلیم کئے جانے کا سرٹیفیکٹ حاصل کرلے جیسا کہ ذیلی دفعہ (۵) میں مذکور ہے۔

ذیلی دفعہ (۵) ایسا اسکول جو تسلیم کئے جانے کا سرٹیفیکٹ حاصل کئے بغیر چلایا جاتا ہے یا جس اسکول کا تسلیم کیے جانے کا سرٹیفیکٹ منسوخ کردیا گیا ہے۔ اگر وہ اسکول چلاتے رہتے ہیں تو منسوخ کئے جانے کی تاریخ سے ہر دن دس ہزار روپیہ یومیہ جرمانہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔

مذکورہ بالا جائزہ سے یہ ظاہر ہے کہ ایکٹ کے دفعات پرکشش ہیں اور اس میں بچوں کو ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا پورا حق دیا گیا ہے۔ اور اس کی نگہداشت کیلئے کمیشن کو بھی مجاز بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود ایکٹ ۲۰۰۹ خوبیوں اور کمزوریوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی خوبیوں کا پہلے تذکرہ کیا جاتا ہے پھر اس کی کمزوریوں پر روشنی ڈالی جائیگی۔

اس ایکٹ کی مندرجہ ذیل خوبیاں ہیں۔

(۱) ۶ سال سے لیکر ۱۳ سال تک کی عمر کے ہر بچہ کو اپنے قریبی اسکول میں مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہاں تک کہ وہ ابتدائی تعلیم مکمل کرے۔

(۲) کسی بھی بچہ کو فیس عطیہ یا خرچہ کے نام پر کوئی رقم ادا نہیں کرنی پڑیگی۔

(۳) ایکٹ کی دفعات پر عمل درآمد کیلئے متعلقہ حکومت یا لوکل اتھاریٹی اپنے علاقہ یا جوار میں ایسے اسکول قائم کرے گی جو ایکٹ میں مقرر کئے گئے ہیں۔

(۴) مرکزی اور ریاستی حکومت کی یہ مشترکہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس ایکٹ کے دفعات کے نفاذ کیلئے فنڈ فراہم کرائے۔

(۵) متعلقہ حکومت ہر بچہ کو مفت اور لازمی تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کا بندوبست کریگی۔

(۶) لازمی تعلیم سے مراد یہ ہے کہ اس کی فراہمی متعلقہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

(۷) بنیادی ڈھانچہ میں اسکول کی بلڈنگ، متعلقہ سامان، فرنیچر اور دیگر ضروری آلات فراہم کرائے جائیں گے۔

(۸) پرائمری تعلیم کیلئے وقت پر نصابی کتابوں اور متعلقہ سامان کی فراہمی کرائی جائے گی۔

گیا ہے کہ وہ اپنا ادارہ قائم کرے اور چلائے مذکور دفعہ کے مطابق سرکار سے منظوری حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۶) اس ایکٹ کے دفعات کو غلط عناصر اسکول راتھاریٹی کو پریشان کرنے کیلئے استعمال کر سکتے ہیں جیسا کہ سوچنا کے ادھیکار کو غلط لوگ غلط مقصد کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

(۷) پرائمری تعلیم تک بچوں کو امتحان نہیں دینا پڑیگا۔ اس سے بچوں کا ذہن مقابلہ کے لائق نہیں بن سکے گا اور بھی خرابیاں سامنے آئیں گی۔

(۸) اس ایکٹ کی وجہ سے سرکاری مدارس ملحقہ کے نصاب تعلیم میں مداخلت کا راستہ کھل سکتا ہے۔ جبکہ ان مدارس میں اقلیت کے زبان، ثقافت کو مدنظر رکھتے ہوئے نصاب تعلیم جاری ہے۔

(۹) غیر سرکاری مدارس مدارس نظامیہ کے خلاف سازش کرنے والے اس ایکٹ کو استعمال کر سکتے ہیں اور اس کی وجہ سے فوری طور پر دشواری پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

(۱۰) ایکٹ میں صرف اسکول کو مرکز مانا گیا ہے۔ مدارس یا کسی اقلیتی ادارہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس کیلئے متعلقہ حکومت یا اتھاریٹی سے رہنما ہدایات جاری کرانے کی ضرورت ہوگی جس کے لئے بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

خلاصہ یہ کہ یہ ایکٹ اپنی خوبیوں کے باوجود مسلم اقلیت کے لئے زیادہ مفید نہیں ہے۔ اس ایکٹ کو موثر بنانے کے لئے ریاستی حکومت راتھاریٹی سے رہنما ہدایات جاری کرانا ضروری ہوگا تاکہ اقلیت کو اس ایکٹ سے خاطر خواہ فائدہ حاصل ہو سکے ورنہ اس ایکٹ سے اقلیت کو فائدے سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔

(قومی تنظیم پٹنہ، راشٹریہ سہارا پٹنہ)

نوٹ:۔ اس ایکٹ سے مدارس اور اقلیتی اسکول کو مستثنیٰ رکھنے کا اعلان حکومت کی جانب سے کیا جا چکا ہے۔

Madrasa Islamia Shamsul Huda

Se

Maulana Mazharul Haque Arabic&Persian University

Tak

By :- Maulana Abul Kalam Qasmi Shamsi

Ex. Principal

Madrasa Islamia Shamsul Huda. Patna



Maulana Abul Kalam Qasmi Shamsi